

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَرْكَبُ الْأَنْبِيَاءِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

ذَوِيهِ شَيْبَانِ وَشَيْنِ جَامِعِ مَصَائِبِ ابْنِ عَبْدِ الْعَدْلِ الْحُسَيْنِ الْمُسَوَّمِ

مَرْكَبُ الْأَنْبِيَاءِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

فِي ذِكْرِ

مَرْكَبُ الْأَنْبِيَاءِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

أَمَّا الْيَقِينُ فَطَيْفٌ مَقْبُولٌ بَارِكَا وَهَلْ نَزَلِي جَنَابِ الْأَنَا مُحَمَّدٍ وَارثِ عَلِيٍّ

وَعَلَى الطُّغَمَاءِ وَالْمَلِكِ الْأَكْبَرِ الْكَرِيمِ

یامنیث

ساخته کربلا
فی ذکر

سید الشهدا

جامع مصائب امام مظلوم سید معصوم نخت دل فاطمه زهرا
جگر بند علی مرتضی رضی الله عنہ امام المومنین خلیفۃ المسلمین
شاهزادہ کونین ابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

در مطبع الامع النور محلہ گلخانہ اگرہ باہتمام فیض الدین احمد طبع شد

۱۲۱۰ ہجری نبوی

قیمت ۵۰

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع ثانی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا اے نورِ جان عاشقان
ہے دلوں کے بھید سے آگاہ تو
تو ہے وہ قادر کہ جو چاہے کرے
آہِ خاک کی بن کر خاک سے
یہ خردیہ ہو شس یہ فہم و ذکا
پاک ہے تو تجھ کو ہے پرواہ کیا
ایک پل میں چاہے تو کر دے غنی
جو بنایا تو نے ہے او سیرِ یقین
وہ ہمیں پاک ختم المرسلین
وہ ہمیں بر شافع روزِ حین

ہے عیان تجھ پر جو ہے دل میں نھان
ہے دکھانا سب کو سید ہی راہ تو
تیری ہی قدرت میں ہے ہر ایک شے
پھر شرفِ بخشا او سے اور اک سے
ایک پتلہ خاک کو کیا کیا دیا
جو کہ چاہا ایک کن میں کر دیا
تام کو چوڑے نہ دنیا میں دنی
تسکے ہمیں کے ہیں فرمان گزین
پیشواے اولین و آخرین
شان میں لو لاک سے جنگی کھا

وہ نبی جبکہ سفسہ معراج ہے	جن سے ملک کفر سب تاراج ہے
نام ہے پیارا محمد آپ کا	ہر مرض ہر درد کی ہے وہ شفا

رباعی

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین	دین است حسین و دین پناہ است حسین
سر داد و نہ داد و دست در دست یزید	والدہ کہ بتاے لالہ است حسین

مورخان صدق مقال فرماتے ہیں کہ ۳۷ھ میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دشمنوں کی طرف سے اطمینان کئی ہو گیا اور عمر کے زیادہ ہو جانے سے زندگی سے مایوس ہونے لگے تو ارادہ کیا کہ روم و عجم کی طرح سلطنت میں سے خاندان کی واسطے موروثی ہو جائے اور میر اپنی نایب میراجا نشین ہو۔

یزید اچھا شاعر تھا اور سچہ قوی رکھتا تھا۔ سر و قد۔ چہرہ بدن۔ چہرہ پر چھپکے دان تھے اور وحشت برستی تھی۔ کالی آنکھیں۔ بال گونگروالے اور ڈاڑھی سیدھی تھی۔ چونکہ اہل شام میں پرورش پائی تھی اس لئے ریشمی پوشاک اور گانے بجانے کا شوقین تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ شراب خوار۔ پست حوصلہ کیلئے خواہد معراج بھی تھا اس لئے اسلامی حیثیت سے کسی طرح قابل سلطنت نہ تھا اس پر بھی حضرت معاویہ بیٹے کو اپنا ولیعہد کرنے پر اڑے ہوئے تھے اکثر مورخین نے اس جگہ بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے حین حیات جانشین۔ بالعد کی جو فکر کی اسمین کوئی عیب نہ تھا کیونکہ بادشاہ کے سامنے یا کم سے کم اس کے مرنے۔ پھلے جانشین بالعد کا مقرر ہو جانا اچھا ہوتا ہے۔ دیکھو۔ حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمارؓ کو جو نافر و کر دیا اس کے نتیجے کیسے اچھے ہوئے۔ فاروق اعظم نے گو کسی نافر و زمین کیا تھا بلکہ اتنا خور و یا تا کہ نلانی فلان چوٹھ شخصوں میں سے جب کو چاہتا میراجا نشین کر لیا یہی اونور

تھا۔ بالکل نافرد کرنے سے تو بدرجہا بہتر تھا۔ حضرت عثمان بن عفان اور جناب ترضی
 پوری کے باعث یہ بات نہ ہو سکی اور سکی خرابیاں ملاحظہ ہوں کہ کیا کیا فتور پاموسے میں
 ہی جھگڑوں سے سلطنت کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت معاویہ یہ کام کرنا چاہتے
 تھے ہمارے مین اس کاوش سے بھی ہمارے معظّم و مکرم پراعتراض قائم رہتا۔
 اشخص مقرر کرنا مناسب تھا جو مسلمانوں پر حاکم ہونے کے لائق ہوتا نہ کہ درشت ذر
 ج اور آوارہ۔ اسی لئے لوگ گلا بچھاڑ بچھاڑ کے بھی کھے چلے جاتے ہیں کہ اولاد علی اور
 غمہ کا حق بیٹنے کے لئے اور سلطنت اپنی اولاد کو ترکہ میں دینے کی واسطے ناقابل بیٹا ہی
 بنا جاتا تھا اور انکوں کے سامنے کی نافردگی سے مسلمانوں کے سر سے بلا ٹالنی منظور
 رہ جیسا کہ نتیجہ بھی پڑا حضرت رسان اور ریح خیز ہوا تو ہم کسی طرح اونہیں بری نہیں کر سکتے۔
 عرض کہ حضرت معاویہ نے بیرونجات کو فرمان جاری کر دئے کہ ہر صوبہ سے نائب اور سر آروڑ
 یں اور یزید سے بیعت کریں۔ مگر سب لوگ یزید سے نفرت رکھتے تھے اور نہیں چاہتے
 کہ ایسا شخص ہمارا حاکم ہو تو بھی خدا بخشنے جناب معاویہ نے لوگوں کو مجبور کیا اور یزید سے
 کرا لی۔ چنانچہ حضرت سعید بن عثمان بن عفان نے جب یزید سے بیعت کر لی اور اسکے
 نامہ جناب امام حسین ابن علی و ترضی۔ عبد اللہ ابن عباس۔ محمد بن ابوبکر صدیق اور عبد اللہ
 ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بیعت یزید سے قطعی انکار کر دیا ہے تو حضرت سعید
 متا پیشیاں ہوئے۔ مگر حضرت معاویہ نے حکومت خراسان دیکر راضی کر لیا اور یہ شخص حکمت
 ہی تھی کیونکہ چند روز اونہیں سبرباغ دکھا کے پھر خراسان عبد اللہ کو دیدیا۔
 نبی امیہ کی سلطنت ستر برس تک رہی اور انکے چودہ بادشاہ ہوئے اس خاندان
 سلطنت کی بنیاد حضرت معاویہ نے ہی ڈالی تھی۔ آپ کے زمانہ میں خلافت کی سادگی

اور تقدس سے ہاتھ دھو کے حکومت نے بادشاہت کا رنگ پکڑ لیا تھا انتخاب کاء
 اوٹھادیا گیا اور شخصی سلطنت قائم ہو گئی جس کا بانی مہمانیت افسوس کے ساتھ
 کی ذات والاصفات کو سمجھتے ہیں۔ نالیش ظاہری کا رواج ہو گیا۔ دمشق کی زرخیزی۔
 اثر نے عرب کی ساری سادگی کو خاک میں ملا دیا۔ شام کی آسایشوں نے آنحضرت
 صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی طرح دنیا کے لات مار دیئے کو ہوا بتادی اور سب سے ز
 یہ غضب ڈھایا گیا کہ حضرت معاویہ نے دمشق کو وہ بزرگی اور فضیلت دینا چاہی جو اس وقت تا
 مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے حضور نبوی کا عصا اور مدینہ کی مسجد نبویہ
 منبر و مشق میں لانا چاہا جملہ یہ بنایا گیا کہ ایسی متبرک چیزیں قاتلان عثمان بن عفان کے
 نہ رہنا چاہئیں۔ عصا بڑی تلاش و جستجو کے بعد مل گیا مگر جب منبر مسجد نبوی کو او سکی جگہ
 سرکانے لگے تو نہایت سخت گہن سوچ پر پڑا۔ دن و ہاڑے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوچتا
 تارے بخوبی نظر آتے لگے لہذا منبر کا ایجا نامرضی انہی کے خلاف سمجھا گیا اور مجبوراً اور
 جہان کا تھکان چھوڑ دیا۔

حضرت معاویہ جب انہی برس کے سن میں جب ۳۵ ہجری مطابق ۶۵۹ء عید
 انتقال فرمانے لگے تو اپنے بیٹے یزید کو طلب کیا اور اس کو عقلمندانہ اور تجربہ کاروں کی س
 نصیحتیں کیں کہ اے بیٹا! اہل عرب پر بہرہ و سارکنا وہی تمہاری توت کی جڑ ہیں۔ شامی اگرچہ
 اپنے ملک سے باہر جا کے اپنے تین ذیل و خوار کر دیتے ہیں مگر نمک حلال ہیں اونکی عز
 کرتے رہنا۔ عراقی بیچین اور تکلیف دینے والے ہیں چہ کو چاہیں اویس کو روینا کیونکہ فراسی اشتعا
 میں وہ لاکھوں شمشیر زن مجتمع کر لیتے ہیں۔ اے بیٹا! میں نے بیس برس سلطنت کی میرے
 بعد سے چار زبردست مخالف باقی ہیں۔

۱۔ حسین ابن علیؑ جنکو اہل عراق بہت مانتے ہیں وہ راستباز اور حق شناس اور اے چچا زاد بھائیؑ ہیں اگر وہ تمہارے قبضہ میں آجائیں تو اونکے ساتھ سلوک کرنا۔

۲۔ عبداللہ بن عمرؓ عابد اور عالم ہیں امید ہے کہ وہ تم سے موافقت کرینگے۔

۳۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ جو دماغی قوت نہیں رکھتے دوسروں کے سکھائے پڑھا رہے ہیں۔ اوں سے ملو کچھ خوف نہیں۔

۴۔ عبداللہ بن زبیرؓ میں لوٹری کی سی چالیں اور شیر کی سی غجامت ہے وہ تم سے تو بھادری کے ساتھ اوں سے لڑنا اور ہمایوں کے خون سے بچے رہنا اور اگر صلح کر لینا چاہیں تو غنیمت جانتا اور پیام صلح قبول کر لینا اور جب موقع ملے تو انکو مار ڈالنا۔

۵۔ راوی نے عبداللہ بن عمرؓ کی جگہ عبداللہ بن عباسؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی جگہ ابی بکرؓ لکھا ہے۔ ان چاروں صاحبوں کا زید سے بیعت نکرنا فطرتا کی وجہ سے تھا۔

۶۔ بن چاہتے تھے کہ ہم ایسے فاسق و فاجر اور گمراہ سے بیعت کریں اور سمجھتے تھے کہ اوسکی بات ہمارے لئے باعث تنگ سے مگر ابی اسحاق اسفرانی نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ زید کو اپنے انتقال کی وقت یہ وصیت کی کہ رعیت کے حق میں عدل کرنا کیونکہ قیامت کے

۷۔ پہل جنت اور دوزخ کے درمیان قائم کیا جائیگا اور سب بادشاہوں کو ادھر سے لے کا حکم ہوگا۔ رعیت پر رور اور عادل بادشاہ بلا خوف و خطر اوس پہل پر سے گزر کے بہشت

۸۔ یا داخل ہونگے اور ظالم حاکم کٹ کٹ کے جہنم میں گر پڑینگے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حسینؑ کی اولاد اور بھائی بنو ہاشمؓ اور بنو ہاشمؓ کی عزت حد سے زیادہ کرنا اور کوئی کام بغیر انکے مشورہ

۹۔ نہ کرنا۔ ہم انکے غلام ہیں۔ اہل بیت رسول اللہؐ سے زیادہ اپنے رشتہ کنبہ والوں پر

۱۰۔ نہ کرنا۔ بیٹا ام انکے غصہ سے ڈرتے رہنا۔ حسینؑ کی ناراضی سے خدا اور رسول خفا

ہو جاتے ہیں اور جس سے حسین رضی بن اوس سے خدا و رسول بھی خوش رہتے ہیں
پس اے بیٹا حسین اور انکی اولاد اور انکے رشتہ داروں اور بنی ہاشم کی ہمیشہ رعایہ
کرنا اور انہیں رضی رکھنا ورنہ جہنم کی دہشتی آگ میں ڈالے جاؤ گے یہ یہ نے باپ کی
باتیں سن کے کھاسمعا و طاعت لک یعنی میں نے اپنی نصیحتیں سن لیں انکی تعمیل کر دوں گا۔
غرض کہ جب ۶۰ھ ہجری مطابق ۷۰۰ء اپریل ۸۰ھ کو چونتیس برس کی عمر میں زیدؓ
نشین ہو گیا جس وقت ماتمی کپڑے اتار کے شادمان لباس اوس نے پھنا ہے اسی وقت
شراب کی صراحیان طلب کیں۔ خود بھی پی اور اہل دربار کو بھی پلائی۔ تمام شکرین شراب
تقسیم کی گئی اور خود دیرائے فسق و فجور میں غوطہ زن ہو گیا۔

باوجود ان باتوں کے سوائے مکہ و مدینہ اور بعض شہر بابلستان کے اکثر ممالک
نے اوسے بے چون و چرا خلیفہ وقت مان لیا۔ بادشاہ ہوتے ہی اوسکے دماغ میں۔
سایا کہ سلطنت کو بے خاش کر لیتا چاہئے اور جناب امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ
کو ٹھکانے لگا دینا ضرور ہے تاکہ سب کٹکے مٹ جائیں۔ یہ دونوں صاحب اوس زمانہ میں
افرائے مدینہ تھے۔ اسلئے ولید بن عقیبہ یا عقبہ حاکم مدینہ کو حکم بھیجا کہ اون سے ہمارے
بیعت طلب کرو۔ مروان بن الحکم سے ولید نے مشورہ لیا۔ مروان نخواست چالاک اور قایل
سمجھا جاتا تھا۔ اسی نے وہ جعلی خط حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھ
جو انکی شہادت کا باعث ہوا۔ مروان نے ولید کو یہ صلاح دی۔ قبل اسکے کہ دونوں زیدؓ
موصوفہ بالا کو حضرت معاویہؓ کے انتقال کی خبر ہوا تو انہیں اپنے پاس بلاوا اور زیدؓ کی بیعت
طلب کرو اگر کر لیں تو فیما ورنہ فوراً قتل کر ڈالو۔ ادھر اس مشورہ کی خبر اوپر ہی اوپر جناب
اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پہنچی دونوں صاحب اپنے عیال و اطفال کو ہمراہ لیکر مدینہ

حلقہ بگوش ہو چکے۔ خلافت آپکی موروثی ہے اور سکے لئے زید سا خائن۔ فاسق
 دمی ہرگز مناسب نہیں۔ اسکے جواب میں جناب امام حسین نے ارشاد فرمایا کہ اے جان
 السد بن زبیر والدہ بالسد بن طالب دولت مجاہد و ثروت دنیا نہیں نہ یہ چاہتا ہوں کہ باہمی
 بیاہوی میں میری غرض یہ ہے کہ میں اور میرے متعلقین اس من کے ساتھ مکہ میں رہ سکے
 امین مسئول رہیں اور کسی قسم کی فراغت ہم سے نہ کی جائے جس طرح میکے کا ناجان یہاں
 رہتے تھے اسی طرح میں بھی تین وقت ہو کار کئے اور چوتھے وقت روکھی سوکھی جو کی روٹی
 اپنے والد کی کارون اور اوسکی یاد میں جان دیدون۔ تمام مکہ والوں نے عرض کی کہ حضور
 کی پیلی کی طرح بھان رہیں۔ زہر قہمت زہر ہے نصیب پس جناب امام ہمام نے مکہ میں رہنا
 ماوراء مکہ اوس سے زیادہ عزت و توقیر آئی کرتے تھے جیسا کہ اونہوں نے وعدہ
 رفتہ رفتہ یہ خبر زید کو پہونچی کہ تمام مکہ والے امام حسین کے شمع جہال کے پروانے ہیں
 پرستش رشک و حسد سے کیا ہو گیا اور ماتھا ٹھنکا کہ میں اونکی طرف اجتماع کثیر ہوتے
 دیکر ہاتھ سے سلطنت نہ جاتی رہے۔

پھر خدا کی قدر سے اپنا نظریوں فرمایا کہ کوفہ والے زید کے ظلم و ستم افسوس و فحور اور ناجائز
 سے تنگ آ گئے جناب امام حسین سے خط و کتابت شروع کی اور انواع و اقسام کے حملوں
 میں اپنے ہاتھ بلایا۔ مگر ان کا دلی ارادہ یہ تھا کہ اگر حضور کوفہ آجائینگے تو ہم آپ کو اپنا خلیفہ
 لگے اور بیعت زید سے بالکل پر جائینگے ہم اوس ظالم کی حکومت پسند نہیں کرتے نہ وہ
 بل ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ کھلاے۔ بہت سے خطوط اہل کوفہ کے حضور میں آئے
 کہ کسی کی طرف التفات نہ کی۔ آپ ہرگز ہرگز کوفہ جانا پسند نہیں کرتے تھے نہ کسی تحریر کا
 دیتے تھے۔ جب کوئی لکھتے ہار گئے اور کچھ بھی جواب نہ آتا تو اخیر میں ایک عرضی یا گاہ

عالیٰ میں اس مضمون کی ارسال کی۔ اے ابن رسول اللہ آپ بیٹے ہوئے دیکھ رہے
 کہ یہ یرید ہم پر ناحق ظلم کر رہا ہے۔ ہمارا مال لوٹتا ہے۔ بہت بری طرح ہم سے پیش آتا ہے۔
 آدمی ہمارے بے گناہ اوس نے قتل کرادئے اور عبید اللہ بن زیاد بن مرجانہ کو ہم پر حاکم کر
 بھیجا ہے جو بذات خود ظالم۔ جبار۔ شرانجوز اور فاسق و فاجر ہے۔ امر بالمعروف سے ہم
 اور نہی عن المنکر کے کرنے کی اجازت دیتا ہے اور رعایا کو طرح طرح کے عذاب میں گزار
 کر رکھا ہے۔ ہم کو فہون کا ناک میں دم ہے۔ ہم اپنی مصیبتوں کے اظہار میں نہراہر ضیاع
 اقدس میں ارسال کر چکے مگر شومی قسمت سے کسی کا بھی جواب نہ پایا۔ حضور ہمارے اوپر رحم
 فرماتے۔ ہمارے گلے کٹتے ہوئے یوں دیکھتے ہیں اور عذاب سے نجات نہیں دلاتے۔
 افسوس کی بات ہے۔ لہذا یہ ہماری پچھلی عرض ہے کہ لہذا اور بحق خیر الوریٰ حضور یرمان اللہ
 لائین اور بہین اس ظالم کے پنجہ سے چڑھائیں ورنہ قیامت کے دن ہم لوگ بارگاہ خدا میں کوا
 ہو کے یوں التماس کریں گے کہ بار اللہ! حسین نے ہمارے گلوں پر چھری چتے دیکھی ہیں
 نیکما۔ ہمارا خون بھاحسین سے دلو۔ نہ معلوم آپ ہمارے اس استغاثہ کی جواب دیں
 رب الارباب کی عدالت میں کیا کریں گے یا جب یہ اخیر عرضی حضور نے ملاحظہ فرمائی تو زرا
 رونے لگے اور خساہ مبارک سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ رحمۃ للعالمین کے نواسہ
 انہیں کی گود میں پلے ہوئے تھے بھلا کس طرح ناانکی امت کی فریاد پر رقت نہوتی۔
 خوف سے لرزہ جسم اطہر برطاری ہوا اور بندگان خدا کی تکلیف سے جھین ہو گئے۔ فوراً علم
 دوات لیکر کوئٹہ والوں کی عرضی کے جواب میں یوں تحریر فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 مِنْ عِنْدِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ وَالْعِرَاقِ اَعْلَمُوا اَنَّكُمْ اُرْسِلْتُمْ إِلَى
 اَلْفِ كِتَابٍ وَنَحْنُ مِمَّنْ نَلْتَقِیْتُ لِبَهَائِكُمْ اَنَا مَا مَرَّ اِدْعِ اِلَّا الْجَوَارِ بِكُتْبَةِ اللّٰهِ نَقِیْمٌ فِيْهَا اَلَا

جَلِيلٌ وَالْآنَ كُفِّرَ مِنْكُمْ الشُّكُورُ مِنْ ظُلْمِ الْيَزِيدِ وَغَيْرِهِ وَإِنِّي حَاضِرٌ لَكُمْ عَقْرِبَاءَ
وَالْوَأَمِلُ لَكُمْ مُسْلِمِينَ عَقِيلٍ بِكِنَانِي وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ وَيَقِفُ
الْعُمْرَانُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ إِلَى أَنْ أَحْضَرَ لَكُمْ۔

— حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

کے اہل کوفہ و عراق کو معلوم ہوا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم لوگوں نے ہمارے بلانے
نہ ایک ہزار خط ہمارے پاس بھیجے مگر ہمارے کسی کی طرف توجہ نہ کی کیونکہ ہم اپنی زندگی میں
نہ اندر سے دور ہونا نہیں چاہتے اور اسی لئے یہاں تک نہیں پہنچے۔

برو کے ظلم کی شکایت کرتے ہو تو ہم انشاء اللہ عتق رب تمہارے پاس پہنچنے والے
یہ دست برداری بیان برابر سلم بن عقیل ہمارا دستخطی فرمان لیکر تمہارے پاس کوئی نہیں آتے
ہے آئے تک یہ مسجد کو زمین تمہیں ناز پر ہائینگے اور فتویٰ لکھینگے اور نعمان بن بشیر
ت کر لگا۔

جناب امام ہمام کا یہ خط کوفیوں اور اہل عراق کو تحریر فرمانا غضب ہو گیا۔ اسی نے
یہ خاصیت مستحکم کر دی اور عداوت کی۔ — — — — — یزید سمجھا کہ حضرت امام حسین
فت میں کہیں لشکر کشی کر کے مجھ۔ — — — — — نہ چین لین سب سے پہلے جناب مدوح
مبعوت کے لئے مجبور کرنا چاہتے۔ ادھر جناب امام کو یزید سے قطعی نفرت ہو گئی تھی۔

چاہتے تھے کہ فاسق و فاجر و شرابی و کبابی اور ظالم کو اپنی زبان فیض ترجمان سے
ہلکین فرمائیں۔ خاندان نبوی اور جگر گوشہ مرفضوی سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

ایسے ہیں کہ جب سلسلہ میں یزید نے سخت پریشی کے سب اقاہم و صوبجات کو بیعت
ہے احکام روانہ کئے۔ اسی مضمون کا حکم ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کے پاس بھی دیا مگر جناب امام

نے یزید سے بیعت کرنا خلافت حکم خدا تصور فرمایا اور جب ولید کی مرضی مدینہ میں نہ رہنے کی
 دیکھی تو حضور چوتھی شعبان کو مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ وہاں ڈیڑھ سو کے قریب خطوط اہل
 کوفہ کے آپس کے پاس آئے جنہیں آپ کے بلانیکے لئے بہت کچھ مبالغہ کیا گیا تھا۔

۱۷۔ رمضان سنہ ۴۰ روز جمعہ کو علی الصبح حاکم بن یحییٰ خلدی نے جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اونکے بعد چہرہ مہیت تک سیدنا حضرت المہدی بن سہیل کی خلافت کی سند پر
 جلوہ افروز رہے اسکے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے سپاہ کثیر کے ساتھ اس کے

مقابلہ کر لیا اور وہ کیا حال کا کہ ہمارے امام صادق و صدوق کے جلو میں ہی اوس سے

بڑی لیکن ناتوانی امت کی تباہی پر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور آہ سرد دل پر

سے کہیں فرمایا کہ افسوس۔ دونوں لشکروں کے مسلمانوں کی تعداد لاکھ لاکھ سے

زیادہ ہو جائیگی اور دونوں طرف سے مسلمان ہی مارے جائیں گے جو سب ناکردہ گناہ ہی ہوں گے

پس مجھے ایسی خونیازی سے خلافت چھوڑ دینا بہتر معلوم ہوتا ہے لہذا آپ نے خود اپنی

طرف سے صلح کی پیام ہمارے عظیم و مکرم کے پاس بھیجا اوس کے جواب میں حضرت معاویہ نے

کھا کہ سلطنت و حکومت مجھے سپرد کر دو۔ مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے جناب امام پاک نے لونا کتنا منظور

فرمایا مگر حکم دیا کہ مدینہ اور حجاز اور عراق و بلوچستان سب جگہ بھی بطور خراج یا عشر کے لیا جائے

اور میرا قرض برابرا داکرتے رہنا۔ جناب معاویہ نے یہ شرائط مانگیں تو حضرت امام شہید نے

۱۸۔ جمادی الاول سنہ ۴۱ کو خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی اور اس سے خلافت کے لئے

اونکے نام جاری کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم آج حسن ابن علی اور معاویہ بن ابی سفیان میں صلح ہوئی

حکومت معاویہ کے سپرد کرتا ہوں۔ او میں چاہئے کہ مسلمانوں پر اس طرح حکومت کریں

اسی جیسا کہ
 قرآن مجید میں ہے

اور خلافت حکم خدا و رسول و خلفائے راشدین ہاوں سے سرزد نہو۔ وہ میرے بعد اپنی
 سے جسے چاہے خلیفہ نہیں کر سکتے بلکہ خلیفہ کا تقرر مسلمانوں کی رائے پر منحصر ہے
 میں جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنا لینگے۔ اولاد علی کو اپنے جان و مال اور بال بچوں کیلئے
 بر لینے کا اختیار ہے معاویہ کو اس معاہدہ سے پہر جانے کا حق حاصل نہیں ہے
 و میرے بھائی حسین اور دیگر اہل بیت اور عامہ مسلمین کو ظاہر آیا یا باطناً ہرگز ہرگز کوئی
 ل نہ کرنا چاہئے جس سے مسلمانوں میں جھگڑا و فساد پیدا ہو۔ وَكُنْ بِاللهِ شَهِيدًا
 میں تحریر پر کئی لوگوں کی گواہیاں بھی کر دی گئیں لیکن جناب امام حسینؑ اس صلح سے رضی نہ
 یہ تحریر حضرت معاویہ کے پاس پہونچی تو اودھون نے بھی اسے منظور کیا اور گمائی دیا
 اسکا اعلان اپنی زبان مبارک سے کروین لہذا جناب امام حسنؑ نے منبر پر رونق افروز ہونے کے
 مسلمانوں کا خون ناحق بھا۔ نے سے صلح بہتر تھی اسلئے میں نے حکومت معاویہ کے سپرد کر دی
 فیصلہ کے بعد حضرت معاویہ اہل بیت اور بنی ہاشم خصوصاً جناب امام حسینؑ سے بہت
 یم کے ساتھ پیش آتے تھے یہاں تک کہ پہلے اپنی طرف سے حضرت امام مدوح کو مدینہ کا
 پناہ چھ چند روز کے بعد اپنا مشیر کر کے اونہیں معاہل بیت اپنے ساتھ نہایت ترک
 سے دمشق لے گئے وہاں سے دمشق محروسہ میں پہونچا دیا تھا۔ کوئی فیصلہ امام حسینؑ
 کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ سب پہلے آپ کے مصارف ادا کر دیتے تھے اودان
 سی بچواتے تھے اس روایت کے بموجب یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسینؑ
 تائینی کی وقت معاہل بیت دمشق ہی میں تھے۔ نیز یہی بے اعتنائی سے مدینہ
 بعض بیٹوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اوس زمانہ میں رونق افروز مدینہ
 لایا گیا۔ پھر اس جگہ تک دوسرا اختلاف راویوں میں یہ ہو کہ عبدالعزیز بن

آپ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ گئے اور کوئی کتاب ہو کہ پہونچے حضرت عبدالمدین بن زبیر امام حسین کو طے میں رہا
 روایت ہے کہ مکہ پہونچے حضرت عبدالمدین بن زبیر نے حارث کو شہر بدر کر دیا جو زید کی طرف سے
 حاکم تھا اور خود حاکم بن بیٹھے حضرت امام حسین وہاں خانہ نشین رہے۔ زید کی طرف سے عمر بن ابی
 عبدالمدین بن زبیر بھائی کی سرکوبی کو آئے مگر عبدالمدین بن زبیر نے بھائی کو شکست فاش دی۔
 عمر بن زبیر اپنے تیسرے بھائی عبیدہ کے گھر میں جا چھے۔ عبیدہ بن زبیر ملکی معاملات سے
 بالکل دست کش تھے۔ اس وقت عبدالمدین بن زبیر کا پورا پورا تسلط مکہ میں ہو گیا اور سبھوں نے
 اون سے بیعت کر لی لیکن خود اون کے عزیز و اقربا اور جناب امام حسین اس بیعت سے الگ رہے
 حضرت عبدالمدین نے اون سے اصرار بھی نہیں کیا۔ یہ معاملہ ماہ ذی الحجہ ۶۱ء کا ہے۔

ادھر عبیدہ المدین زیاد سے کوفہ والوں کا دم ناگ میں تھا۔ بذات خود ہی وہ پرلے ذی
 کے شہرہ پشت اور سرکش و بیوقوف تھے۔ پس جب کوفیوں کو یہ اطلاع ہوئی کہ مکہ میں سب لوگوں
 نے سوائے امام حسین کے عبدالمدین بن زبیر سے بیعت کر لی ہے تو دماغ پر آگندہ ہو گئے
 اور حضرت امام ہمام کو لکھنا شروع کیا کہ آپ یہاں تشریف لائیں ہم آپ سے بیعت کر کے آپ کو
 اپنا امیر بنالینگے۔

حضرت معاویہ کی حکومت بہت زبردست اور قوی تھی اگر وہ زندہ ہو۔ تے تو کوئی سمر
 اٹھا سکتا تھا۔ زید کو نالایت اور بیخوڑ دیکھ کر جا بھی لوگوں کے دھڑکے میں آئے۔

جناب مسلم بن عقیل کوفہ شریف سے تھے اور امام حسین کے پاس آئے تھے۔

جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے نامہ مذکورہ بالا تحریر فرما کے اجماع حجاز و بھائی
 مسلم بن عقیل کو طلب فرمایا اور حالات واقعی سے مطلع کر کے ارشاد کیا کہ ان کو سب سے پہلے

کوفہ چلے جاؤ۔ حضرت مسلم نے نامہ کو سر اور آنکھوں پر رکھ کے عرض کی سَمْعًا وَطَاعَةً۔

پھر سامان سفر درست کر کے اسی قاصد کے ساتھ روانہ ہو گئے جو کوفیوں کا آخری
اعرضہ جناب امام ہمام کے حضور میں لایا تھا۔ کوفہ والے قاصد کے انتظار میں بستی سے باہر
آئے ہوئے تھے کہ جناب مسلم داخل کوفہ ہوئے لوگ انہیں دیکھتے ہی بل بل غل غل ہو گئے
ورور یافت کیا۔ حضور کب تک ہمیں مغر فرمائیں گے۔ قاصد نے بڑھکے جو ایدیا۔ غمغریب
وینق اخروز ہونے والے ہیں۔ فی الحال میسر ساتھ اپنے چچا زاد بھائی کو سہ نامہ فیض
ح ہ کے روانہ کیا ہے۔ اہل کوفہ نہایت ممنون و مشکور ہوئے جناب مسلم کی نہایت خاطر
رسالت کی اور عمدہ نفیس مکان میں اوتارا۔ دوسرے دن علی الصبح آپ نعمان بن بشیر حاکم
کوفہ سے ملاقات کرنے دارالخلافہ میں تشریف لے گئے اور جناب امام کا نامہ نامی اور صحیفہ
نامی انہیں دیا۔ حضرت نعمان سر و قد کھڑے ہو گئے اور نوازش نامہ کو سر اور آنکھوں پر
رکھ کے عرض کی کہ تسلیم خم ہے۔ امام کے ارشاد کی تعمیل بہارِ آخر ہے۔ جناب امام حسینؑ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت جگر فاطمہ الزہراؑ کے فرزند ارجمند اور ہمارے آقا و سردار
ہیں۔ رہے قسمت کہ ہم اونکی رعیت کہلائیں۔ قسم ہے خدا کی کہ اون سے بہتر کوئی خلیفہ نہیں
ہو سکتا۔ پہلے اہل کوفہ نے امام حسینؑ کے نام سے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں کے
چچے نماز پڑھنے لگے۔

حضرت مسلم کوفہ میں مختار بن عبید کے مکان پر فوج کش ہوئے تھے۔ بارہ یا اٹھارہ تیس
تیس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔ حضرت مسلم نے جب یہ حال دیکھا تو جناب امام حسینؑ
بکسہ بیجا۔ اونکی تحریر دیکھتے ہی آپ نے روانگی کوفہ کی تیاری کر دی۔

نعمان بن بشیر اندر کے دل سے تو امام حسینؑ کے خیر خواہ تھے مگر ظاہر میں مزید سے بگاڑتا

نہیں چاہتے تھے اس لئے جب اونہوں نے سنا کہ ایک جم غفیر نے حضرت مسلم سے بیعت کر لی ہے تو اونکے چنگے چھوٹ گئے اور دنیا سازی کے طور پر لوگوں کو منع کرنا شروع کیا کہ خیر دار ایسا نہ کرنا ورنہ زید کے عتاب میں گرفتار ہو گے لیکن صرف زبانی ہی تنہا نہیں سے کام لیا کچھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ سلم ابن زید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقیل نے خفیہ طور سے دمشق میں زید کو لکھ بھیجا کہ سامے اہل کوفہ نے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسینؑ نام سے بیعت کر لی ہے اور غریب جناب امام ہمام داخل کوفہ ہونے والے ہیں۔ نو بن بشیر بھی کوفہ والوں سے کچھ نہیں کہتے سنتے۔

یہ خبر پاتے ہی زید نے اپنے ارکان دولت سے مشورہ کیا۔ مصاحبوں نے یہ دیکھی کہ نعمان بن بشیر مغرول کئے جائیں اور عبید اللہ بن زیاد و انکی جگہ مقرر ہو اور اس وقت دیا جائے کہ حضرت سلم معا اپنے تابعین کے فوراً قتل کئے جائیں۔ حضرت امام حسینؑ اگر بیعت نہ قبول کریں تو شہید ہوں۔ عبید اللہ نے یہ حکم پا کے بصرہ میں اپنے بھائی کو قائم مقام کیا اور خود فوج ساتھ لیکے کوفہ روانہ ہوا۔ فوج کو تا وسیع میں چھوڑ کر خود حجاز یوں لے گیا۔ لباس میں بائیں مغرب و عشا کوفہ پہنچا اور زید کو لکھا کہ آپ مطمئن رہیں تعمیل حکم میں سرسوزی فرقہ نہ ہوگا۔ وہاں جو لوگ جناب امام کی آمد کے منتظر تھے اسے امام حسینؑ سمجھ کے استقبائے دو دوڑے اور اندھیری رات میں دھوکھا کھا کے بولے۔ ”مُجائب یا بن رسول اللہ قدم تیرے مقدم“ اور سلام کے خوش خوش جلو میں ہوئے مگر عبید اللہ خاموش تھا کیسے رہا۔ یوں نہ دیتا تھا اسی طرح بتی میں داخل ہو گیا۔

کوفہ میں سب سے پہلے عمر دہا بلی نے عبید اللہ بن زیاد کو پہچانا اور جو لوگ اسے امام حسینؑ سمجھ کے ساتھ خوشی خوشی بھاگے چلے آتے تھے انہیں کھادیلکہوا عبید اللہؑ

یٰحسید العبدین زیاد ہے۔

پنہ خچر سے اتر کے نعمان بن بشیر کے پاس گیا اور فراج ہر پرسی کے بعد کھا

تم امام حسین کے طرفدار ہو گئے اور حضرت مسلم بن عقیل کے آنے کی اطلاع

مجھے لکھا اب یہ فرمانِ یزید کا پڑ ہو۔ اس جرم میں تم معزول کئے گئے ہو تو ان

حکم پڑ کے جو ابدا کہین یزید کی رعیت ہوں اور اس سے بیعت کرتا ہوں۔ مگر

نے سازش کے خیال سے اونہیں اپنے ہی پاس نظر بند رکھا۔

ع ہو تے ہی ابن زیاد نے کوفیوں کو جامع مسجد میں جمع کیا۔ اتنا ہجوم تھا کہ پائون کھینچ

رہے ہی اس وقت ابن زیاد نے منبر پر جا کے لوگوں کو بت دہکایا اور کھائے۔ میں دیکھتا

تھم لوگ حسین ابن علی کی آمد کی خوشی سے جامہ میں پہولے نہیں سماتے اور یزید

ت میں تمہے مسلم بن عقیل سے بیعت کر لی ہے۔ امام حسین سے خط و کتابت

رکتے ہو۔ یزید تمہاری ان سب حرکات سے واقف کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ یزید

عہدہ برآ ہو سکو گے۔ یاد رکھو کہ آج ہی کل شام سے لشکر آئیوا ہے وہ ہمیں کاٹ

طکے ڈالے گا۔ تمہارے گہروں پر گدہوں کے ہل پھیر دئے جائینگے اور جو روپے

اور غلام بنا لئے جائینگے۔ خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ اور توڑے کے کو بت سمجھو میں یہاں

ظاہر سے نکال کر کوفہ کا نیپے گئے۔ ایک دو سے کامنہ تکتے لگے اور باہم کتے تھے کہ دو

ہا ہوں کی لڑائی ہے ہمیں اس سے کیا کام۔ ہم اس میں ہرگز دخل ندینگے۔ یزید جب

ہے ہم اس کی رعیت ہیں اگر امام حسین خلیفہ ہو جائینگے تو ہم انکے تابعدار ہو جائینگے

مکے بعد عبد اللہ نے ندا کی کہ تم میں سے جو اس وقت غیر حاضر ہو او سے بھی اس امر کی اطلاع کرنا

عصر کے وقت حضرت مسلم بن عقیل مسجد میں تشریف لائے۔ انکے ساتھ کسی نے نہ

نماز نہ پڑھی بعد ادا سے نماز جب آپ مسجد سے باہر نکلے تو ایک لڑکا مسجد
 نظر آیا۔ آپ نے لڑکے سے دریافت فرمایا کہ بیٹا آج کوفہ کا کیا حال ہے لوگ نماز
 شامل ہوئے۔ لڑکے نے عرض کی کہ حضور کو فیون نے امام حسین سے بیعت آ
 یزید کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ عبید اللہ بن زیاد نے یحان اگر سیکو آپ کی طرف
 کر دیا ہے۔ جناب مسلم یہ سنکر رنگ رہ گئے اور فرمایا الاحول ولا فتنة الا باللہ العلی
 افسوس۔ میں نے امام حسین کو کیوں لکھ دیا کہ آپ فوراً عیمان رونق افروز ہوں
 اپنی جان کا ہر اس نہیں ہے خدا اور نکابال بیکانکرے اب مجھے ایسی جا بے پناہ
 کرنی چاہئے کہ جہاں محفوظ رہ کر میں انہیں اطلاع دوں کہ آپ ادھر کی طرف ایک قدم
 نہ بڑھائیں یا خود بیکاروں کی خدمت میں پہنچوں۔ چنانچہ اکابر کوفہ میں سے ہانی بن عروہ سے
 پہنچے۔ یہ صاحب الفت اہل بیت اطہار میں چور تھے اور غلامی شاہ کر بلا فی المذنبہ کو اپنا
 ادھر تو جناب مسلم حضرت ہانی بن عروہ رئیس کوفہ کے مکان پر پناہ گزین ہوئے ان
 مخبروں نے یحیر عبید اللہ کو پہنچا دی۔ اوس نے محمد بن اشعث کو چند سواروں سے
 حضرت ہانی کے مکان پر بھیجا۔ ان لوگوں نے آتے ہی مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت
 اور حیلہ رؤسائے کوفہ گرفتار ہوئے قید کئے گئے جب اس حال سے جناب مسلم سنا
 تو آپ نے باوازیلت کوفیون کو پکارا اور فرمایا کہ لوگو۔ تم نے یہ کیا بے ایمانی کی۔ خود ہی یہ
 کر کے امام حسین کو بلایا اور سینکڑوں قاصد روانہ کئے جب انھوں نے مجھے یحان بھیج
 نہارون نے ایک ساتھ امام سے بیعت کر لی چنانچہ میں نے امام ہمام کو لکھ دیا۔ یغہ
 لوگ ہم سے دغا کرتے ہو۔ یہ سنکر کوفیون کو شرم و اسگیں ہوئی اور چالیس نہار آدمی
 سلم بن عقیل کی حمایت کے لئے اوس مکان کے گرد جمع ہو گئے عبید اللہ نے رؤسائے

کو نہ کو قید تو کر ہی لیا تھا اب سب کو بلا کے کھا کہ تم میرے بس میں ہو جو چاہوں تمہارا
 کر سکتا ہوں اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو اس بلوہ عام کو جا کے فرو کر دو اور اپنے شہر کے آدمیوں
 کو مسلم بن عقیل کی طرف داری سے باز رکھو ورنہ تم پہلو تھی کر نیکا خضرہ چکھو گے۔ تمہارا نام و نشان
 صفحہ دنیا سے مٹا دوں گا۔ رؤساے کوفہ یہ سن کر تھرا گئے اور لوگوں کو جا کے سمجھایا
 بھجایا۔ سب کاٹی کی طرح پٹ پٹ کے اپنے اپنے گھر چلے گئے شام کی وقت صرف پانچ سو
 آدمی حضرت مسلم کے پاس باقی تھے مگر جب زیادہ رات ہو گئی اور اندھیرا بڑا ہو گیا تو یہ بھی کافور
 ہو گئے۔ واویلا و دامنیتاہ۔

منقول ہے کہ جب حضرت مسلم نے دیکھا کہ کوفی ابن زیاد کے ڈر سے منہ پھیر بیٹھے
 تو آپ نے گہرا کے حضرت ہانی بن عروہ کے دروازہ کی زنجیر جاکٹ لکھٹی۔ اندر سے لونڈی
 نے نکلے پوچھا کہ کون ہو کھان سے آئے ہو کیا کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے سردار
 سے جگہ کے کہو کہ مسلم بن عقیل ہاشمی تمہاری ملاقات کے مشتاق ہیں۔ اگر اجازت ہو
 تو اندر آئیں۔ لونڈی نے جا کے کھا حضرت ہانی نے اندر بلا لیا اور حضرت مسلم کی بڑی
 عزت و توقیر کی۔ آپ نے اپنے مینر بان سے گل کچا حال کہہ سنایا اور فرمایا کہ ابن زیاد
 میری جان کے درپے ہے۔ حضرت ہانی نے عرض کی۔ خیر۔ خدا مالک ہے۔ آپ کچھ
 فکر نہ کریں مجھ سے جہاں تک ہو سیکے گا آپ کو بال بال بچاؤں گا۔ علاوہ برین عبید اللہ بن زیاد
 یہ عہدہ ہوتا ہے میری مزاج برسی کے لئے جب آئیگا تو میں بڑی کوشش سے آپ کی سفارش
 کروں گا۔ آپ نے خوف و خطر میرے غریب خانہ پر رونق افروز رہیں۔ جو وقت وہ بد خفا دیے
 پاس آ کے بیٹھے اور میں اپنا عامہ سر سے اتار کے نیچے رکھ دوں تو سنہل بیٹھنا مجھ سے
 جہاں تک ہو سیکے گا اس سے منت و حاجت کروں گا اور سچاؤں گا اگر وہ مان لیا تو فیجا

ورنہ اپنا عمامہ زمین سے اوٹھا کے سر پر کھلونگا اس سے تم سمجھ جانا کہ کام بگڑ گیا۔ شمشیر
برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکل آنا اور اسے قتل کر ڈالنا پس جو کچھ خدا کرے دیکھ لیا جائیگا
جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت ہانی کی اس تدبیر کو پسند فرمایا۔ حضرت ہانی اس
زمانہ میں بیمار تھے پس عبید اللہ جب اونکی عیادت کو گیا اونہوں نے جناب مسلم کو اچھی طرح
مسلم کر کے ایسی جگہ چپا رکھا جہاں سے وہ بکودیکھ سکتے تھے اور اونکو کوئی نہیں دیکھ
سکتا تھا اتنے میں عبید اللہ بن زیاد بھی آگیا اور حضرت ہانی بن عروہ کے پاس بیٹھکے مزاج
پر مہی کرنے لگا۔ تو ٹوڑی دیر کے بعد حضرت ہانی نے عمامہ سر سے اتار کے زمین پر رکھا
اور عبید اللہ سے باتیں کرتے رہے پھر اوٹھا کے سر پر کھلیا اور اسی طرح کئی بار کیا مگر حضرت
مسلم اندر سے نہ نکلتا تھے نہ نکلے۔ حضرت ہانی حیران تھے کہ انہی یہ کیا معاملہ ہے انہوں
نے تو میری لاسے کو پسند کر لیا تھا اب کیوں تساہل کرتے ہیں۔ شکار ہاتھ سے جاتا ہے
اگر اسکا قلعہ وقع ہو گیا تو سب جگہ بکیرے تمام ہیں۔ آخر جب حضرت مسلم پر انہیں
تو وہ لاچار ہو کے اشعار ذیل پکار پکار کر پڑھنے لگے۔

مَا الْإِنِّ تَطَارُ بِسَلْمِي إِنَّ حُجَّيْهَا
إِنْ كَانَ فِي الْكُلِّ مَاءُ الْعَذَابِ فَاسْقِيَهَا

حَقِّي سَلْمِي وَحَقِّي مِنْ يَحْيَى بَحَا
فَاخْرُجْ إِلَيْهَا وَلَا تَكْرُ قَضِيَّتَهَا

یعنی مشرق و سلمیٰ آن پہنچی ہے اس کے عاشق کو اب نکل آنا چاہئے اگر تو اسے محبوب رکھتا ہے
تو زمین نکلتا تو معلوم ہوا کہ تجھے اسکا انتظار نہیں ہے۔ پس نکل کے اس کے پاس آ جا۔
اس سے فیصلہ کر لینے میں تاخیر نہ کر۔ اور اگر تیرے پیالہ میں میٹھا پانی ہو تو اسے آ کے پیلا دے
حضرت مسلم کو اسکا نہ کرنے کے لئے جناب ہانی نے بار بار یہ شعر پڑھے لیکن وہاں خبر ہی نہیں
ہوئی۔ عبید اللہ بن زیاد نے پوچھا کہ نصیب دشمنان۔ اسوقت مزاج کی کیا کیفیت ہے

مانی نے تو کچھ جواب نہیں دیا البتہ اونکے اہالی و موالی نے یہ لکے بانگو ٹال دیا کہ ہر روز سہ پہر کو انکی بھی حالت ہو جاتی ہے خود بخود مدہوشی طاری ہو کے بے اختیار اسی طرح کے اشعار پڑھنے لگتے ہیں اب بڑی دیر میں خبردار ہو گئے۔ عبید اللہ بن زیاد کو کھٹ افسوس ملتا ہوا اوٹھ بیٹھا اور سوار ہو کر اپنی فرو دگاہ کو چل دیا۔

اوسکا باہر نکلنا تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل بھی جناب ہانی کے پاس آ بیٹھے حضرت ہانی نے کمال تعجب سے کھا کہ یہ آپنے کیا کیا۔ تمام بلائیں اپنے اور آل نبی کے اوپر لے لیں ورنہ اسی وقت بالکل فیصلہ تھا زید کو بھی حقیقت معلوم ہو جاتی اور یحیٰ بن مکہ اور مدینہ تک بندوبست کر لیا جاتا۔ بڑے خطر کی بات یہ ہے کہ آپ امام حسین کو لکھ چکے ہیں وہ یخبرانہ اگر یحیٰ بن آگئے تو غضب ہی آجائیگا اور پھر اوہر سے بھی اونکے یحیٰ بن بلانے کے لئے ہر طرح کی سازشیں ہونگی۔ آج کل ہانی بلا سے بے درمان کا کام تمام ہو جاتا تو سب خیریت تھی حضرت مسلم نے پھر اس سے بے جا باتیں سننے سے باز رہے خاموش تھے۔ جب ادن سے بت پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب پہلی دفعہ جناب ہانی نے انعام نہ نیچے سے اٹھا کے سر پر رکھا ہے تو میں بڑے جوش و خروش لے کر اٹھا اور باہر نکل کر لڑنے لگا تھا کہ کسی نے بڑے زور سے میری کمر تھام لی اور کھا خبردار۔ اپنی جگہ سے نہ ہایو۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ چلنے لگا دو دھری بار بھی یہی بات ہوئی۔ تیسری دفعہ بھی یہی پیش آیا۔ آخر جب میں نہ مانا اور چوتھی دفعہ نکلنے کیلئے نکل پڑا تو ہاتھ غیبی کی صدا کان میں آئی کہ اے شخص۔ تو نہیں مانتا اور حکم خدا کے خلاف اپنی ٹوڑی اسٹک کی سجد الگ ہی مانتا چاہتا ہے۔ نادان۔ ابھی اسکی زندگی کے دن پورے نہیں ہوئے اور یہاں اعمال سیاہ بے زینت ہو اتوار سے کیسے مار سکتا ہے خاموش ہو کر بیٹھ رہا۔ یہ سن کر تمام رونگٹے بدن کے کھڑے ہو گئے۔ تاب تو وہن جاتی رہی۔

جمع ہونے لگا۔ ہیبت طاری ہو گئی اور ہوش و حواس نے جواب دیدیا۔

یہ سن کر حضرت ہانی نے ایک دوہتر ٹاپنے سینہ پر مارا اور آسمان کی طرف دیکھ لکھا۔ ع
تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔ وہی ہو گا جو تیری مرضی ہے۔ پھر حضرت مسلم کی طرف مخاطب ہو کر
عرض کی کہ خیر۔ آپ سے غریب خانہ کو اپنا گھر تصور فرمائیں۔ ہم آپ کی خدمت میں موجود ہیں
جو ہو سیکے گا کریں گے۔

جب ابن زیاد کو جستجو ہوئی کہ حضرت مسلم کا پتا لگانا چاہتے تو اوس نے چاروں طرف
بہت سے آدمی دوڑا دیے اور کوفہ کے ہر ٹاکے پر بھرے بٹھادے تاکہ نہ اندر سے کوئی
باہر جانے پائے نہ باہر سے کوئی اندر آنے پائے۔ سواروں کے دستوں نے شہر کو گھیر لیا
کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اوسکے آدمیوں نے کوفہ کے ہر گلی کوچہ کی خاک چمان ڈال کر
ہر گھر سے پتا چلا یا مگر ابن عقیل کا سراغ نہ ملتا تھا نہ ملا۔ چاروں طرف دور دور تک سوار
دوڑا دیے کہ راستہ ڈھونڈ ہو لیکن حضرت مسلم ہرگز نہ ملے۔ اب حضرت ساراپور سے
ہو کے معتقل نامی ایک آدمی کو تین ہزار دینار دیکے کھا۔

ہوں اور حضرت امام حسین کا بیجا ہوا بھجان مسلم کا اتنا ہی نہ ہوں؟ جہت ساراپور سے

بھی دیا گیا ہے جس سے ابن زیاد کے معتمدوں کو رشوت سے مالا مال کر کے مسلم کو صحیح و سالم
مائل لیجاؤں گا۔ وہ جہان ہوں مجھ سے نہ چسپین اور مجھے اپنا خالص خیر خواہ تصور فرمائیں۔

جب اس فریب کے اولکا پتا لگ جائے تو اودن سے گہرا دوسٹانہ گانٹھکے دینار دکھائے
جائیں کہ یہ مال آپ پر تصدق کرنے کو ہے آپ کے دشمنوں کے قتل اور ہلاک کرنے میں
صرف کیا جائیگا۔ ایسی دلفریب باتوں سے جب اولکا دل ہاتھ میں آجائے اور وہ بھی اپنے
دل کی باتیں کہنے لگیں تو دھوکا دیکے مجھے اطلاع دینا میں اوس میں گرفتار کرانوں گا۔ معتقل

خود بھی بڑا عیار اور متفنی تھا اگر فتاری حضرت سلم کا بیڑا اوٹھا چل نکلا اور اونکی جستجو میں کوفہ کی
 سب مسجدیں چھان ڈالیں کہیں وہ سونے کی چڑیا ہاتھ نہ آئی۔ دن بہر در بدر خاک بسمہ پرتا
 ہر درو دیوار سے کان لگا کے سنتا۔ ہر ایک کا منہ حسرت سے تکتا۔ لوگوں کے دلوں کو
 لطافت الحیل سے ہر چند پر چا پر چا کے ٹٹو تا مگر کچھ نشان نہ ملتا تھا غرض کہ جاسوسی
 اور سرغرضانی کا کوئی دانو پیچ باقی نہ رکھا۔ دل میں کہتا تھا کہ جو وقت سے طوحہ کے گھر وہ نظر
 آئے ہیں اسی وقت سے تاکہ بندی اور تلاش شروع ہو گئی ہے۔ وہ اگر گئے تو کہہ ہر گئے
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا مگر جہاں تک غور کرتا تھا دل بھی گواہی دیتا تھا کہ کوفہ سے باہر نہیں ہیں
 یہ بات اس نہیں ٹوٹنے دیجی تھی اور پہر پہلے سے زیادہ ہاتھ پانوں مارتا تھا آخر شہر پہنچے
 پہر تے ایک دن اس مسجد میں گذر ہوا جو حضرت ہانی کے مکان کے پاس تھی۔ دیکھا کہ
 حضرت سلم بن عوسجہ الاسدی نماز میں مشغول ہیں معقل ٹھہر گیا بھانٹک کہ ابن عوسجہ
 نماز پڑھ چکے۔ اس نے سلام کے بعد اون سے کہا۔ یا شیخ۔ میں ملک شام سے آیا ہوں
 محب اہل بیت اطہار ہوں۔ مجھے مزید کے دربار سے صحیح خبر ملی ہے کہ خاندان مرفضوی
 کے برباد کرنے کی پوری تدبیریں کر لی گئی ہیں۔ یہ بھی سننا ہے کہ کوئی صاحب حضرت امام حسین
 کے بیسیجے ہوئے جہاں بھی بیعت لینے تشریف لائے ہیں۔ میں اونکی تلاش میں حیران
 و سرگردان ہوں اگر انکو اونکا کچھ پتا معلوم ہو تو لے کر مجھ سے ملاقات کرادیجئے تین ہزار دینار
 تو اس وقت میرے پاس ہیں انکے علاوہ اور بھی بہت کچھ قدرت رکھتا ہوں۔ اپنا سارا
 مال بلکہ جان بھی اونکے اوپر قربان کر دوں گا اور سبط رسول اور اونکے متعلقین پر سے یہ بلا
 ناگہانی ٹانوں گا۔ حضرت براے خدا و رسول اس پُر آشوب مقام میں میری دستگیری فرمائے
 خدا کا اجر نیک آپکو دیگا۔ غرض کہ اس شیریں کلامی اور چرب زبانی سے اس نے گفتگو کی کہ

حضرت مسلم بن عوسجہ الاسدی کے دل پر اوسکی تقریر کا اثر ہو گیا۔ حضرت مسلم نے اسپر ہی چونک کر فرمایا کہ تو مجھے جاسوس اور دغا باز معلوم ہوتا ہے۔ دور ہو۔ میں ان جگڑوں کو کیا جانوں۔ وہ لسان یہ سنتے ہی ابن عوسجہ کے قدموں پر گر پڑا اور رورور کے اونکے پیروں کو تتر بتر کر دیا۔ آخر انہیں اوسکے ہمدرد ہونے کا یقین آگیا مگر پھر ہی اوس سے اپنے حلف لیا جب معقل نے سخت قسم اللہ تعالیٰ کی کھائی تو ابن عوسجہ کو پورا پورا اعتبار ہو گیا۔ چونکہ آپ حضرت ہانی کے رازدار اور گہرے دوست تھے معقل کو ہمارہ لئے ہوئے جناب ہانی کے مکان پر آئے اور حضرت مسلم بن عقیل سے ملاقات کرادی۔ انہوں نے بھی خدا و رسول کو دیکھا۔ دیکھے اوسے اپنا مکر دیکر لیا اور وہ مال اوس سے لیکے سامان حرب و ضرب خریدنے لگے۔ معقل ایک ایک بات کی خبر عبید اللہ بن زیاد کو دیتا تھا جب اوسے یقین واثق ہو گیا کہ معقل سچا ہے تو محمد بن اشعث کنڈی۔ اسماء بن خاریجہ الفزاری اور عمرو بن حجاج دینارنی کو بلا کے حکم دیا کہ اسی وقت جا کے ہانی بن عروہ کو مینے کے پاس پہنچاؤ۔ ان تینوں نے حضرت ہانی کو اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھا پایا اور دکھا کہ ابن زیاد نے تمہیں بلایا ہے۔ حضرت ہانی کا ماتھا ٹھنکا اور سمجھ گئے کہ دال دین کا لاہ ہے یہ کجبت مجھے قتل کرانیکا انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے اندر چلے گئے اور حضرت مسلم بن عقیل کو اسکی اطلاع دی کہ مجھے اب خیر نہیں معلوم ہوتی۔ مرضی مولیٰ ازہمہ اولی۔ یہ کہنے نکلائے دہوے اور کپڑے بدلے۔ تلوار زیب کر فرما کے عبید اللہ بن زیاد کو جا کر سلام کیا اوس نے تھوڑی دیر تک کچھ جواب نہ دیا۔ آخر کار دربان نے پکار کے کہا۔ یا امیر۔ ہانی بن عروہ مکہ اور کوفہ کے رئیس اعظم بڑی دیر سے کھڑے ہیں انکے لئے کیا حکم ہے۔ یہ سنکر عبید اللہ بن زیاد مسکرایا اور کہنے لگا۔ ہانی بڑے تعجب کی بات ہے کہ تمہیں زیاد کے دشمن مسلم بن عقیل کو اپنے

گھر چپا یا اور یہ سب دلی دوست ہو کے مجھے خبر بھی نہ کی۔ اوپر طرہ یہ کہ سامان جنگ خرید خرید کے اسے تقویت پہونچاتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ میں بے خبر ہوں۔ ۵

اس تغافل کو ہم سمجھتے ہیں

ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے

حضرت ہانی نے جو ایدیا۔ سُب جو نوٹے آپ کو مجھ سے ایسی باتیں کرنا زیبائیں۔
ابن زیاد نے معقل کو بلوا کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جناب ہانی اسے دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور فرمایا کہ اے کافر ناجو۔ بے ایمان۔ دغا باز۔ بس معلوم ہو گیا کہ یہ سارا بس تیرا ہی گموا ہوا ہے۔ پھر ابن زیاد حضرت ہانی کی طرف مخاطب ہو کے بولا کہ اگر تمہیں اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی خیر منانی ہے تو فوراً مسلم بن عقیل کو لاکے میرے سامنے حاضر کرو ورنہ ہمیشہ کے لئے میں تم سے دوستی ترک کر دوں گا۔ اس کلام سے حضرت ہانی غصہ میں بھر گئے اور فرمایا۔ اگر تو ایسا کریگا تو مجھے رہیو کہ بدینہ اور مکہ سے لگا کے کوفہ اور دمشق تک خون کے دیار روان ہو جائینگے۔ یہ سن کر ابن زیاد جامہ سے باہر ہو گیا اور اپنا عصا جناب ہانی کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر پٹ گیا۔ خون بہنے لگا۔ تمام چہرہ اور ڈاڑھی ابوہریرہ کی ہو گئی۔
حضرت ہانی نے بھی ایک ہاتھ تلوار کا عبید اللہ ابن زیاد کے ایسا مارا کہ وہ سخت مجروح ہوا ریشمی جبہ جو وہ پہنے تھا صاف کٹ گیا۔ معقل نے دوڑ کے اس کی حمایت کی حضرت ہانی نے ایک ہی ضرب میں اس کا سترن سے جدا کر دیا اور وہ مردہ بیجاں ہو کے گر پڑا۔ ابن زیاد نے جناب ہانی کی یہ شجاعت اور دلیری دیکھ کے حاضرین دربار پر بہت نفرین کی اور بولا کہ اسے حامدو۔ چپر کیا پتھر پڑے ہیں جو بے کھڑے دیکھتے ہو۔ تلوار کے خوف سے کچھ نہیں ہو سکتا خدا تمہیں عارت کرے۔ یہ سن کر بہت سے آدمی برسر مقابلہ ہوئے۔ جناب ہانی بھی زخمی خیر کی طرح پتھر پڑے اور بائیس آدمیوں کو گاتار قتل کیا۔ اب تمام کوفہ میں قیامت مچا ہو گئی

اور ابن زیاد نے چلا چلا کے سارا شہر سر پر اٹھا لیا۔ آخر کوفہ پہنچی اور حضرت ہانی کو چاروں طرف سے گیسر کے نہایت شکل سے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے سامنے لائے اوس نے کہا۔ ہانی۔ اب بھی مسلم بن عقیل کو ہمارے سپرد کرو۔ آپ نے جواب دیا۔ امردود دشمن اہل بیت۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ قتل ہونے کے لئے جگر گوشہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نامعقول کو دیدون پس ابن زیاد نے اوسی وقت حضرت ہانی کو شہید کر دیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔

عمر بن الحجاج دیناری نے جب حضرت ہانی کی شہادت کی خبر پائی تو چار ہزار سوار و پیادہ ساتھ لیکر اوس مکان کو گمیر لیا حسین ابن زیاد فرخوش تھا۔ اس وقت اوس نے قاضی شہر کو بلا کے کہا۔ تم باہر نکلے ان لوگوں کی تسکین کرو کہ ہانی زندہ ہیں کسی نے اونکے بارے جانکی خبر غلط شہور کر دی ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہننے ایک ضروری کام کے لئے ہانی کو اپنے پاس رکھ چوڑا ہے۔ قاضی شریح نے باہر آ کے بھی کہ دیا۔ عمر بن حجاج نے قاضی کو مقبرہ سمجھ کے جواب دیا کہ الحمد للہ اونکی صحت و سلامتی ہی سے ہمیں غرض تھی جب یہ بات تو ہمیں کچھ اعتراض نہیں اور مع اپنے ساتھیوں کے اپنے گھر چلے گئے۔

حضرت ہانی کے گمراہوں نے اونکی شہادت کی خبر پا کے گریہ و بکا شروع کیا جب اونکے رونے پٹینے کی آواز جناب سلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں پہنچی تو اندر سے باہر آئے اور کوفہ کے ہر گلی کوچہ میں پھر کے آواز دروناک سے اپنے ساتھ دینے والے تلاش کے مگر کسی نے آپکی نہ سنی۔ ایک عورت طوعہ نامی اپنے دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اوس سے آپ نے فرمایا کہ میں سلم بن عقیل ہاشمی ہوں اہل کوفہ نے بڑا امر کر

مجھے یحان بلایا تھا اب میرے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں نیکی بخت۔ آج ایک دن کے لئے مجھے اپنے گھر میں چھپا لے رات کی اندھیری میں جب ہر خدا مجھے لیجا یگا چلا جاؤں گا وہ عورت بولی۔ میں بھی نبی ہاشم ہوں تمہاری مدد کرنا میرا فرض ہے آپ میرے کلبہٴ احرار کو مزین فرمائیں۔ دل و جان سے آپ کی خدمت کروں گی جناب سلم نے اس کے گھر میں پونچھ کر پانی تو پیا۔ کھانے کے لئے اوس نے بہت کچھ کھا لیکن آپ نے نہ کھایا۔ جب رات کی تاریکی نے تمام روئے زمین کو سیاہ کر دیا۔ حضرت مسلم بسم اللہ مجربیا و مرہنا فرما کے باہر چلے یہ گھر سے نکلتے تھے اور اوس عورت کا بیٹا گھر میں آتا تھا دروازہ پر دونوں کی منڈ بیٹھ رہو گی۔ اوس کا باپ ابن زیاد کے مصاحبوں میں تھا۔ حضرت مسلم اندھیرے میں اوس سے سوچے نہیں صرف پاتوں کی آہٹ سننے اور لٹے واپس آئے۔ مان اوسکی سٹپٹا گئی بلکہ بارگھر میں جاتی تھی اور واپس آتی تھی۔ لڑکے نے جو خلافت معمول مان کی بدحواسی اور اندر آتا جانا دیکھا تو متحیر ہو کے پوچھا کہ مان جان آج آپ کو من مضطرب پاتا ہوں یہ کیا بات ہے عورت نے جواب دیا کہ بیٹا۔ تجھے کیا۔ تو خاموش رہ۔ لڑکا نہ مانا ضد کرنے اور کہنے لگا بیشک ہمارے گھر میں سلم بن عقیل پناہ گزین ہیں جنکی تلاش چاروں طرف ہو رہی ہے مان بولی مان بیٹا وہی ہیں۔ لڑکا بڑا مسکاراؤ فریبی تھا بیٹا وٹے سے کہنے لگا کہ تم نے بہت اچھا کیا جو آل مصطفیٰ کو پناہ دی میں آج رات بہر انکے حجرہ کے دروازہ پر پہرہ دنگا پس وہ ظالم رات بہر نہ سویا بچلی رات کو چپکے سے دروازہ کھول کے ابن زیاد کے مکان پر اپنے باپ کو مطلع کر دیا کہ حضرت سلم ہمارے گھر میں۔ اوسنے فوراً عبید اللہ سے کہ دیا۔ وہ نہایت خوش ہوا اور اس کا گزاری کے صلہ میں لڑکے کو ایک طلائی چندن ہار دیا۔ پہرا وہی وقت محمد بن اشعث کندی کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ حضرت سلم کی گرفتاری کو بھیجا

جب یہ لوگ اوس مکان کے پاس پہنچے تو حضرت سلم نے گوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سننے
 عورت سے پوچھا کہ نیکخت۔ یہ دستہ سواروں کا کدھر جاتا ہے۔ عورت بولی۔ آپ ہی کی
 گرفتاری کو لوگ ہر طرف دوڑتے پھرتے ہیں یہ سنکر حضرت سلم بن عقیل کو شبہ ہوا اور اوس سے
 فرمایا کہ وضو کیلئے مجھے پانی دے اوسنے پانی حاضر کیا۔ آپ نے جلدی سے وضو کر کے دو رکعت
 نماز ادا کی اور دعا کر کے متعدد ہو بیٹھے تمام سامان حرب و ضرب بھی زیب تن فرمایا۔ عورت نے عرض کی کیا
 لڑھکیا ارادہ ہو۔ ارشاد ہوا۔ پھر اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ اشتیقا سبھانے سے تو کسی طرح روبرو
 ہوتے نہیں۔ وہ عورت آپ کی یکسی اور بے بسی پر بہت روئی۔ آخر جناب سلم اوس سے
 رخصت ہو کے باہر نکل آئے اور سواروں کو لٹکار کے تلوار چلا نا شروع کی۔ ڈیڑھ سو آدمی
 مارے۔ اور رہے سے بھاگتے نظر آئے۔ محمد بن اشعث کندی نے تیغ ہاشمی کے
 جوہر دیکھ کر ابن زیاد کو لکھا کہ سلم ایک آدمی نہیں ہے بلکہ لیث ہمام یعنی شیر جری اور اسد
 خرم یعنی بھاپڑ کھانی والا شیر اور سیف ملک العلما یعنی خدا کی تلوار ہے جس وقت اوسنے
 قہر کے فوشتہ کی طرح لٹکار کے ضیق نرمی مانند حملہ کیا ڈیڑھ سو آدمی ہمارے مارے اور
 باقیوں کو بگا دیا۔ اور آدمی میری گمک کو بھجوائے جب کام چلے۔ اس تحریر کے بموجب
 پانچ سو آدمی اور آئے جناب سلم بن عقیل نے انہیں سے بھی ہتھوں کو عدم کارا ستہ
 بتا دیا جب لوگوں نے دیکھا کہ اس سبب حقہ اور خدا کی تلوار کے منہ لگنا کچھ کیل تا نا
 نہیں ہے۔ چلو آگ تھر اور تیر سے کام نکلے تو نکالیں مگر آپ کو ان گیدڑ سپکیوں کی بھی کچھ پروا
 نہیں ہوئی اور برابر حملہ کرتے رہے۔ انہیں پچاس سے بھی کم آدمی رہ گئے۔ غرض کہ محمد بن
 کندی کو بچر حیات ہی طلب کرنے پڑے۔ اب اٹھ سو سوار آئے۔ انہیں سے بھی پانچ سو
 حضرت سلم نے نثار کر دئے جب جماعت مخالفین نے دیکھا کہ یہ تو بیڑوں کو شیر بر کے آگے

چوڑ دیا ہے اس سے نتیجہ کچھ نہیں نکلیگا تو چال چلے یعنی سراد ایک لبیا اور گہرا گڈ ہانک دو
 کے اوپر سے پتلی پتلی لکڑیاں رکھ کے مٹی سے ہموار زمین کر دی اور بھاگے۔ حضرت
 سلم نے اذکھا پیچھا کیا اور اس غار میں گر پڑے۔ اب بسہون نے اس نہر پر میدان و غار
 چاروں طرف سے کتوں کی طرح آگیرا اور بھونکنے لگے۔ محمد بن اشعث نے آپ کو گرفتار کر لیا
 چھوٹو پر تلوار کا قبضہ اس زور سے مارا کہ تمام ڈاڑھیں ہل گئیں۔ اور قید کر کے ابن زیاد
 کے پاس لے آیا۔ اس کے مکان کے دروازہ پر دربان کے پاس دو کوزے ٹنڈے
 پانی کے رکھے تھے آپ نے اس سے فرمایا کہ اسے شخص مجھے پانی پلا دے اس کے بدلے
 میں خدا تجھے قیامت کے دن حوض کوثر کا پانی دیگا۔ اس نے رحم کھا کے پلا دیا۔ سر و پانی
 کے اثر سے تمام خون منہ میں جم گیا اور دانت بیکار ہو گئے۔ آپ نے ابن زیاد کے سامنے
 کھڑے ہو کر فرمایا السلام علی من اتبع الهدی یعنی اوسکو سلام ہے جو خدا
 و رسول کے حکم کی تابعداری کرے۔ عبید اللہ بولا اتنے مجھے امیر المؤمنین کیوں نہیں کھا اور
 سلام علیک کیوں نہیں کیا۔ اس سوال کے جواب میں جناب سلم نے فرمایا کہ امیر المؤمنین
 میرا سردار ہے کہ سردار کا فرزند امر مجھ پر چڑا دجھائی حسین ابن علی ہے تجھے کیوں
 امیر المؤمنین کہوں۔ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ موت سے جُردل خون کھاتے
 ہیں یہ سن کر ابن زیاد جل بھٹکا باب ہو گیا اور اڑھ بٹھا اور کہنے لگا کہ اچھا جو وصیت کرتی
 کر لو تمہاری موت کا وقت قریب ہے۔ جناب ابن عقیل نے یوں ارشاد کیا۔

۱۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ۔

۲۔ میری لاش کو مٹی کے نیچے پوشیدہ کر دیتا۔

۳۔ فلان شخص کا میں مقروض ہوں میری زرہ فروخت کر کے اس کا قرض ادا کر دیتا۔

۴۴۔ حضرت امام حسینؑ کو میری سرگزشت سے مطلع کر دیا جاے اور لکھ دیا جاے کہ یہاں تشریف نہ لائیں۔

یہ وصیتیں سنکے ابن زیاد بولا کہ زہ کے تو مالک ہم ہیں جو چاہینگے کریں گے اور حسین ابن علی کا یہ جان آنا اور مقتول ہونا تو ہمارا عین مطلب ہی ہے۔

پھر عبید اللہ بن سعد کی طرف مخاطب ہو کے بولا کہ مسلم بن عقیل نے پندرہ سو آدمی ہمارے مارے ہیں انہیں جلاد کے پالے ڈالو۔ جو کوٹھے پر لیجا کے انکو نیچے پسینکدے۔ پس جلاد آپکو دھڑا پر لے پھونچا۔ آپ نے فرمایا اے شخص۔ ذرا توقف کر۔ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو اسنے جواب دیا کہ میں حاکم کے خلاف تمہیں مہلت نہیں دے سکتا۔ یہ سنکے آپ نے وحیٰ کھا اور زار و قطار رونے لگے اس گھڑی نہ کوئی یار تھا نہ مددگار جلاد نے سر کے بل آپکو نیچے ڈال دیا۔ سر اٹھ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور روح پاک سید ہی جنت کو سدھاری۔

بعد ازاں ابن زیاد نے حضرت مسلم اور حضرت ہانی رضی اللہ عنہما کے سر لاشوں سے جدا کر کے ہانی بن حیلۃ الردامی اور زبیر بن اروح کو معاہدہ ایک خط کے دئے اور زبیر کے پاس دمشق روانہ کر دیا دونوں لاشوں کو ہر بازار اور ہر گلی کو چھین بڑی بے عزتی کے ساتھ گھسٹوایا۔

روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد جناب امام حسینؑ کا بیس بھر کے تن تھما اونٹ پر سوار کوفہ میں نعمان بن بشیر کے دروازہ پر رات کو اکڑا ہوا۔ نعمان نے دروازہ کو لٹے میں تامل کیا لوگ جو اسکو امام حسینؑ سمجھکے پیچھے پیچھے چلے آئے تھے نعمان کا تامل دیکھکے غل و شور مچانے لگے کہ رسول اللہؐ کے نواسہ دروازہ پر کھڑے ہیں اور تم کو انہیں کہتے۔ یہ سنکر نعمان نے کہلا بھیجا۔ امام حسینؑ کو چاہئے کہ اسی وقت مدینہ واپس چلے جائیں وہ زبیر پر غالب نہ آسکیں گے اور بن نہیں چاہتا کہ یہ عہد حکومت میں انکا خون یہاں ہو۔ یہ سنکے

ابن زیاد ہنسنا اور کھا۔ کہدو کہ حسین ابن علی نہیں ہیں بلکہ عبید اللہ بن زیاد دروازہ پر کھڑا ہے
نہان نے فوراً دروازہ کھول دیا کوئیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ابن زیاد کے
آجانے پر کسی میں یہ بہت نہری کہ اپنے کو حسینی کہے۔

ابن زیاد کا خطیرید کے نام بدین مضمون تھا۔ الحمد للہ الذی اخذ لامیر المؤمنین بحقہ و
کفاه شرعد وہ واعلم ایہا الامیر ان مسلم بن عقیل ورسالی دارہانی بن عروہ وقعت علیہ
العیون فاستخ جہما والواصل الیک رؤسہما مع ہانی بن حیلۃ الرداعی والنزیر
بن الاسرج الیمنی من اهل السمع والطاعة فاسلہما عما شئت
واو میہما بما شئت فانہما عندہما علما صادقاً۔

ترجمہ۔ شکر ہے اوس خدا کا جس نے امیر المؤمنین کا حق دلا دیا اور اوسکو اعدا کے شر سے
محفوظ رکھا۔ اے امیر مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گہرین چپے تھے میں نے دونوں کو گرفتار
کر کے قتل کیا اور سر اونکے ہانی بن حیلۃ الرداعی اور زبیر بن اروح یمنی کے ساتھ آپ کے پاس
روانہ کئے ہیں یہ دونوں سلطنت کے خیر خواہ ہیں آپ جو چاہیں گے اوسکا جواب شافی دے سکیں گے
اور جو کچھ زبانی آپ اون سے کہہیں گے اوسکا اظہار سواے میرے یہ کسی پر نہ کریں گے۔

وہ سلاطین زیاد بن زیاد کی اس کارگذاری سے نہایت خوش ہوا اور اوسکے خط کا جواب یوں دیا۔
یا سابعید ایہا الامیر فانک کنت کالجب و صلت کصوت الاسد والان قد بلغنا ان المحبین
فوج کبج من مکة باہلہ واولادہ وغیرہ۔ وتوجہ الی نواحی العراق فانک لتسیر الیہ وتضیق
لوکوالاساک ولا تسود بسوادة ولا تشبع بزاد حق قتلہ وتوسل الی رؤسہ ورؤس من معہ
ترجمہ۔ اے امیر تو نے یہ کمر دل کا کام کیا ہے میں بھی چاہتا تھا تو نے شیر کا سا
یون کام کیا ہے سنا گیا ہے کہ حسین بن علی مع اپنے بال بچوں کے مکہ سے عراق آتے ہیں

تو جلدی سے انتظام کر لے اور راستہ بند کر دے جب تک تو اوڑھ لیا اور اس کے ساتھیوں کے سر پرے پاس نہ بھیج لے آب و خورش اپنے اوپر حرام سمجھہ۔

یہ خط لکھ کے قاصد رون کو دیا اور انہیں داد و دہش سے مالا مال کر کے روانہ کر دیا۔ ابن زیاد نے جب اسے پڑھا تو جامعہ میں پہولانہ سایا اور پہلے سے بھی زیادہ دون کی سوچھی کیونکہ استاد نے کھا ہے۔

زندگیاں شکر یا نشہ ہر مرغ بلخ

نیم بیغمہ کہ سلطان ستم روا دارد

یعنی عبید اللہ بن زیاد نے یہ جعلی خط جناب سلم کی طرف سے حضرت امام حسینؑ کو لکھا۔ اما بعد یابن العلم العراق طابت وانت اللیبالسمع والطاعة فحی اللیبالا تلتاخر وقلوب الناس معنا وهم مباشرین بقلد وملك فانفض واحضر الیناسریعا۔

ترجمہ۔ اے میرے چچا زاد برائی تمام ملک عراق ہمارا مطیع ہو گیا ہے آپ بہت جلد یحسان تشریف لے آئیں سب کے دل ہماری طرف متوجہ ہیں۔

ابن زیاد نے یہ خط ایک کوئی کے ہاتھ روانہ کیا اور کہہ دیا کہ جناب امام حسینؑ جہان تجھے ملین اونہیں دینا اگر کچھ اور حال دریافت کریں تو کہنا کہ مجھے نہیں معلوم۔ یہ قاصد حضرت

امام ہمام کو اوس جگہ ملا جہان سے مدینہ ایک منتر ل باقی رہ گیا تھا یہ حضور اس خط کو دوار خوش ہو گئے اور تمام قافلہ کو حکم دیا کہ آج یہیں قیام ہو گا۔ ۵۔ ذی الحجہ کو عصر کی وقت پہنچا گیا ملا تھا۔ قاصد نے خط دیکر یہ سر پر رکھے اور شب و روز مارا مار چلکے ابن زیاد کو خبر دی کہ وہ

عبید اللہ نے حصین بن نمیر کو نہر سواروں کے ساتھ اس لئے روانہ کیا کہ تم امام حسینؑ کے قریب پہنچکے اس بات کا انتظام کرو کہ کوئی اونہیں یحسان پہنچنے تک شہادت سلم بن نمیر کی خبر نہ دینے پاسے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سنکر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ حصین بن نمیر

ایسا ہی کیا اور امام ہمام کو اس واقعہ جانکاہ سے مطلع نہونے دیا یحسان تک کہ حضور ر مقام
قادسیہ تک آگئے۔

روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے زیاد اور اسکی اولاد کو ابوسفیان کی نسل میں داخل کر لیا
تھا اسی لئے زید ابیہام کو زیاد اور اس کے لوگوں سے سخت نامدائش تھا اور اپنی حکومت کے شروع
میں کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر کو رکھا تھا۔ عبید اللہ بن زیاد کے تحت میں صرف بصرہ تھا جب
حضرت مسلم کوفہ پہنچے اولوگوں نے اون سے بیعت کرنی شروع کی تو نعمان بن بشیر سبط
رسول الصلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے پہلو تھمی کرتے لگے۔ جاسوسوں نے اسکی خبر زید
کو دی۔ اونے لوگوں کے صلاح و مشورہ سے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا
حاکم کر دیا اور یہ ذات شریف حب جاہ اور زید کو رافضی کرنے کی خاطر سے سب کچھ کرنے لگے
کہ باپ کی طرح زید بھی ہمارے خاندان کو اپنا ہی سمجھے اور ہم و شق کے شاہی خاندان میں
شمار ہونے لگیں۔

مورخوں کی رائے ہے کہ جب حضرت مسلم نے کوفہ والوں سے بیعت لیلیٰ تھی اور امام ^{حسین}
کو بلا بھیجا تھا تو امام ہمام کو وہاں آنا اور کوفیوں کو اون کے بلائے میں مبالغہ کرنا ضروری تھا کیونکہ
وہ مسلم بن عقیل سے بیعت کر کے زید کی حکومت سے کھل چکے تھے اب سردار کو اون کے
پاس جلدی آجانا چاہئے تھا۔ فوج کو بھی اپنے سردار کے لئے غل مچانا حق تھا کیونکہ بے سری
فوج کیا کر سکتی تھی البتہ حضرت مسلم سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ بیعت لینے لگے اونکو چاہئے تھا کہ
لوگوں کا منشا و دریافت کر کے واپس چلے جاتے تو ایسی ان ہونی نہونے پاتین۔

ایک مورخ نے جناب مسلم کی سرگذشت کوفہ میں توڑے سے اختلاف کے ساتھ
یوں لکھی ہے کہ جب حضرت ثانی بن عروہ کی جان پر ابیہام کو جناب مسلم اون کے گھر تک لے گئے

او کو قیون سے کھا کہ اب تم میرا ساتھ دو عبید اللہ بن زیاد ہاتھ دھو کے میرے پیچھے پڑا ہے
 وہ مجھے زندہ رکھے گا اور میرا چہنچا ممکن نہیں۔ اونہوں نے جو ابیداکہ اگر امام حسین ہوتے تو ہم
 اونکی خدمت میں حاضر تھے بغیر اونکے ہم تمہاری مدد نہیں کر سکتے گھر بھی چار ہزار آدمی جناب
 مسلم کی حمایت کو تیار ہو گئے۔ یہ سب آدمی بے ہتیار اور غریب و مفلس تھے اونہیں سے
 کوئی کبھی تجربہ کار اور جنگ آزمودہ نہ تھا۔ حضرت مسلم نے ان لوگوں کے ساتھ جا کے
 دارالامارت کو گیر لیا۔ عبید اللہ بن زیاد یہ مجمع دیکھ کے ڈر گیا اور چپ رہا۔ دونوں طرف سے تیرہ
 کی بوچھاڑ ہونے لگی صبح سے شام تک محاصرہ قائم رہا۔ لوگوں کے گھروں سے کھانا آیا اور
 سب نے بیٹھ کے کھالیا۔ دوسرے دن یہ ہوا کہ عورتیں آئین اور اپنے اپنے مردوں کو
 کھانے کی واسطے گھر لگائیں جو گیا پھر نہ آیا یہاں تک کہ شام کو صرف حضرت مسلم رہ گئے اور ایک
 چڑیا بھی اونکے آس پاس نہ تھی۔ آخر شام کو ایک شخص کسی کے گھر میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ عبید اللہ
 بن زیاد کے آدمیوں نے اس مکان کو بھی آگیر لیا۔ آپ تلوار ہاتھ میں لے کے باہر تشریف
 لائے اور مخالفوں پر حملہ کرنا چاہا مگر لوگوں نے چال چلی اور کھا کہ آپ یوں ہی ابن زیاد کے
 پاس چلے چلیں ہم مصالحت کر ادینگے اس لڑنے بھڑنے سے ہرگز کام نہیں چلیگا۔ حضرت
 مسلم اون لوگوں کے ساتھ چلے گئے اور جناب ہانی کے ساتھ قید ہوئے۔ دوسرے دن
 اون لوگوں کو شرم و انگیر ہوئی جنہوں نے حضرت امام حسین کے نام سے بیعت کر لی تھی
 اور دشمن ہزار آدمیوں نے مجمع ہو کر دارالامارت کا محاصرہ کر لیا۔ عبید اللہ نے یہ مجمع دیکھ
 حضرت ہانی اور جناب سلم دونوں کو شہید کر دیا اور سواروں کے گٹھے پر سے نیچے محاصرہ کرنے
 والوں کے آگے پنکوا دئے۔ محاصرین نے سروں کو دیکھ کے بہت شور و غل مچایا آخر وہ چھو
 اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ چلو بس چٹی ہوئی۔ اب کو فہد بن کوئی امام حسین کا طرفدار نہ رہا اور

ابن زیاد کا تسلط بخوبی ہو گیا۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسلم بن جناب امام حسین کو بلایا تھا پہر اوپر سے بھی تحریک ہوئی پس حضور نے روانگی کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے منع کیا کہ حضرت ابن کوفیوں نے آپ کے والد ماجد کے ساتھ کب وفائی تھی جو آپ کے ساتھ سلو کنہہ آگئے۔ عبداللہ بن عباس نے بہت سمجھایا کہ آپ ہرگز نہ جائیں یہاں سے قدم باہر نکالنا آپ کے حق میں اچھا نہ ہو گا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت ابن عباس نے جب دیکھا کہ آپ نہیں مانتے تو راسے دی کہ آپ تنہا جائیں بال بچوں کو بھین چوڑے کین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سی مصیبت آپ پر بھی نہ پڑے لیکن یہ بات بھی نہ مانی گئی حضرت عبداللہ بن زبیر نے جب سنا کہ جناب امام ہمام نے معصوم قصد کر لیا ہے اور کسی کے روکے سے نہیں رکتے تو حاضر ہوا کہ التماس کی کہ حضور مجھے کسی طرح یہ سفر کو ساز گار تانا ہوا نہیں معلوم ہوتا اگر خدا نخواستہ۔ آپ کے رونگٹے پڑ ہی آج آگئی تو میرا سنہ کالا ہو جائیگا۔ لوگ اوٹھتے بیٹھتے مجھے طعنہ دینے لگے کہ ابن زبیر نے اپنی خلافت کو مضبوط کر نیلے لئے حسین کو مکہ سے نکال دیا۔ اگر آپ کو حکومت کی خواہش ہے تو آپ سے میں بیعت کر کے خدمت کروں گا۔ آپ ہمارے سروں پر بیٹھے رہیں اور یہاں سے باہر نہ جائیں آپ کے بہت سے اور دوست بھی یہ گڑبڑ سنکے آگئے اور انہوں نے بھی سمجھایا کہ اہل کوفہ کی بیوفائی ضرب المثل ہے وہاں جانا مناسب نہیں۔ آپ یحییٰ منتظر رہیں یہاں تک کہ اہل کوفہ خود آپ کے جانب دار ہو کے یزید سے مخالفت کریں۔ مگر آپ نے بھی جواب دیا کہ کوفہ میں ہزاروں آدمیوں نے میری خاطر سے یزید سے دشمنی کر لی ہے اور میں انہیں زبان دیکھا ہوں اب مجھے نہیں ہو سکتا کہ وعدہ خلافی کا مرتکب ہوں۔ لوگ میرے منتظر ہونگے۔ مجھے یہ حالہ سالوں کو دوہوا دیکے کین کا نہ رکھوں کیونکہ ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے

دنوں کے ڈیڑھ لاکھ آدمی آپ سے حضرت سلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ انفسوس۔ آپ کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ اب وہاں نہ کوئی میرا منتظر ہے نہ ساتھی اور حضرت سلم کو فہمین شہید بھی ہو چکے

ذکر شہادت حضرت محمد و ابراہیم صاحبزادگان جناب سلم رضی اللہ عنہم جمعین

جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو کربلا کے راستہ میں رہتے دیکھتے اور باہمی کوفہ میں بیٹھے ہوئے ابن زیاد کی دنیا پرستی کی سیر اور کریم یعنی حبیب عید الدرد و دن کی زندگی کی خاطر جناب سلم کے خون میں ہاتھ رنگ چکا تو کوفہ میں منادی کرا دی کہ جو کوئی سلم کے جگر بندوں کو اپنے گھر میں چھپائیگا اسے سخت سزا دی جائیگی۔ مگر اس کا پروتکد یا جانیگا اور سر اس کا کاٹ کے تیرہ پرچہ بایا جائیگا اور جو کوئی اون لڑکوں کو ہمارے پاس پکڑ لائیگا بے حد و حساب انعام و اکرام پائیگا۔

واقع ہو کہ جناب سلم نے اپنی حالت رومی دیکھ کے اپنے دونوں تخت جگر قاضی شریح کے سپرد کر دیے تھے وہ دونوں خور و سال سات آٹھ برس کے تھے۔ قاضی صاحب سے یہ بھی کہدیا تھا کہ میرے قتل کے بعد ان دونوں معصوموں کو بچھاؤ تمام مدینہ میں روضہ رسول خدا پر پہنچا دینا۔

قاضی شریح نے جب حضرت سلم کی شہادت کی خبر سنی تو بادل و انداز اور چشم اشکبار دونوں تیمون سے باپ کی مفارقت بیان کی۔ دونوں ڈاڑھیں مار کے باہم لپٹ گئے اور روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ قاضی نے گود میں لیکے سیر کیا۔ دونوں کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ یہ وقت رونے کا نہیں۔ تمہاری تلاش و جستجو ہو رہی ہے۔ تمہیں خاموش ہو کے ایمان سے مکمل جانا سب سے یہ جگہ نہایت پر آشوب ہے تمہارے رہنے کے گھر پر اور

غریب بچے سہم کے چپ ہو رہے۔ قاضی نے آدھی رات کے قریب دونوں کو کچرہ کھلایا پلایا اور پاس پاس اشرفیان دونوں کی کمروں میں باندھ اپنے بیٹے اسد کے سپرد کر کے کھا کہ شمع کے دروازہ کے باہر ایک قافلہ پڑا ہے وہ آج ہی پہلے پھر حجاز کو روانہ ہو گا تم جا کے ان بچوں کو کسی معتبر آدمی کے سپرد کر آؤ جو انہیں روضہ رسول مقبول پر پہنچا دے۔

آدھی رات ہو چکی تھی انکے پہنچتے پہنچتے قافلہ کوچ کر گیا تھا۔ دور سے کچھ نشانی نظر آ رہے تھے۔ اسد نے دونوں سے کھا کہ تمہارا واپس چلنا مناسب نہیں دوڑ کے جس طرح ہو سکے اس قافلہ سے مجاؤ بچے اوس طرف بھاگے اور اسدا اپنے گھر لوٹ آیا۔ دونوں بچے کوفہ کے جنگل سے ناواقف تھے راستہ ہو گئے اور قافلہ تک نہ پہنچ سکے قضاوانگیکہ تھی کہ کوفہ کے کوتوال کے پاس لے پڑ گئے۔ وہ ظالم دونوں کو این زیاد کے پاس بکڑھ لایا۔ عبید اللہ نے مزید کو لکھا کہ مسلم کے فرزند میرے پاس ہیں انکی نسبت کیا حکم ہوتا ہے۔ اور دونوں بچوں کو شکوہ دار و غیر جیل کی حراست میں بیٹھائی پھر شخص خدا پرست اور نہایت رحم دل تھا صاحبزادوں سے بہت خاطر کچھ کارائی دونوں مظلوم کہنے لگا۔ میرے اہل پر جو گزرے گی بہت لوگ آپ یہاں سے دلداری اور محبت سے رات کو کھلا پلا کے قادیہ کی سڑک پر چھوڑ دیا اور کھاسید ہے چلے جاؤ گے تو قادیہ پہنچ جاؤ گے وہاں ظلان خلیفہ میں یہ ایمانی رہتا ہے اوسکا یہ نام ہے اوسے یہ میری انگوٹھی نشانی دینا وہ تمہاری بہت تعظیم و تکریم کر لیا اور تمہیں مدینہ پہنچا دیگا۔ یہ دونوں ستم رسیدہ رات بہر چلے۔ پانوں میں چمائے پڑ گئے۔ صبح جو دیکھتے ہیں تو راہ بھول کے اور پھر پھر کے اہل کے اوسے دروازہ پر کھڑے ہیں جیسے شکر کرنے پہنچا دیا تھا۔ دن نکلنے کی وقت معصوموں کو بھی یہ حالت معلوم ہوئی تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے۔ وابتاہ واسلاہ کہتے تھے

اور جان دے دیتے تھے۔

تھوڑی دیر میں کچھ سُدہ بدھ جو آئی تو بڑے صاحبزادہ نے چوٹے سے کھاکہ برادر۔
آسمان تو ہچھڑوٹ ہی پڑا ہے۔ ایسا نہو کہ اسی گریہ و بکائیں ہم کسی اور ظالم کے پرندے میں
گرفتار ہو جائیں۔ غرض کہ چار و ناچار وہ دونوں بیکس و بے یار ایک چشمہ کے کنارہ ایک
کو کیلے و زخمت کے جوف میں جا چپے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک حبشیہ لونڈی پانی بھرنے اوس چشمہ پر آئی اور عکس اون دونوں
ماہ طلعتوں کا پانی میں دیکھ کے سخت گہرائی کہ اتنی یہ کیا اسرار ہے کنارہ پر سوائے میرے
اور کوئی نہیں مگر پانی میں دو اور موہنی صورتیں نظر آتی ہیں۔ لونڈی نے سٹپٹا کے ادھر ادھر
دیکھا کسی کو نہ پایا۔ جب اوسکی نگاہ زحمت کے اوپر پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ دو آفتاب و ماہ تاب
زحمت کے جوف میں بیٹھے ہیں مگر خوف سے بھجان سبکیان اور ہچکیان بہرتے ہیں۔ ایک دوسرے
کا منہ دیکھ کر پتا ہے عجیب بے کسی اور حتمہ دونوں کے چہرہ پر برس رہی ہے لونڈی
کا دل یہ ہے کہ وہ دوسرے کا تابو ہو گیا اور پوچھنے لگی کہ اے چودہویں راستے ماہتابو۔
تم کے لخت جگر قتل کے بعد ان دونوں کے جیب بیکسی میں کوئی غنجواری کرتا ہے تو مظلوم کی
رقت اور زیادہ ہو جاتی ہے دونوں صاحبزادے لونڈی کی یہ باتیں سننے کے استقدر بلک
بلک کر روے کہ یہ ہوش ہو گئے۔ جہش دونوں کو گود میں لے بیٹھی اور ہزار دقت ہوش
میں لا کر پوچھا کہ اے آسمان حسن کے تارو۔ اپنے باپ کا نام بتاؤ۔ لڑکوں نے پھر چنچ ناری
اور شور و ادیلا ناک تک پہنچا کر کھاٹم دو بچے قہیم اور دو غریب الوطن بیکس اور بے یار و مددگار
ہملا اس غیر ملک میں کوئی پرسان حال نہیں۔ باپ ہمارا یحسان شہید خجہر جفا ہوا۔
بولی افسوس صد افسوس۔ اب میں سمجھی کہ تم حضرت مسلم بن عقیل کے فرزند ارجمند ہو۔

وہ مظلوم بچے لوٹڈی کے پیرون پر لوٹ گئے اور کھنے لگے۔ براے خدا پہلے ہمیں یہ بتا دے کہ تو دوستدار اہل بیت رسول اللہ ہے یا اونکی دشمن۔ لوٹڈی نے جو ابدی اکہ میں تمہارے خاندان کی خیر خواہ ہوں۔ خوبی قسم سے بی بی بھی مجھے خدا نے ایسی عطا فرمائی ہے جو اپنی جان آل اطہار پر شاکر کرتی ہے۔ چلو میں تم کو اس کے پاس لے چلون وہ اپنی آنکھیں تمہارے تلوون سے ملے گی۔ دونوں کھلاے ہوئے گلاب کے پھول اس کے ساتھ ہوئے جب گھر پاس آیا تو جشن نے دوڑ کے اپنی بی بی کو خبر دی کہ بی بی مین مسلم بن عقیل کے نو نہاون کو تمہارے پاس لے آئی ہوں۔ اس مومنہ نے اپنے سر کی چادر اور بدن کا زیور اتار کے لوٹڈی پر ڈال دیا اور کھاتیرے صدقہ۔ لے یہ تیرا انعام ہے۔ جا۔ میں نے تجھے آزاد بھی کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ پاب نہ نہ مثل پروانہ کے اون شمعرو لون کی طرف دوڑی۔ گرد و پھیر کے قدموں پر لوٹنے لگی۔ رورو کے اپنا حال غیر کیا اور دونوں کو بغل میں لیکے کہی اسکا منہ چومتی تھی اور کبھی اس کا لبوس لیتی تھی اور مادر شفقت کی طرح اونکی پیتی اور یکسی پر آنکھوں سے خون کے آنسو بھاتی تھی۔ غرض کہ وہ اللہ کی پیاری اور نبی کی دلاری دونوں مظلوم معصوموں کو اپنی چھاتی سے لگائے ہوئے گھر میں لائی اور کمال دلداری اور محبت سے اونہیں کھانا کھلایا۔ لوٹڈی سے کھا کہ خیر دار۔ اس راز پنہان کو کسی پر آشکارا نہ کیجیو۔

گھر میں حارث کے جو وہ یوسف زندان آئے	موت بولی کہ سفیر مرے مہمان آئے
نامر آئے تیم آئے پر امان آئے	پسے لپٹی شاہ شہیدان آئے
نہر پر صبح بڑی دہوم سے مہمانی ہے	حلق ہے تیغ ہے جلا دہر قربانی ہے
زن حارث نے تیموں کے قدم چوم لئے	کرتے دیکھے جو پٹے سوزن شرکان سر سینے
پانی بھی گرم کیا پائون دہلانے کے لئے	خارجن چنکے جدا دونوں کے تلوون سر کئے

کفنی بچاڑ کے چلائی وہ غمخوار حسینؑ	ہاے اے بے پدر وہوں میں غمخوار حسین
سر کٹا خیمہ جلالت گئی سرکار حسینؑ	پاہ زنجیر بچہ کا نٹوں پہ بیمار حسین
عید عاشور کو زہر ہارنے کفن چاک کیا	شمر نے خاتمہ پنجبتن پاک کیا
تم تو زندان میں تھے شبیر کی کیا تمکو خبر	شبیر بچہ چار طرف نیکی پر
ہاے سیدانی مری شبیر خدا کی دختر	اسی رستہ سے سوئے شام گئی تنگے سر
یاد ہے بی بی کا بے مقنع و چادر رہنا	دیکھنا بلوہ کو اور ہاے برادر کھٹا

پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ مشکور داروغہ جیلخانہ نے دونوں صاحبزادوں کو رہا کر دیا تھا۔ دوسرے دن خبرداروں نے یہ خبر ابن زیاد کو پہنچادی۔ اوس نے داروغہ جیل کو اپنے روبرو طلب فرما کر پوچھا کہ فرزندانی مسلم کھان ہیں۔ وہ تو تیار اور برابر ہوا بیٹھا ہی تھا فوراً بول اٹھا میں کمان میں نے خدا و رسول کو راضی کر نیلے اور میں چھوڑ دیا اور اس عمل متودہ سے اپنا خانہ دین آباد کر لیا۔ ابن زیاد بولا۔ تو نے میرا ڈر بالکل اپنے دل سے نکال دیا؟ حضرت مشکور رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو خدا سے ڈرتا ہے اسے کسی کا خون نہیں ہوتا۔ اے ستمگارتا بکا تو نے اونکے باپ کو اپنے ظلم و ستم سے تہ تیغ کر دیا مگر ان دیو تہیم معصوم بچوں نے تیرا کیا لیا ہے جو اونکے درپے ہے۔ میں نے روح سید کو میں کو خوش کرنے اور رسول اللہؐ کو اپنے سے راضی کرنے کی واسطے یہ کام کیا ہے۔ تو قیامت کے دن شفیع المذنبین کی شفاعت سے محروم ہوگا اور ہمیں وہ خاطر کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لینگے۔ میں اپنی نجات سے نچپت ہو چکا اب مرنے کا کچھ خیال نہیں۔ ابن زیاد ایسا سخت کلام سنکے مشتعل ہو گیا اور جلداد کو حکم دیا کہ اسکی مشکین کسکے پانچ سو تازیانہ مارو پھر سراسر اسکا تن سے جدا کر دو۔ جلداد نے اسکے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے تازیانہ پر جناب مشکور نے فرمایا۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

دوڑ کے کوڑے پر زبان سے نکلا خدا یا مجھے صبر دے، تیسرے پر پوئے۔ اے خدا
 میرے گناہ بخش دے، چوتھے پر کھا۔ یا اللہ العالمین، زرنان رسول مقبول کے عشق میں
 قتل ہوتا ہوں تو گواہ نہ ہو، پانچویں کوڑے پر عرض کی۔ اے حق سبحانہ تعالیٰ مجھے اپنے
 رسول عربی اور ان کے اہل بیت کے قدموں میں پہنچا دے، پھر کچھ نبوئے یحسان تک کہ
 پانچ سو تازیانہ چڑھ گئے۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور پانی پینے کو مانگا۔ ابن زیاد نے
 کھا کہ اسے پانی ہرگز زندہ ناکردن مار دو۔ عمرو بن الحارث اٹھا اور نہایت الحاح سے شفقت
 کر کے اسے اپنے گھر لے گیا اور چاہا کہ علاج کرے لیکن حضرت مشکور رضی اللہ عنہ نے آنکھیں
 وا کر کے فرمایا۔ ”مجھے آب کوثر پلا دیا گیا۔ رسول اللہ مجھے لینے کو تشرف لائے ہیں اب تم لوگ
 میرے واسطے تکلیف نہ کرو، یہ کئی آنکھیں بند کر لیں اور اعلیٰ علیین کو سد ہارے۔“

گلشن سراے مرقد ابراہیم زور باد

جانش مقیم روضہ دارالسرور باد

روایت ہے کہ وہ مومنہ صادقہ دونوں شہزادوں کو اپنے گھر میں لے آئی۔ انکی خاطر
 سے مکان کو آراستہ کیا اور پیارا و خلاص سے اونہیں کھلا پلا کر کُسلار کھا۔ پھر باہر صحن میں
 آبیٹھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکا شوہر ترکا ماندہ حواس باختہ گھر میں آیا۔ بیوی نے پوچھا۔
 میان کھان تھے اور ایسے ہانپتے کراہتے کیوں آئے ہو۔ خاوند بولا۔ تنہے دیکھا ہو گا کہ
 علی الصبح میں یحسان سے چلا گیا تھا۔ جب در دولت امیر پہنچا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں
 کہ یہ تادی ہوتی ہے۔ مشکور نے زرنان مسلم بن عقیل کو ہار دیا اب اونکا پتا نہیں چلتا جو کوئی
 اونہیں تلاش کر کے ہمارے پاس لایا نکالعت اور جواہرت بے بجا اور نقد و گوڑ پائیگا
 اور ایسا امیر بنا دیا جائیگا کہ پہر اسے کسی کی پرواہ نہ رہیگی، یہ سنتے ہی لوگ انکی جستجو میں اوہر
 اوہر دوڑ گئے، مجھے بھی حرص و انگیزہ ہوئی گوڑے پر سوار ہو چل نکلا اور کوفہ کے گرد و نواح

کی خاک دور دور تک چہان ڈالی گراؤ کا نشان نہ پایا۔ اسی تک دو دین سخت محنت سے
میرا گھوڑا بھی مر گیا۔ بہت دور سے پیادہ پایا جان تک آتا پڑا۔ بڑی شکل سے گرتا پڑتا گھر پہنچا
ہوں۔ سینہ میں سانس نہیں سالتی۔ بیوی بولی۔ میان خدا سے ڈرو اور فرزندان رسول
کے پیچھے نہ پڑو۔ تیار مہر کے دن خدا اور رسول کو کیا منہ دکھاؤ گے شوہر اسے کاٹنے کو
دوڑا اور جہنم کے کھا کہ خاموش تجھے اس سے کیا کام۔ ابن زیاد نے بہت کچھ دینے
کا وعدہ کیا ہے۔ عورت نے کھا۔ بھلا اسمین بھی کوئی جو انفرادی ہے کہ یکس تیمیون کو
ظالم کے پنجہ میں گرفتار کر دو اور خود ایسے ہو جاؤ۔ لعنت ہے اسی دولت پر کہ دنیا کے عشق میں
دین ہاتھ سے کھو دیا جائے۔ خاوند بولا۔ بس بس۔ زیادہ باتیں نہ بتا اگر تجھے کچھ
کھانے کو دینا ہے تو دیدے میں کھا کے پڑ رہوں۔ بیوی نے اسے روٹی دیدی
وہ زہر مار کر کے دن بھر کا تکا ماندہ پڑ کے سو رہا۔

ادھر قدرت کے کارخانے ملاحظہ فرمائے کہ جب آدھی رات کے قریب ہوئی تو حضرت محمد
بڑے صاحبزادے چونک پڑے اور بے اختیار رو کے چوٹے بھائی ابراہیم سے
چمٹ گئے۔ اس سے وہ بھی جاگ اٹھے اور دریافت کیا کہ بھائی جان کیا ہے۔ بڑے
نے کھا۔ ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ والد ماجد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی
اور حسن مجتبیٰ باغ بھشت میں گلگشت فرما رہے ہیں۔ ناگاہ جناب نبوی کی نظر اقدس
میں سے اتر رہا ہے اوپر پڑی۔ آپ نے والد بزرگوار سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ مسلم۔
تم آچے آے مگر ہمارے ان دونوں دلہندوں کو نہنگامہ ظلم و ستم میں چھوڑ آئے تمہارے
دل نے یہ کیسے گوارا کیا۔ والد نے دست بستہ اتھاس کی کہ حضور صبح شام میں وہ بھی
قدیموں میں آئے جاتے ہیں آپ خاطر جمع رکھیں یہ سن کر چوٹے صاحب بول اٹھے

اے انہی معظّمین بھی خواب میں یعنی نہ بھی دیکھ رہا تھا۔ پس اب کوئی صورت ہماری گلو خلاصی کی نہیں ہو سکتی ہم دونوں جھین رہے۔ پنج تین سکتے۔ یہ مکر دونوں نے ایک دوسرے کے گلے میں باہین ڈال لیں اور بے اختیار گریہ دزاری کرنے لگے۔ اس شور و غل نے اوس عورت کے شوہر حارث بن عروہ کو جگا دیا۔ اور سننے اپنی بیوی کو آواز دی اور پوچھا کہ گھر میں یہ کیا غوغا ہے۔ وہ مومنہ بت سی کٹری رہ گئی۔ کچھ جواب نہ دیا۔ حارث کا شبہ بڑھ گیا اور بیوی کو سخت و سست سنا کے دودھ کے دئے اور کھا جلد چراغ روشن کر۔ وہ غریب ایسی یہ بخود اور مجبور ہو گئی تھی کہ اوس سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ آخر شح حارث خود اٹھا اور چراغ جلا کے آواز کی طرت دوڑا حجرہ میں جا کے کیا دیکھتا ہے کہ تاریک مکان شہزادوں کے نور سے جگمگ کر رہا ہے اور دونوں معصوم لپٹے ہوئے واہبتاۃ وادیلاۃ و امسلاۃ و امصیبتاۃ کا غل مچا رہے ہیں۔ حارث نے پوچھا کہ تم کون۔ یہ بھولے بھالے بچے تھے۔ سمجھ کر یہ گھر ہمارے خیر خواہوں کا ہے۔ جٹ نام بتا دیا کہ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں۔ حارث یہ سنتے ہی بول اٹھا آبا میری بھی دہی مش ہوئی۔ لڑکا افضل مین اور ڈھنڈھ ہورا شہر مین۔ آج دن بہتر ماری تلاش میں سارے جنگل و صحرا کی خاک چھانی حتیٰ کہ اسی دوڑ دھوپ میں میرا گھوڑا بھی جان سے جاتا رہا اور تم میرے ہی گھر میں آرام سے بیٹھے ہو۔ صاحبزادوں نے فرمایا اے بد بخت ہم دونوں۔

لاڈلے ایچھے سید ابرار کے ہیں	اور بیٹی خلیفہ حیدر کرار کے ہیں *
بہا بنے حضرت عباس علیہ السلام کے ہیں	دونوں ہم فاتحہ خوان سلم لاچار کے ہیں *
دادا صاحب تو عقیل ابن ابی طالب ہیں	نانا صاحب وہ ہیں کونین پوچھو غالب ہیں
جدہ ماجدہ ہے تاج شکوہ مریم *	جنگے دامن میں دم حشر چپے کا عالم *

آج گھر میں ترے چہنے کیلئے آئے ہیں ہم	سُن چکا نام و نسب یران میں کر تیغ ستم
رحم کر تیغ کہ سید ہی ہیں معصوم ہی ہیں	بے پدر ہی ہیں سافر ہی ہیں مظلوم ہی ہیں
بولوا حارث یہ کہو تم ہی ہو مسلم کے پسر	کل تمہیں نے مجھے ہلکان کیسا چار پسر
تو سہی کل کا عوض آج میں لون جی بہر کر	پہنکدی ہاتھ سے پھر شمع ادھر تیغ ادھر
دست بیداد سے اک بھائی کا باز کو نیچا	دو سے بھائی کا اک ہاتھ سی گیسو نیچا
قتل کے خوف سے اوٹھے نہ علی کے پیارے	اس توقف پہ شکر نے طما نے مارے
کینچا اس طرح کہ پڑے ہوئے کرتے سارے	منہ کے بھل گر پڑے وہ برج ٹرف کے تارے
یاحسین ابن علی اکٹے بصدیاس کھا	دو سے بھائی کی یا حضرت عباس کھا
مومنہ دوڑی یہ کتنی ہوئی باآہ و بکا	نہ رہے زور تراشل ہوا بھی دست جفا
ارے سید ہیں یہ سید ہیں طما نے نہ لگا	ارے قرآن کے درقون کو زمین پر نہ گرا
بس ارے بس کہ زمین باتو ہلی جاتی ہے	لے مجھے فاطمہ سرنگے قطر آتی ہے
مومنہ کا نہ سخن کا فریدین نے سنا	ہاے اون عرش کے تارونکو ستون سیو باندھا
رات بہر دونوں کو استادہ رکھا وا ویلا	صبح دم لیکے چلا اونکو کتارو ریابدا
مومنہ نے کھا ہرے مرے مہمان چلے	بولی تقدیر کہ دنیا سے پرار ان چلے
<p>جب روز روشن ہوا۔ حارث تیرہ دل رو سیاہ نہ تیغ و خنجر نہ ہمالے۔ دونوں معصوموں کو اپنے آگے دھریا اور فرات کی طرٹ چلا۔ بیوی ادسکی سر پابر نہ با حال تباہ فریاد کرتی اور خدا و رسول کی واسطے دیتی پیچھے چلی جاتی تھی جب اس کے نزدیک پہنچتی حارث شمشیر بران اس کے گلے پر رکھ دیتا وہ عورت غریب پیچھے ہٹ جاتی تھی جب وہ لڑکوں کو لیکر دور نکلتا تا تو پھر اس نیکیخت کا دل تڑپھڑاتا اور دیوانہ وار ہے ہے کرتی اور</p>	

واو بلا مچاتی او سکے پیچھے دوڑتی اسی طرح اقتان و خیزان یہ لوگ لب فرات پہنچے۔
 حارث کا ایک غلام تھا جسکی مان کا دودھ مارشکے بیٹے نے پیا تھا۔ دریا کنارہ وہ بھی
 آگیا حارث نے تنگی تلوار او سکے ہاتھ میں دیکر کھا کہ ان دونوں لڑکوں کے سترن سجدہ کر دے

دی ستر گرنے غلام حبشی کو تلوار
 سر جہا کر یہ چلے ساتھ نہ کی کچھ تکرار
 بہون چڑھا کر کھا۔ ہان۔ دونوں کھڑن سرتا
 پھر کھارہ میں چپکے سے کہ کیوں ای دینا

ہے یہ بشروہ سے عیان عارف الہی ہو
 صاحب دلدل و قبر سے بھی آگاہ ہو

عرض کی او سننے میں ہون مالک قبر کا غلام
 سنکے وہ بولے غلام حبشی کا یہ کلام
 قبلہ و کعبہ محمد ہے نبی اور وہ امام
 قتل پر اونکے نواسو نکے اوٹھا تاہو حسام

حیف فرعون کے آگے تجھے موی ہوا
 اپنے آقا کی اطاعت میں وہ آتا ہوا

توبہ کرتا ہوا قدموں پر گرا وہ ششدر
 میں نہ اس رشتہ سے واقف تھا بروح حیدر
 عرض کی بخشو مجھے بھر خدا سے داور
 گر کو پانی تو موجود کروں میں لا کر ہا

بولے وہ کام نہ پانی سے نہ ہر دیا سے
 سنتے ہیں نہر پر عباس موی ہین پیاسے

نہر میں کو دڑا پسند ہی او سنے شمشیر
 وہ پکارا کہ غلام او سکا ہوں میں او بیسیر
 لکھا حارث نے کہ آقا کی نہ سمجھا تو قیہ
 کل کا آقا کیا خالق نے جسے روز غدیر

ان تیہوں کو امان دے تو کل آتا ہوں
 پر ایسی تیری غلامی میں بجا لاتا ہوں

پھر مخاطب ہوا فرزند سے وہ خانہ خراب
 دیکھ کر بدیدہ او سکا کیا دونوں نے خطاب
 تیخ اوٹھا کر وہ جوان ساتھ چلا او نکے شتاب
 حیف یہ سن شباب اور جنم کا عذاب

حلق سادات سے تلوار جو مل جایگی
 قبر حیدر کی نجف میں ابھی لجا یگی

او سننے پوچھا تمہیں حیدر سے قربت کیا ہے
 ہاتھ اوٹھاے سو رکھو کہ وہ حیدر اپنا ہے

عزیز کی اوسنے کہ بندہ تو غلام ذکا ہے	حیدری بی بی سب میں نسب میرا ہے
کے یہ داخل دیرا وہ خوش اعمال ہوا	زنگے آئے پھر سے جدِ اعلیٰ ہوا

جناب مولانا کمال الدین حسین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی نور الہمد قد فرماتے ہیں کہ غلام نے حارث کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور کھا۔ لیکن اچھا ان دونوں بیگناہ بچوں کو مارنا اچھی بات نہیں۔ حارث نے اوسے گالی دی اور کھا کہ مردِ دود میں جو کہتا ہوں وہ کر۔ غلام نے جواب دیا کہ میں انہیں قتل نہیں کر سکتا مجھے روحِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم آتی ہے۔ حارث بولا۔ اگر تو ایسا نکریگا تو میں تجھے مارے ڈالتا ہوں۔ غلام اوس وقت اپنے سے باہر ہو گیا اور بولا کہ اے شقی۔ تو مجھے کیا ماریگا میں اسی تلوار سے تیرا کام تمام کئے دیتا ہوں۔ حارث سپاہی اور جنگ آزمودہ آدمی تھا لپکے غلام کے بال پکڑ لئے غلام نے ہاتھ بڑھا کے آقا کی ٹوڑی ہی تھامی اور اپنے آگے کھینچ لیا۔ حارث گر پڑا۔ غلام چاہتا تھا کہ اوسے زخمی کرے مگر حارث نے زبردستی کر کے اوس سے تلوار چھین لی۔ پھر غلام نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی اور آقا پر حملہ کیا۔ حارث نے اوسکی ضرب کو ڈھال پر روک کے تلوار ماری۔ سید ہا ہاتھ غلام کا الگ جا پڑا۔ غلام نے بائیں ہاتھ سے آقا کا گریبان پکڑا اور دونوں گلچپ ہو گئے۔ اس وقت حارث کی بیوی اور بیٹا بھی وہاں آئے۔ بیٹے نے یہ حال دیکھ کر باپ کو ملاست کی اور کھا۔ یہ میرا دودہ شریک بھائی ہے تجھے اسکے مارنے سے شرم نہیں آتی۔ اسے چھوڑ دے۔ حارث نے بیٹے کی ایک نہ سنی۔ تلوار تان کے غلام کے پیچھے پڑا اور ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ مریا۔ بیٹا بولا۔ اے مردِ دود میں نے تجھ سے زیادہ سنگدل کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ حارث نے بیٹے سے کہا۔ زیادہ چون و چرا اچھی نہیں یہ تلوار بے اور ان دونوں بچوں کے سرو تار لے۔ بیٹے نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہے جواب دیا۔ والد

مجھ سے ایسا نہو سیکھا اور میں تجھے بھی ایسا نہ کرنے دوں گا۔ اڑ کے کی ماں نے بھی بیقرار ہو کے کھا۔ بیٹا۔ میں تیرے واری۔ ایسا ہی کر جیسا کہ تو کہتا ہے۔ اللہ یہ معصوم ضایع نہ ہوں۔ آل رسول ہیں۔ اگر تم دونوں کو انہیں رہا کر دینا منظور نہیں ہے تو انکو زندہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دو۔ وہ جو چاہیگا انکے ساتھ کرے گا اور تم دونوں کو جو وہاں سے ملنا ہو گا ملے گا۔ اپنی ہوس پوری کر لینا۔ حارث بولامین ہرگز انکو زندہ ساتھ لیکر شہر میں نہ گھسے گا وہاں بہتے لوگ اسنے خیر خواہین زبردستی مجھ سے چین لینے اور اتنی کوشش میری لانگان جانیگی اور کچھ ہاتھ بھی نہ اٹے گا۔ یہ کہکے حارث نے خود تلوار سینہ والی اور شہزادوں کے قتل کا ارادہ کیا وہ رونے لگے اور فرمایا کہ اے بے پیر جاری تیری اور غریبی پر رحم کر اور یہ کیسی اور دراندگی پر ترس کھا

سنگ راول خون شود از آسمانے زار	ایں دل فولا تو کی کند رہ سو ہا نگیر نیست
--------------------------------	--

حارث نے اونکی باتوں کی طعن اصلاً توجہ نہ کی اور اونکے سرتن سے اتارنے کو دوڑا۔ بیوی دوڑ کے اوس سے لپٹ گئی اور کھا۔ اے سنگدل۔ روز نیاستے ڈراور ان بچوں کو چوڑے۔ حارث کو غصہ آیا اور ایک ہاتھ بیوی کے بھی رسید کیا وہ سخت زخمی ہو کر زمین پر گر پڑی۔ بیٹے نے ماں کا یہ حال مزاحیہ دیکھا اور سمجھا کہ وہ شقی دوسرا ہاتھ مار کے اوسکا کام تمام کرنے کو ہے فوراً پکا اور پدر نامہ زبان کا ہاتھ پکڑ کے کھا۔ ہوش میں آؤ اور آتش غضب کو آب حلم سے ٹنڈا کرو۔ ان بچوں کے مارنے سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا حارث نے جلد کے ایک ہاتھ ایسا دیا کہ بیٹے نے پانی بھی نہ مانگا وہیں ٹنڈا ہو کے گیا اناللہ وانا الیہ راجعون عورت کو زخم کے باعث طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی مگر سب سے کاسرتن سے جدا کیلئے خوب ہی روئی بیٹی چلائی اور زیادہ دوا دیا مچائی۔

حارث سنگدل نے کچھ بھی نہ سنا اور شہزادوں کے پاس پہنچا۔ اون معصومان منظور

لکھا کہ ہمیں زندہ ہا بن زیاد کے پاس بھل وہ جو چاہیگا کر لگا۔ حارث کئے لگا کہ میں تمہاری ترکیب سمجھا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں لیکر شہر میں لگسوں اور تمہارے حمایتی جمع ہو کے تمہیں مجھ سے چھین لیں اور میں یوں ہی ٹاپتا رہ جاؤں۔ بچوں نے لکھا کہ اگر تجھے مال و زر کی تناسلے تو ہمارے بال تراش کے ہمیں باتا زمین بیچ لے اور قیمت اپنے صرت میں لا وہ کنجنت آگیا کہ نہیں میں تو جان ہی سے مار ڈنگا لڑکے بولے ہماری طفلی اور یتیمی پر رحم کر۔ حارث نے جواب دیا۔ میں کد دل میں نڈا بھی رحم نہیں۔ شہر ادوں نے فرمایا۔ خیر جو غمی اتنی۔ ہمیں اتنی مہلت دے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ وہ شقی بولا۔ والد مجھ سے یہ بھی منو سیکے گا۔ بچے کئے لگے کہ جس خدا کا نام تو نے ابھی لیا ہے اسی کی واسطے ہمیں چوڑو دے تاکہ ہم اسے سجدہ کر لیں۔ حارث بولا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ بچوں نے فریاد بند کی اور کہا۔ واسے برا اور قساری ما کوئی ہماری حمایت کو نہیں آتا نہ کوئی یاری کرنے والا اور غمخوار ہے اسے مردود۔ تجھے ہم سے کیسی دشمنی ہے جو کسی طرح جاتی ہی نہیں

پھر وہ ظالم ہوا خود قتل پہ او نیکے تیار	سنگ پر ساتے مظلوموں کے گر گڑھی تلوار
دیکھ کر او کی طرف اونگلیوں پہ دیکھی وہاں	تیغ تولے ہوئے معصوموں پہ چرایا خونخوار
بیچے سر کا دیا چوٹے کو پڑے بہائی نے	موت نے اسکو بٹایا اسے تنہائی نے
بڑھکے چوٹے نے کھانسا ہوا دہل جفا	جب کے بابا موے کتا ہوں میں انکو بایا
یہ مرے قبیلہ و کعبہ ہیں میں خادماں کا	انکے قدموں پہ میں سر رکشا ہوں تو تیغ لگا
دیر لگنے کی نہیں خاتمہ اک بات میں ہے	سر مرے پاس ہی تلوار ہے بات میں ہے
کیڑے بہائی نے قاتل کی یہ منت اوں آتا	سرا پہلے فلم کر تو بڑا ہے احسان
چوٹے بہائی پہ میں قربان مرا سر قربان	کوئی حسرت نہیں باقی ہی یہ ہے اک ایمان

شوق سے اور ہر اک صدمہ و انداؤ کھلا	پر تہ بیتا کا مجھے تنہا سالا شاؤ کھلا
سر پڑے بھائی کا پہلے کیا قاتل نے جدا	دوڑ کر بھائی کے لاشہ سے برادر پٹھا
پھر ٹر پکڑ طوط قبلہ بڑا وہ لاشا پد	پیٹ کر منہ کو یہ چلا یا کہ بھائی یہ کیا پد
ہاے حضرت نہیں کچھ بولو تم رولو این	ہم گلے ملتے ہیں اور آپ جدا ہو تو این
آئی اوس لاش کے حلقوم بریدہ سے صدا	اے مرؤ بھائی مین قربان مین صدقہ مین خدا
تیرے آغوش سے کیونکر نہوں اسوقت جدا	گو دھویا اے طعڑی ہیں یہ جناب زہرا
جھک کر لپٹا کے گلے پیار سے غش ہوئی این	خون چہرہ پہ ملا متی ہیں اور روتی ہیں
یہ وہ سنتا تھا کہ سر ہو گیا اوسکا بھی قلم	لاش نغی سی تر پنے لگی اے وائسٹم
دونوں لاشوں کو شکر نے بھایا باہم پد	زہرہ محروم آبی ہوا پانی اوس دم پد
ڈوب کر نہر مین کوثر کے کنارے ہو چنے	آئی حیدر کی صدا پاس ہماری ہو چنے
<p>حارث جفا کار نے دونوں شہزادوں کے سر ہاے مبارک تو برہ مین رکھ کے قلوبس زین سے باندھے اور ابن زیاد کے پاس لیچلا۔ دوپہر کو وہاں پہونچا۔ دیکھتا کیا ہے کہ دیوان مظالم قائم ہے۔ اس نے بھی تو برہ لیجا کے اوسکے سامنے رکھ دیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اس مین کیا ہے۔ حارث بولا۔ آپ کے دشمنوں کے سزہ رکھ لایا ہوں۔ مجھے انعام و جاکم رحمت ہو۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان سروں کو دبہو کے اور خاک و خون سے پاک کر کے طشت مین میسر سانسے لاؤ دیکھو مین تو کون کے سر ہیں۔ جب سر دھو پونچکے اوسکے روبرور کئے گئے تو ابن زیاد نے دیکھا کہ زخار ہاے انور ماتنہ قرص ماہ کے اور گیسواں مغیر شل مشک سیاہ کے ہیں۔ پوچھا۔ حارث کیا تو سوچ اور چاند کو شکار کر لایا ہے۔ اوسنے ہاتھ باندھ کے عرض کی۔ نہیں حضور یہ نوزندان سلم بن عقیل کے سر ہیں۔ ناظرین ابلا خط</p>	

کہ جادو وہی ہے جو سر پوچھ کے بولے۔ ابن زیاد نے اتنا سنا اور سینہ پر دو ہتھ مار کر زار و قطار رونے لگا۔ اوسکا رونا تھا کہ سارا دربار جو بہاریٹھا ہی رہتا تھا پھوٹ پھوٹ کے ڈاڑھیں مارنے لگا اور آہ و فغان کی صدا آسمان تک پہنچی۔

تھوڑی دیر کے بعد ابن زیاد نے حارث کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اے نعین تجھے ذرا بھی خدا کا خوف نہوا اور عقوبت حق سبحانہ تعالیٰ کا کچھ خیال نہ آیا جو تجھے خسار ہا دلا دیز اور گیسو ہا سے غنیمت پر رحم آتا۔ میں نے یہ زید کو لکھا تھا کہ دونوں لڑکوں کو میں نے نظر بند کر رکھا ہے انکی نسبت جو حکم ہو وہ کیا جائے۔ اب اگر اوسنے لکھ ہیجا کہ اونہیں یہ سکر پاس روانہ کرو تو میں کیا جواب دوں گا۔ تو دونوں کو زندہ ہی سکر پاس کیون نہ لے آیا حارث نے جواب دیا کہ میں لڑکوں کو زندہ ساتھ نہیں لا سکتا تھا۔ شہر کے عوام الناس غوغا کر کے مجھ سے چین لیتے اور میں بی نیل و مرام رہ جاتا آچھ کچھ انعام و اکرام نہ دیتے۔ ابن زیاد بولا۔ اے ملعون۔ تو انکو کسی محفوظ جگہ میں قید کرتا اور مجھے خبر کر دیتا میں فوج بھیجے سکر لے سکتا تھا۔ یہ سکر حارث سے کچھ جواب نہ بنا خاموش ہو رہا۔

پھر ابن زیاد دربار یون کی طرف متوجہ ہوا۔ اونہیں ایک شخص مقابل نام محب اہلبیت لکھا تھا ابن زیاد کو بھی اوسکے عقیدہ سے آگہی تھی مگر تباہل عارفانہ کر کے اوس سے مزاحمت نہیں ہوتا تھا کیونکہ مقابل نہایت عقیم اور ابن زیاد کا اعلیٰ ترین ندیم تھا۔ ابن زیاد نے مقابل کو اپنے سامنے طلب کر کے حکم دیا کہ حارث کو لب فوات لیجا کے جہان یہ دونوں لڑکے مارے گئے ہوں وہیں اسکو جس خوارمی اور زاری سے چاہو قتل کرو۔ ابن سرون کو بھی لیتے جاؤ دیر یانیں ڈال دینا۔ مقابل جامہ میں پہولانہ سمایا اور اپنے ہم خیالوں اور ہم مذہبوں کو ساتھ لیکر بولا۔ اگر عبید اللہ بن زیاد نیز کی سلطنت مجھے دیدیتا تو ہی میں ایسا خوش نموتا جیسا کہ اس

کام کی پسندگی سے ہوا ہون چھوٹا کچھ تو دل کا بخار نکلیگا۔

ان مختصر مقابلے نے حکم دیا کہ حارث کی انگلیں کسلو اور سر و پا رہنہ کر کے بازار میں تشریف کر کے لیملو اور یہ سر کوفیوں کو دکھاتے جاؤ۔ جو اون مظلوموں کو سر دیکھتا تھا اگر بیان چاک کر ڈالتا تھا۔ تمام کوفیہ نام کی خدا سے کان دی آواز نہیں سنائی دیتی تھی اور حارث کے اوپر چاروں طرف سے خار و خس دھول ٹپٹی۔ پتھر اور اینٹوں کی بوجھ پڑ رہی تھی۔ اس صورت سے مقابل اور ان کے ساتھی شہزادوں کے قتل تک اس سے لے گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ان ایک عورت بھی سخت مجروح پڑی۔ سک رہی ہے اور ایک نوجوان مانند سر و آواز مرا ہوا پڑا ہے۔ غلام کا قیمہ قیمہ سب سے جدا افتادہ ہے۔ یہ باجرا دیکھنے لوگ بہت گہراے اور حارث سے پوچھا۔ یہ کیا ہے اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ عورت غریبے انگلیں وا کر کے پہلے تو فرزند ان سلم پر اور پھر اپنے بیٹے پر بین کر کے کھا کہ میں اس حارث بد بخت کی بیوی ہوں۔ میں اسکو اس کام سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ اس ملعون نے مجھے بھی زخمی کیا اور چاہتا تھا کہ مار ڈالے مگر میرا بیٹا اور غلام جو میرے ہم مذہب تھے مجھے بچاتے دوڑے اس نے دونوں کو قتل کیا۔ اب شکر ہے خدا کا کہ ان بے گناہ لوگوں کے قتل کی سزا اسکو ملگئی۔ پھر شوہر کی طرف مخاطب ہو کے بولی۔ اے لعین۔ تو نے دنیا کی طمع سے فرزند ان مسلم کو ناحق شہید کیا اسکی سزا بگت میں بہت خوش ہوئی۔ پھر مقابل سے کہا کہ اے مسلمان دیندار اس ملعون پر ہرگز ہرگز رحم نہ کرنا۔

حارث نے مقابل سے کہا کہ میں دس ہزار اشرفیاء تمہیں دیتا ہوں مجھے چوڑو دین جلا وطن ہو جاؤ لگا اور اس ملک میں کہیں نظر نہ آؤ لگا۔ مقابل نے جواب دیا کہ دس ہزار اشرفیاء تو دکرنا۔ اگر تمام دنیا سونا ہو جائے اور وہ تو مجھے دیدے تو بھی میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں لگا۔ جس طرح تو نے ان بیسویں پر رحم نہیں کیا ہے تجھ پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا۔ تیرے قتل سے مجھے امید ہے کہ خدا میرے

سب گناہ بخشید لگا اور مین دونوں جہان مین سرخرو ہونگا۔

پس حضرت مقاتل گھوڑے سے اتر پڑے اور فرزند ان سلم کا خون وہاں پڑا۔ یکے کے سر پیٹ لیا خون کے آنسو بھاگے۔ بڑی دوا دیا چائی اور دوسکے خون پر پچا طین لکھائیں۔ پھر ہاتھ اوٹھا کے خدا تعالیٰ سے کفرش طلب کی اور شہزادوں کے سر میں کو پانی میں ڈال دیا۔ فوراً بے سلاشے پانی سے باہر نکل آئے اور سر اپنے اپنے جسم سے جا لگے۔ دونوں بے یوں تھے ایک دوسرے کے گلے میں باہین ڈالیں اور لپٹ کے پھر پانی میں واپس گئے۔ ایک روایت میں یوں ہی آیا ہے کہ جب جسم پانی سے نکل آئے اور سر اپنے اپنے تن سے جا لگے تو تعالٰی نے وہیں قبر کھدوا کے دونوں کو دفن کر دیا چنانچہ زیر لوگ وہاں جاتے ہیں اور مقبرہ انور کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

پھر مقاتل نے اپنے ساتھیوں سے کھا کہ پہلے حارث کے دونوں ہاتھ کاٹو۔ جب ہاتھ کٹ چکے تو حکم دیا کہ اب پیر قطع کئے جائیں۔ پھر دونوں کان الگ کئے اور کئے بعد انکھیں نکلوا کے پیٹ چاک کر دیا اور عضو ہاے بریدہ کو پیٹ میں بھر کے اسے سلوا دیا اور لاش کو تختہ پر باندھ کے پانی میں ڈال کر پانی نے قبول نہیں کیا لاش کنارہ آگئی۔ جب تین بار ایسا ہی ہوا تو گڑبگڑ کر لاش کو او سین ڈالے اوپر سے پتھر اور انٹیں بھر دیں اور مٹی اچھا کے زمین ہموار کر دی گئی۔ جب یہ لوگ اپنی سی کر چکے تو زمین نے بھی لاشہ کو قہم حرام کی طرح اوگھیا۔ سہ عمل بھی تین بار کیا مگر تینوں دفعہ لاشہ اوپر تھا۔ معلوم ہوا کہ پانی اور زمین دونوں اسے قبول نہیں کرتے۔ آخر ہار کے ادھر ادھر سے خشک لکڑیاں جمع کیں اور انہیں خوب بھڑک کے شعلہ مارتی آگ میں اسے جھونک دیا۔ جب وہ خاک سیاہ ہو گیا تو راکبہ ہوا میں اڑا دی گئی۔

بعد اسکے دو جنازے تیار کر کے عبادت کے بیٹے اور غلام کو اون پر رکھا اور کوفہ کے باب

بنی خزیمہ پر لاکے پر خون کپڑوں میں اونکو دفن کر دیا۔ مجاہدان اہلبیتؑ نے شہزادوں کے ماتم میں پوشیدہ مجالس عزائم کیں۔

دریغ و درد کہ آن ہر دو نوجوان رفتند	بصد ملاست و حسرت ازین جہان رفتند
غم تیزی و غربت نبودشان در خورد	بجانب پذیر خویشتن روان رفتند

اس جگہ ہمیں اپنے ناظرین کو یہ بات بتانا منظور ہے کہ اکثر لوگوں نے تو یہ لکھا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اپنے والد ماجد کے بعد شہید ہوئے اور یعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت مسلم کے بعد حادثہ جانکاہ کر بلا کے پیچھے قتل ہوئے یعنی جناب امام حسینؑ بھی اون دونوں صاحبزادوں سے قبل شہید ہو چکے تھے۔ یعضوں نے یوں لکھا ہے کہ حضرت مسلم اور دونوں صاحبزادے ایک ہی دن اور ایک ساتھ شہید ہوئے۔ چنانچہ تقریر الشہداء میں مسطور ہے کہ جناب مسلم کو نہ میں جا کے مختار بن عبید ثقی کے مکان پر فرودش ہوئی۔ چالیس گھنٹہ آویسوں نے اونکے ہاتھ پر امام حسینؑ سے بیعت کر لی۔ اونہوں نے یہ کیفیت امام حسینؑ کو لکھ کر اونہیں بلا بھیجا۔ نعمان بن اشیم حاکم کو نہ ملاہرین تو لوگوں کو نہ فائش کرتے تھے کہ امام حسینؑ سے بیعت نہ کرو اور یزید کے مخالفت نہ بنو مگر باطن میں حضرت مسلم کی مدد کرتے تھے۔ یزید کے اخبار نویسوں مسلم بن یزید غمری اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی۔ نعمان بن اشیم معزول ہوئے اور عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ اونکی جگہ متعین ہوا۔ اونے مسلم بن عقیل کی جہات کو متفرق کر دیا یہاں تک کہ نماز مغرب میں پانچ سو آدمی آپ کے مقتدی تھے جب آپ نے سلام پیرا تو ایک بھی نظر نہ آیا۔ تا چار آپ طوعہ کے گھر میں پناہ گزین ہوئے طوعہ کا بیٹا محمد بن اشعث کا ہوا خواہ تھا اونے خبر کر دی۔ ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو وال کو نہ و محمد بن اشعث کو جماعت کثیر کے ساتھ حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کو بھیجا اونہوں نے شجاعت ہاشمی خوب ہی دکھائی اور پستے

اشتیاق کو حاصل جنم کیا۔ اون دونوں مکاروں نے فریب و خدع سے امان مانگی حضرت سلمہ اپنے
 حلم و مروت کے برسرِ رحم آئے اور اپنا موقوف کر کے مع دونوں صاحبزادوں کے اون لوگوں کے ساتھ
 ہو گئے۔ وہاں ابن زیاد نے پہلے سے حکم دے رکھا تھا کہ جب مسلمہ رواڑہ میں قدم رکھیں فوراً قتل
 کر دینا۔ دربان ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیکے دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت سلمہ نے جب دروازہ
 پر قدم رکھا تو یہ آیت پڑھی سَبَّحَ أَفْهَمَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ قُوتٌ مَا يَأْتِيهِمْ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَائِزِينَ
 دربانوں نے دونوں طرف سے تلواریں چوڑیں اور اپکوا آپ کے دونوں صاحبزادوں کو شہید کر ڈالا
 سرانِ مظلوموں کے تیردن پر رکھنے کو چھائے کوفہ میں در بدر پھراے۔ یہ سانحہ سیری ذی الحجہ ۱۸

فرشتے کرتے تھے اس غم سے باریک فوس
 کیا نہ حال پہ سلم کے زینہا رافوس
 چلائی حلق پہ نشیہ ابدار فوس
 اودھ لکھنے اور ہر فوج بشمار فوس
 ڈرے خدا سے نہ بچے وہ سیاہ کار فوس
 یزید یاں شقی دستم شعار فوس

شہید مسلم بیس ہوئے ہزار فوس
 ینا کس طرح سے کروں شرح ظلم ابن زیاد
 شقی نے کچھ بھی نہ غربت کا اونکے پاس کیا
 کچھ اتنا ہی قہ ہی اونکے ظلم کی یارو
 یتیم بچوں کو مارا ترس نہ کچھ کھایا
 وہ روزِ حشر خدا کو جواب کیا دینگے

جناب امام ہمام رضی اللہ عنہ کا گریبا میں پہنچنا

روایان برشتہ جگر اور مورخان ششدر و مضطرب حال اس واقعہ جان سوز کا یوں تحریر فرماتے ہیں کہ
 جسدِ نکوفہ میں جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسی دن جگر گوشہ بتول سوار و دش
 رسول یعنی جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسلم کا خط و کلمہ قافلہ الہیت کے ساتھ
 مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔

حضرت عبدالمدین عباس - جناب عبدالمدین عمر - جابر - ابوسعید خدری اور ابو داؤد قحطی اور دیگر صحابہ اجماع نے مجمع ہو کر امام ہمام سے کہا کہ آپ کو فہیون کے قول و فعل کا ہر گز اعتماد نہ کریں یہ خانہ خدا ہے یہاں سے قدم باہر نکالنا آپ کے حق میں اچانک ہو گا۔ خدا جانے وہاں کیا افتاد ہو اور کیا معاملہ پیش آئے۔ ان کو فہیون نے جو کچھ آپ کے والد بزرگوار اور برادر عالی مقدار کے ساتھ کیا وہ ان کو خوب معلوم ہے۔ حضرت کوفہ والے بڑے دغا باز اور نہایت بد عہد ہیں آپ اونکی ایک بنین اویسر اگر آپ نہیں مانتے تو تنہا تشریف لیجائے بال بچوں اور اہلیت کو میں چھوڑ جائے خصوصاً عبدالمدین عباس نے آپ کے روکنے میں بہت اصرار کیا جب آپ نمائے تو لوگوں کو رنج ہوا اور لشک بسانے لگے۔ حضرت امام ہمام نے بڑے بڑے صحابہ کو اپنی مفارقت سے مغوم دیکھ کر مجبوراً راز سربستہ کو ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے صاحبو میں آپ کے فرمایاں کو بسر و چشم بجالاتا مگر مجبور ہوں میں نے اپنے والد ماجد اور اوتھوں نے جناب سرور کائنات علیہ التحیتہ والصلوٰۃ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ ایک بکری مکہ میں فوج کی جا لگی اور اس کے فوج ہونے سے خانہ کعبہ کی بڑی بے حرمتی ہوئی پس جردن سے میں نے یہ حدیث سنی ہے اسی دن سے ڈر رہا ہوں کہ خدا وہ بکری مجھے نہ بناے۔ اسلئے خود ہی مکہ سے نکلا جاتا ہوں تاکہ جو کچھ ہو یا ہو جائے میرے باعث سے کعبہ کی بے وقری نہ ہو۔ اس حدیث کا مفصل حال ترجمہ بطری اور ترجمہ صواعق اور دیگر کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔ عبدالمدین زبیر اس حدیث کے مصداق ہوئے کیونکہ وہ فخر ثقفی کے مقابلہ میں حرم شریف کے اندر رشید ہوئے۔ اوس معرکہ میں کعبہ کی نہایت بے حرمتی ہوئی۔

اللہ اللہ خانہ کعبہ کا کتنا ادب ملحوظ خاطر عاقل تھا کہ اوسکی بے عزتی کے خیال سے بے وطنی اور یکسوی کی موت بہتر تصور فرماتے تھے جب صحابہ کو اس راز مخفی سے آگاہی ہوئی تو سب خاموش ہوئے کسی نے شکایت کا موقع نہ لیا۔ چنانچہ حفصہ ثمری زنی الحجہ کو معہ اہلبیت اور یاسی اعزاء

اور رفقا کے کوفہ روانہ ہوئے۔

آٹھ ماہ میں خیمہ ملی کہ کوفیوں نے بد عہدی کی اور بن زیاد نے جنابِ مسلم اور ان کے دونوں صاحبزادوں کو شہید کر دیا۔ جماعتِ مسلم متفرق ہو گئی۔ کسی نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ حضرت امامِ ہمام نے صرنا اس واسطے کہ دنیا عالمِ اسباب ہے بحال تمام ہی اسباب کی رعایت ضرور چاہئے مکہ واپس ہونیکا قصد کیا۔ ساتھیوں سے فرمایا کہ جب کوفیوں سے کوئی امید نہیں رہی تو اب وہاں جانا خلافِ مصلحت ہے۔ چلو۔ مکہ بوٹ چلیں۔ برادرانِ حضرت مسلم کے متوجہ جوشِ ملا اور شہرِ شریعی کھا کے کتنے لگے۔ یا حضرت۔ آپ واپس تشریف لے جائیں آپ کو اختیار ہے کسی کی مجال نہیں کہ حضور کا سید راہ ہو ہم البتہ نہ پہرینگے اور کوفہ ہی جائینگے وہاں پہونچنے کا تو دشمنوں سے اپنے بھائی اور بھتیجیوں کا بدلہ لینے کا ہم سب بھی مارے جائینگے۔ جب جنابِ امامِ ہمام نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے یہ بات سنی تو فرمایا لآخر فی الحقیقت بعد کھڑے یعنی تمہارے بعد زندگی کا کیا مزہ ہے۔ بسم اللہ جو ہو سو ہو چلے چلو۔

روایت ہے کہ جنابِ امام حسین مکہ سے روانہ ہوئے جب مقامِ صفح میں پہونچے ہیں تو فرزوقِ شاعر کوفہ سے آتا ہوا آپ کو ملاحظہ فرماتے اوس سے کوفہ کا حال دریافت کیا اوس نے عرض کی میری لڑائی یہ ہے کہ کوفیوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور قضا و قدر آسمان سے نازل ہو رہی ہے واللہ يفعل ما یشاء جنابِ امام نے جواب دیا۔ اے ابافاس قضا کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جب آپ وہاں سے چلے بطنِ الرمہ پہونچے تو قیس بن مسہر کو ایک خط دیکے کوفہ پہونچا۔ مضمون اوس خط کا یہ تھا کہ مسلم بن عقیل کا خط ہمارے پاس آیا۔ معلوم ہوا کہ تم میرے خلیفہ ہونے کے متمنی ہو اور چاہتے ہو کہ میں تمہارے شہر میں آجاؤں۔ خدا تمہیں جزا سے خیر دے اور میرے حق میں تمہاری کوششوں کو ضائع نہ کرے

میں غمغریب تمہارے پاس پہنچتا ہوں خاطر جمع رکھو۔ قیس آپکا یہ نامہ کو فیون کے نام لیکر جب قادیسیہ میں پہنچے تو وہاں حصین بن نمیر کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ پڑے دیکھا۔ باعث اسکا یہ تھا کہ جب امام حسینؑ مکہ سے بغرم کو فہ باہر نکلے تو ابن زیاد کے اخبار نویسوں نے ابن زیاد کو انکی روانگی کی خبر دی۔ یہ خبر سنتے ہی ابن زیاد نے سب راستوں پر اپنی چوکیاں بٹھا دیں اور جابجا تجربہ کار اور جنگی سپاہی متعین کر دیے کہ امام حسینؑ کے ہر فعل اور کارروائی کی خبر کبھی جابجا اسی لئے حصین بن نمیر وہاں معہ اپنے لشکر کے پڑا تھا اوس نے قیس بن مسہر کو گرفتار کر کے کو فہ بھیج دیا اور ابن زیاد نے انہیں مکان کے اوپر سے گروا کے شہید کرادیا۔

جب جناب امام حسینؑ ذات عراق میں پہنچے تو بشیر بن غالب ملے۔ آپنے اون سے پوچھا کہ کو فہ کا کچھ حال سناؤ۔ بشیر نے جواب دیا کہ یا ابن رسول اللہؐ آپنے الکوفی کلاؤنی بھی سنا ہے یا نہیں۔ آپنے فرمایا جی ہاں۔ وہاں سے روانہ ہو کے جب اگلی منترل میں قیام ہوا تو ایک بلندی پر خیمہ نصب دیکھا۔ آپنے صاحب خیمہ کا نام دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ زہیر بن القین البجلي حج کر کے آیا ہے اور کو فہ جاتا ہے یہ خیمہ اوسکا ہے۔ آپنے زہیر کو طلب کیا وہ بڑے تامل کے بعد خدمت امام میں حاضر ہوا۔ آپنے فرمایا اے زہیر۔ کچھ خدا کی محبت میں کوشش کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ زہیر نے التماس کی۔

سرے کی پیش تو برآستان خدمت نیست	سرایت آنگہ منرا و ارتلج عزت نیست
---------------------------------	----------------------------------

میں مدت سے اسی آرزو میں تھا آج۔ ع۔ منت خدا سے را کہ رسیدم بکام خویش۔
پھر حضور کے پاس سے باہر آئے آپنے لوگوں سے کھا کہ میرا خیمہ بھی امام حسینؑ کے خیمہ کے پاس نصب کرو۔ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کے کھا کہ تم میں سے جسے شہادت کی تمنا ہو وہ میرے ساتھ رہے اور جو وطن جانا چاہتا ہو وہ اپنے گھر چلا جائے۔ یہ سنکر اوس کے

بے سہی کوفہ چلے گئے۔ اس وقت زہیر نے اپنی بیوی کو بلایا اور کھا کہ میں امام حسین کے خادمین میں شامل ہو گیا ہوں تو میرے مال میں سے اپنا حق لے لے اور اپنے میکے چلی جا۔ ایک روایت میں ہے کہ زہیر نے اسے طلاق دیکے اس کے بھائی کے ساتھ کوفہ بھیج دیا ایک قول یہ بھی ہے کہ بیوی نے کھا کہ تم امام حسین کے خادم ہو کے رہو گے میں فاطمہ زہرا کی صاحبزادیوں کی لونڈی بنو گی پس دونوں جناب امام حسین کے پاس رہ گئے۔

وہاں سے چلے مقام شقوق میں پہنچے۔ ایک شخص کوفہ سے آیا۔ اسے حضور نے تخلیہ میں طلب فرمایا اور کوفہ کا حال پوچھنے لگے۔ اس نے عرض کی کہ حضور مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر کے سرانکے و شق بھیجے گئے۔ جناب امام حسین نے سنتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور خاموش ہو رہے۔ کسی سے اسکا ذکر نہیں کیا۔

روایت ہے کہ حضرت مسلم کی ایک صاحبزادی اٹھارہ برس کی عمر کی حضور کے ہمراہ تھیں آپ ان سے بہت محبت رکھتے تھے اور بڑی نوازش اور نیر فرمایا کرتے تھے اس دن حسب عادت وہ حضور کے پاس آئین معمول سے زیادہ اپنے اونکی خاطر و مدارات کی۔ اونکا منہ بڑی دیر تک تکتے رہے اور ہاتھ اپنا بار بار اونکے سر اور منہ پر پیرا۔ صاحبزادی کو شک ہوا اور فراست خدا داد سے سمجھا کہ آج ضرور کچھ وال میں کالا ہے۔ عرض کیا یا ابن رسول اللہ۔ آج حضور مجھے اس طرح پیار کر رہے ہیں جیسا یتیموں کو کرتا چاہتے۔ ضرور میرے ابا جان شہید ہو صاحبزادی کا یہ بیان سنکے حضور کو ضبط کا یا لائز ہا۔ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے اور فرمایا کہ بیٹا صبر کرو۔ میں تمہارے باپ کی جگہ ہوں اور زینب تمہاری ماں ہیں۔ میرے بیٹا بیٹی تمہارا بھائی بن ہیں۔ صاحبزادی نے نالہ و فریاد اور وادیا و غم و غم کی۔ اس سے سُنکے اونکے بھائی عمارہ سر ہینیک کے آگئے اور زاری و بقراری میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

جب وہاں سے کوچ کر کے ذوالمہین قیام ہوا تو ابن سعد کا خط حضور کے پاس پہونچا۔
مضمون یہ تھا کہ اہل کوفہ نے اپنی جبلی بیوفائی سے حضرت مسلم کو شہید کیا۔ اونکے ساتھ ہانی
بن عروہ بھی جہان سے گئے۔ اس خط سے آپکو یقین ہو گیا کہ مسلم اس جہان سے سد ہارے۔
جب یہ خبر جناب امام حسین کے لشکر میں شائع ہوئی تو جو لوگ ادھر ار دہر سے آکر جمع ہو گئے
تھے متفرق ہو گئے۔ وہاں سے روانہ ہو کے حضور عالی مقام قصر بنی المقاتل میں رونق افروز ہو
کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خیمہ ایسا تادہ ہے۔ اوسکے دروازہ سے ایک غمخیز ٹلکتی ہے اور اسٹے
ایک میزوزین پر گر پڑا ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ صاحب اس ساز و سامان کا کون ہے
معلوم ہوا کہ عبید اللہ بن الحر جعفی رئیس کوفہ جو بڑا شجاع و دلیر اور نامی و کامی امراء میں سے
ہے۔ جناب امام ہمام نے اوسی کے قبیلہ میں سے ایک صاحب کو جنکا اسم گرامی حسین حجاج ابن
مسروق جعفی تھا اوسے بلانے کو بھیجا۔ حجاج نے جا کے حضور کا سلام اوسے پہونچایا اور کھا
تمہیں امام حسین طلب فرماتے ہیں۔ عبید اللہ نے پوچھا کہ مجھے کیوں بلایا ہے۔ حجاج نے
جواب دیا اسلئے کہ تم اونکا ساتھ دو اور دفع اعداء میں کوشش کرو۔ ثواب عظیم پاؤ گے اگر مارے
گئے تو شہادت کا درجہ ملیگا۔ عبید اللہ بولا میں اسی واسطے کوفہ سے نکل بھاگا ہوں کہ اگر
کمین جناب امام وہاں پہونچنے کو اور مقتول ہوئے تو میں بھی کوفیوں کے ساتھ لاندہ جاؤں گا۔ کوئی
تو دولت دنیا کے لالچ سے خاندان نبوت کے دشمن بننے ابن زیاد سے ملگئے اور مال فانی کو نعم
جاودانی پر ترجیح دینچکے مگر میں نہ اون سے لڑنے کی طاقت رکھتا ہوں نہ اونکی موافقت پسند
کرتا ہوں۔ وہاں سے الگ ہوا آیا ہوں۔ حجاج نے یہ حال امام ہمام کے حضور میں آکے عرض
کر دیا۔ جناب امام حسین اوٹے اور خود عبید اللہ جعفی کے پاس تشریف لے گئے۔ ابن ابی العظیم و کرم
بجالیایا اور حضور کو صدر میں بٹھا کے خود دست بستہ رو برو کھڑا ہوا۔ ارشاد ہوا کہ شاہیر کوفہ نے

نامے اور قاصد پہنچ پہنچ کے مجھے بلوایا کہ ہم سب تمہارے جان نثار خیر خواہ اور خدائے مہربان
 آپ بھائی آئیں اور ہماری سرداری قبول فرمائیں۔ اب سنا جاتا ہے کہ انہوں نے گمراہی اختیار
 کی۔ اے عبید اللہ۔ تو خوب جانتا ہے کہ اس دنیا میں جو بڑا باہلہ کریگا اور کاہلہ عقیلی میں پائیگا
 اسلئے میری درخواست ہے کہ تو میری مدد اور یاری کر۔ قیامت کے دن اپنے نانا محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری سفارش کروں گا۔ عبید اللہ نے عرض کیا۔ یقین کلی ہے کہ جو کوئی آپ کی
 تابعداری کریگا آخرت میں سرخرو ہوگا۔ مگر خوب سمجھ لیجئے کہ کوئی آپ کے دشمن ہو گئے ہیں وہاں
 کوئی آپ کا مدد و معاون نہیں۔ آپ کے ساتھ مدد دے چند آدمی ہیں حالانکہ ان کے لشکر کی گنتی اور
 شمار نہیں خواہ مخواہ حضور ہی مغلوب ہونگے۔ میں ایک آدمی کس شمار و قطار میں ہوں اور آپ کے
 حق میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجھے اپنا غلام سمجھ کے آؤا ہی کر دیجئے عمر بہر حضور کا ممنون و مشکور رہوں گا
 یہ ایک گھوڑی بندگان عالی کی نذر کرتا ہوں۔ اس کا نام بلحقہ ہے۔ والد اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا
 اور یہ بکھڑا پڑتی ہے۔ ہوا ہے۔ آندہ ہی ہے۔ چلا وہ ہے۔ آپ اسے قبول فرمائیں۔ ع
 بزرگ سیرت تحفہ نور دیش۔ اور یہ میری سیف صا رم نام بھی حضور پر سے تر بان ہے۔ بخدا۔
 دنیا میں ایسا ہتیا کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ ع پائے ملخ زبور سلیمان قبول کر دیں۔ حضور اوٹھ کھڑے
 ہوئے اور فرمایا کہ میں گھوڑی اور شمشیر کے لالچ سے تیرے پاس نہیں آیا تھا بلکہ میری یہ غرض
 تھی کہ تو میرا ساتھ دیکر مستحق ثواب آخرت ہو۔ جب تو اپنی جان کو مجھ سے دریغ کرتا ہے
 تو تیرا مال لیکر میں کیا کرؤں گا۔ روایت ہے کہ عبید اللہ جعفری کو اپنے کئے پر بدتون رنج رہا اور اسی
 رنج میں اس نے ایک بڑی طول طویل نظم لکھی۔ ابوالموید موفوق بن احمد کی نے اپنی تاریخ میں
 وہ نظم نقل کی ہے جس کے چند شعروں کا ترجمہ فارسی میں یہ ہے۔

مراقتا قدم در نہ بیاری

زہے کہ چون شاہ شہیدان

<p>تو زیدم طریقِ حق گذاری بہ شہیدِ راہ اودر دوستداری مرازلطیفِ ادا میدواری بماندہ در مقامِ شرمساری بہ ولے سودے ندر داہ وزاری</p>	<p>چرا ہوا کہ آنحضرت ز فرست اگر در کربلا می گشتم آنروز بہ بیسے بودے بفرماے قیامت کنون اوفت من از روستے تقصیر بصدزاری دادم می کشم آہ</p>
<p>روایت ہے کہ جب حضور تعالیٰ یثرب میں جا کے اترے تو سر پر نایاب زینب رضی اللہ عنہا اپنی ہنسی کی گود میں رکھ کے سو گئے۔ یکایک روتے ہوئے چومکے۔ دوسری ہنسی ام کلثوم نے پوچھا۔ اے جگر گوشہ مصطفیٰ۔ وائے نوردیدہ علی مرتضیٰ اور اے سرور سینہ فاطمہ زہرا۔ باعث اس گریہ وزاری کا کیا ہے حضور نے فرمایا۔ اس وقت میں نے نانا صاحب کو خواب میں دیکھا کہ روتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے میرے لخت جگر حسین۔ تو اب جلد ہمارے پاس آینا والا ہے۔ ایک اور سوار سامنے سے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا کہ تم موت سے بھاگتے ہو اور موت تمہارے پیچھے پنجے جھاڑ کے پڑی ہے۔ اتنا سنکے میری آنکھوں میں لگ گئی اور جوش گریہ نے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ حضرت ام کلثوم بھی رونے لگیں اور پردگیانِ حریم عصمت بھی ملول و محزون ہو کر واویلا مچانے لگی۔ اس وقت جناب علی اکبر نے اوٹھ کے التماس کی۔ بابا جان۔ میں آپ پر سے قریبان۔ ارشاد ہو کہ ہم لوگ حق پر ہی ہیں یا نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بیشک ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ پس شہزادہ عالم و عالمیان بولے تو کچھ پرواہ نہیں یہ سر راہ حق ہی کے لئے ہیں۔ وہاں سے چلکے منزلِ قطیف طمانین قیام ہوا۔ وہاں پر حضور نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اے صاحبو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ جہاں تمہارے جی میں آئے چلے جاؤ۔ کوفیون نے جگہ سے بیوقوفی کی اور سلم بن عقیل کو شہید کر ڈالا۔ اون کے نزدیک اگر دشمن ہوتا</p>	

تو میں ہوں تمہاری کوئی خطائیں۔ تم سے یہ لوگ ہرگز متعرض نہ ہونگے تم بخوبی اپنے اپنے گہ پہنچ سکتے ہو یہ مصیبت مجھ پر ہے۔ تم میری آئی میں کیون جان دیتے ہو۔ یہ سنکر جو لوگ ثابت قدم نہ تھے زچہ کر ہوئے۔ صرف فرزند و برادر و چند عزیز و اقارب اور سوڑے سے اور لوگ باقی رہ گئے۔ ان سے بھی حضور نے فرمایا کہ اے دوستو میرے رشتہ دار و نگو مجھ سے اور مجھے رشتہ داروں سے راہ گزین میں مگر تم کو میں سے لئے اپنی جانیں کہوتے ہو۔ وفاداران حق گذار اور ہونا وہاں سید فتح محمد توفیق اللفظ ہو کر بول اوٹھے۔ اے ابن رسول اللہ۔ یہ تو ایک جان ہے اگر ہزار جانیں ہوتیں تو بھی آپ کے قدموں کی خاک پاک پر تیار کر دیتے۔ آپ آسمان ولایت کے ماہ اور سند و امست کے بادشاہ ہیں۔ جسے آج حضور سے منہ پیرا فردا سے قیامت کو آپ کے سامنے کیسے سراوٹھائیگا۔

خوشا جانے کہ جانانش تو باشی
خوشا چشمے کہ انانش تو باشی
ہوے آنکہ درانش تو باشی

خوشا ملکہ کہ سلطانش تو باشی
خوشا روئے کہ دروئے تو باشی
بدر و دل بدر و دم عمرے

اے ریحانِ رؤفہ رسالت و اے یاسمنِ گلشنِ جلالت یہیں اپنے بوستان وصال سے فراق کے کانٹوں میں نہ ڈالئے۔ ہمارے حسابوں اگر تمام عالم پر گل و گلزار ہے مگر آپ کے ہجر میں وہ از سر تا پا خار ہے۔ ہوا خواہ حضور یہ کہتے جاتے تھے اور زار و قطار روئے تھے۔ حضور کو بھی اونکے ساتھ وقت تھی۔ آخر شش وہ لوگ قدمِ مینت ازوم سے جدا ہوئے حضور کو بھی اونہیں اپنے سایہ میں ہی رکنا پڑا۔

کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے اپنا جاسوس مکہ کو اس لئے بھیجا تھا کہ جناب امام جیب کو فخر کی طرف متوجہ ہوں تو فی الفور مجھے خبر کرنا۔ اسی زمانہ میں وہ قاصد آیا اطلاع کی کہ آج امام ہام

ملکہ سے چلے ہوئے سولہ دن ہو گئے۔ آج قبیلہ بنی سکون میں ان کا مقام ہے۔ یہ سنکر ابن زیاد نے حرب بن زید ریاحی کو ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا کہ جیسے بنے ویسے امام حسین کو بھان لے اور خیر دار وہ کسی اور طرف نہ جانے پائیں۔

حضرت حرروانہ ہوئے اور اوہر جناب امام قبیلہ بنی سکون سے کوفہ کو چلے۔ بنی عکرہ کا ایک آدمی راستہ میں ملا۔ آپ نے اوس سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا۔ اوس نے عرض کی کہ ابن زیاد نے آپ کی طلب میں جنگل کو لشکر سے پاٹ دیا ہے۔ قادسیہ سے لگا کے غیب تک تل رکھنے کو جبکہ نہیں ہے۔ آپ وہاں پہنچے اور لڑائی چڑ گئی۔ بہتر ہو کہ حضور میں سے لوٹ جائیں اگر ایسا نہ کریں گے تو والد آپ ملک الموت کے متعین جاتے ہیں۔ کوفیوں کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں۔ بلکہ ان میں سے بہت لوگوں نے تو آپ کے چچا زاد بھائی سے بیعت بھی کی تھی۔ سپر بھی کجرت صاف پھر گئے اور لشکر شام میں نوکریان اور عہدے پاے بیٹھے ہیں جناب امام نے فرمایا۔ ”جزاک اللہ خیر“ تو نے شرط نصیحت ادا کی خدا تجھے نیک بدلہ دے

وہاں سے گذر کے حضور منزل سمرات میں وارد ہوئے۔ رات وہیں بسر ہوئی علی الصبح وہاں سے بھی کوچ ہو گیا۔ ٹھیک دوپہر کو لشکر حرارہ میں ملا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ سب صحرا میں اترے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے گھوڑوں کے سایہ میں بیٹھے ہیں۔ جب ان کی نظر امام ہمام کے لشکر پر پڑی فوراً گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور صفین باندہ لہیں۔ حضور نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ دریافت کرو یہ کس کا لشکر ہے۔ حرب بن زید سامنے آئے اور نام و نسب اپنا بیان کیا۔ حضور نے پوچھا یا احوالنا ام علینا یعنی تم ہم سے لڑنے آئے ہو یا ہمارے دوست ہو۔ حضرت حر نے جواب دیا کہ لڑنے آیا ہوں۔ جناب امام نے فرمایا الاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اے حر کیا خیال ہے۔ جناب حر نے جواب دیا کہ ابن زیاد نے مجھے اسے بھیجا ہے کہ آپ کو

گرتا کر کے اس کے پاس پہنچا اور واپس نہ جانید وں کسی طرح اور کسی وقت آپ سے جدا نہ ہوں
جب تک کہ آپ کو کوفہ کے دروازہ میں نہ پہنچا دوں۔ اسی اتنا وین ظہر کا وقت آگیا۔ جناب امام نے
حضرت حر سے فرمایا کہ نماز کا وقت ہے تم اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھو میں اپنے لوگوں کے
ساتھ پڑھوں گا۔ حضرت حر بولے۔ یہ کیوں۔ دونوں لشکر آپ ہی کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ آپ
ابن رسول اللہ اور ہمارے پیشوا اور امام ہیں جناب امام نے حضرت حر کو دعویٰ اور نماز پڑھائی
پھر اوشکے اپنی تلوار پر سہارا دیا اور خطبہ فصیح و بلیغ بیان فرمایا۔ ایسا الناس میں اپنے ارادہ
سے ادھر نہیں آیا ہوں۔ تمہارے سینکڑوں قاصد اور تارے میرے پاس پہنچے ہیں۔ لکھا
تھا کہ بہت جلد ادھر متوجہ ہو جائے لیکن کوئی امام نہیں جسکی ہم اقتدار میں اگر آپ دستگیری فرما
تو ہمارے مہات دینی و دنیوی کا انتظام ہو سکتا ہے میں تم لوگوں کے عمود و موثیق کو
مستحکم سمجھ کے یہاں چلا آیا۔ اب چاروں طرف مجھ پر نزعہ ہے اور میرے ستانے کی فکر میں
کی جاتی ہیں۔ اگر تم لوگ میری بیعت اور متابعت سے پیشان ہو تو مجھ سے کمد و جدہ چاہوں
چلا جاؤں۔ جناب حر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بخدا مجھے اس نامہ و پیام کی مطلق خبر نہیں کہ
کسے خط لکھے۔ کسے قاصد بھیجے اور کیوں آپ بلا سے جاتے ہیں حضرت حر کی تاواقفیت
اور اعلیٰ کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس زمانہ میں کوفہ موجود نہ تھے اس کے نواح میں کسی جگہ حکومت پر
ماور تھے۔ یہ سب خط و کتابت اونکی غیبت میں ہوئی تھی۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ گو تمکو
خبر نہیں مگر تمہارے لشکر میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنکے خطوط میں تمہیں وکما
سکتا ہوں۔ یہ فرما کے حضور نے موجودہ اشخاص کے خط نکالے اور پڑھنا شروع کئے
لکھنے والوں نے سر نیچے کر لئے اور خجل و متعزل ہوئے پھر امام فلک مقام اوٹھے اور نماز
عصر جماعت سے ادا کی۔ ناگاہ ایک خستہ سوار حضرت حر کے پاس آیا اور ابن زیاد کا خط انہیں

مضمون یہ تھا کہ جہان میری یہ تحریر تمہیں ملے وہیں امام حسین کو روک لینا اور اسے مقام پر
 اونہیں بٹیرنا جان پانی اور گھاس کا نام بھی نہ ہو۔ اگر اونکی گرفتاری میں تنے کسی طرح کی کمی
 کی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جسکے تم تحمل نہو سکو گے۔ جناب حُر نے اسے پڑھ کے امام
 آسمان جاہ کے ہاتھ میں دیدیا اور دکھا کہ دیکھئے ابن زیاد کو حضور سے کیسی دشمنی ہے حیران
 ہوں کہ کیا کروں اور کیا نکروں۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو اس سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ جو آپ سے لڑتا
 ہوں تو تیا س کے دن خدا و رسول کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ پہرا بنی سپاہ سے مخفی جناب امام
 سے عرض کی کہ حضور حُر کے ہاتھ کٹیں اگر وہ حضور پر تلوار اٹھائے۔ اسکی آنکھیں بہوٹیں
 جو آپ کو دشمنی کی نظر سے دیکھے راستہ میں ہر شجر و حجر سے میسے کہ کان میں یہ آواز آئی ہے کہ
 اے حُر جنت تیرے لئے آراستہ ہے حسین کے ساتھ کوئی گستاخی نہ کیجو میں یہ سنتا تھا
 اور اپنے دل میں کہتا تھا حُر تجھ پر کیا خدا کی مار ہے جو ابن رسول اللہ سے لڑنے چلا ہے
 چونکہ اسوقت مخالف میسے ساتھ میں انکے دکھانکے لئے کچھ ابن زیاد کے حکم کی بھی
 تعمیل کر دوں۔ حرم مبارک بھی حضور کے ہمراہ ہیں۔ مصلحت یہی ہے کہ آپ اس لشکر سے
 دور و ترین۔ چلئے میں اور آپ دونوں سوار ہو چلیں اور کہیں دور جگہ تجویز کر آئیں۔ ابن زیاد
 کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائیگی۔ رات کو جب سب سو پاؤ پڑ جائے آپ جدہہ جا میں چلے جائیں
 صبح لوگ جائینگے تو معلوم ہوگا کہ حضور نہیں ہیں ان لوگوں کے ساتھ جا کے جنگل میں
 انہیں ادھر ادھر کی خاک پشکا لاؤں گا اور کہہ دوں گا کہ واللہ عالم وہ لوگ کہہ گئے اب پھر چلو جناب امام
 عالی مقام نے حضرت حُر کے حق میں دعائے خیر کی اور درو جاؤ ترے۔ ادھی رات کو اوٹکے
 کوچ کر دیا شب تا ایک میں یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کہہ کو منہ اوٹھکیا اور کہاں جاتے ہیں جب
 سفیدہ سمحہ نمودار ہوا تو حضور کا گھوڑا ایک زمین ہولناک پر پہونچے ٹھیر گیا۔ آپ تازیانہ پرتا زیا نہ

جاتے تھے مگر وہ قدم آگے نہ بڑھاتا تھا۔ جناب امام نے پوچھا کوئی جانتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے ایک آدمی نے سامنے آگے جواب دیا کہ اس زمین کو ماریہ کہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں۔ اسکا ایک اور نام بھی ہے۔ لوگوں نے التماس کی کہ ہاں۔ کر بلا بھی مشہور ہے۔ یہ سنتے ہی ایک نعرہ مارا اور کھا اللہ اکبر! مرض کرب و بلا و وسفک دمآء یہ سنکے سب عزیز و قریب چاروں طرف سے گھراے اور پوچھا حضور نے اس وقت کس واسطے ایسا دردناک نعرہ مارا جس سے ہمارے دل تلکئے۔ ارشاد ہوا۔

یہیں پہنچ کر مرے حلق پر چلائیے	یہی جگہ ہے جہاں میرا خون بہائیے
چلیگا حلق پہ میرے اسی جگہ خنجر	پڑا رہیگا یہیں میرا لاشہ بے سر
یہیں حسین کے اجاب قتل ہوئیے	یہاں پہ سب مرے اصحاب قتل ہوئیے
یہاں پہ ہوئیے مقتول دوستانِ حسین	یہ شوت وہ ہو کہ جاگی حسین جانِ حسین
یہاں پہ اہل حرم کا بھی ہوگا حالِ خراب	یہاں پہ آلِ محمد پہ بند ہوگا آب
یہاں سے قیدی لبو و دشتِ جانیے	یہاں پہ اہل حرم ظلم سب اٹھائیے
یہیں پہ خاتمہ آلِ مصطفیٰ ہوگا	اسی مقام پہ تم سب کا خاتمہ ہوگا

جناب علی اکبر نے آگے آگے عرض کی کہ اے والدِ بزرگوار آپ اپنی زبان وحی نشان سے ایسی فال بد نکالیں۔ فرمایا اے جانِ پدر۔ میں تیرے جدِ بزرگوار کے ہمراہ جنگِ صفین میں یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ جناب امیر نے سواری سے اتر کے سر مبارک بھائیِ حُسن کے زانو پر رکھا اور سو رہے۔ میں اونکے قدموں میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ والد ماجد روئے ہوئے اٹھے۔ برادرِ مکرم نے عرض کی کہ یا ابتاہ خیر ہے۔ فرمایا۔ پٹا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اس جنگل میں دریاے خون موجزن ہے اور میرا پیا لڑا حسین اوس میں ہاتھ پاؤں مارا ہے

اور فریاد کرتا ہے لیکن کوئی اوسکی نہیں سنتا۔ ناگاہ اوسکی نظر مجھ پر پڑی۔ بیتاب ہو کے پکارا کہ اباجان آپ ہی مجھے اس بحر ناپیدالکنار سے ہاتھ بڑھا کر نکال لین ورنہ میری جان چلی میں نے جو ایدیا بیٹھا۔ صبر کر کہ صباروں کے اجر کا حساب نہیں ہو سکتا اعافی الصبارون اجرهم بغیر حسنا یہ فرما کے حکم دیا کہ اونٹوں کو بٹھا دو اور بوجہ اوتار لو۔ خیمے میں نصب ہونگے۔

بارکشائید کا نیجا خون ماخواہند نخت	آب روئے مانجاک کر بلاخواہند نخت
کودکان جعفر طیار راخواہند کشت	گرد بر خسار آل مصطفیٰ خواہند نخت
آن سگان از حیلہ دوریاہ بازی دمبم	خون نور دیدہ شیر خداخواہند نخت

یہ فرما کے حضور نے مرکب سے نیچے پاؤں رکھا کر بلا کی خاک کارنگا زرد ہو گیا اور ایسی گرد اوڑی کہ گیسوے حسین غبار آلود ہو گئے۔ حضرت ام کلثوم لبوسین کہ اسے بہائی دوڑو۔ عجیب حال ہے مجھے اس دشت سے ہول عظیم معلوم ہوتا ہے۔ حضور نے بہن کو تسلی دی۔ پھر شمع بانو کو طلب کر کے فرمانے لگے کہ اے میری عکسار جب تم مجھے یہاں گھوڑے سے نیچے گرتے اور تیغ و نیزہ کے زخموں سے چور چور دیکھو تو ہرگز ہرگز سر اور بال برہنہ نہ کرنا۔ سینہ اور منہ نہ کھٹکنا کیونکہ شہادت اعداء سے بڑی مصیبت ہے۔ اہل بیت نے جو یہ گفتگو سنی ایک شور و فغان کا بلند کیا۔ سب کہنے لگے کہ اے ہمارے سید و سرور یہ کیا فرمایا یہ داغ اندوہ ملال کا ہم یتیموں اور غریبوں سے کیسے سھا جائیگا اور آپ کے بعد ہم یکیسوں کی سرپرستی کون فرمائے گا۔

این سخن چیست کہ دلما ہنگی خون گردد	دید ہا از غم دل و جلد و جیون گردد
------------------------------------	-----------------------------------

امام اٹام نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو گا کوئی چارہ نہیں۔ سوائے صبر کے اور کچھ نہیں ہو سکتا البتہ خدا سے پناہ مانگو۔ پھر حکم ہوا کہ خیمے میں نصب کر دو۔ پس دریا سے فراٹ کے کنارہ قیام ہوا جب حضرت امام حسین دشت کربلا میں پہنچے تو حضرت حزن نے ازنا خیر خواہی اور خوش

اعتقادی حضور کو اطلاع دی کہ اب جو میں نے خوب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد بیشک حضور کی جان کے ورپے ہے۔ غنقریب فوج کثیر حضور کی ایداد ہی کو روانہ کی جائیگی مناسب ہے کہ حضور کر بلا سے کوچ کر جائیں۔ یہاں جو کچھ یہ کہ سر پر گزریگی میں بہکت لو لگا خدا آپ کو صحیح و سلامت رکھے۔

حضرت حر کا جب یہ پیام حضور کے پاس پہنچا تو آپ کر بلا سے روانہ ہو گئے۔ تمام رات چلے صحیح جو دیکھتے ہیں وہیں تھے جہاں سے چلے تھے۔ روایت ہے کہ کئی دن متواتر ایسا ہی ہوا تمام رات قطع مسافت کرتے اور صبح جہاں کے تھان نظر آتے۔ آخر نوبت باین جا رسید کہ اونٹوں کو ہر چند مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ٹلتے تھے۔ اس لئے چار دنا چار مشیت کر دگار سمجھ کے وہیں قیام کیا۔ یہ دن جمعرات کا اور محرم ۱۱۱ھ ہجری کی دوسری تاریخ تھی روایت ہے کہ حر کے ساتھیوں میں ایک شخص ثمرہ نامی تھا او سے جناب امام سچا سنتے تھے۔ آپ نے او سے بلا کے تخلیہ میں باتیں کیں۔ اوں نے عرض کی کہ ثمرہ اے کو فہ سب آپ کے دشمن ہیں البتہ چند عوام الناس نے آپ کی اطاعت قبول کی ہے سو کل صبح تک ان کا رنگ بھی دگرگون ہو جائیگا۔ ثمرہ نے یہ بھی گزارش کی کہ آپ کے ہمراہ ٹہری ہر آدمی ہیں زید کے لشکر پیشہ مار کے سامنے ان سے کیا ہو سکیگا۔ ہم آپ کو نواح نجف میں غری کے پھاڑونہ لعل میں وہاں دس ہزار آدمی قوم طے کے آپ کی حمایت کے لئے تیار و مستعد ہو جائیں گے مگر آپ نے وہاں جانا پسند نہ فرمایا۔

روایت ہے کہ اوس زمانہ میں وہاں خون کا مادہ ایسا جوش زن تھا کہ اگر میخ زمین میں گاڑی جاتی تھی تو خون کا فوارہ بہوٹ پڑتا تھا جس درخت سے لکڑی توڑی جاتی تھی خون بہ نکلتا تھا سچ ہے۔ اگر جناب امام ہمام صبر فرماتے تو تمام دنیا خون میں ڈوب جاتی جب حضور نے حال

معائنہ فرمایا تو ارشاد ہوا کہ بھیاں سے بھاگنا عبرت ہے۔ اپنا مقام موعود بھی ہے۔
 غرض کہ وہین قیام کر دیا۔ ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم فوج ملائکہ کے
 ساتھ آپ کے پاس تشریف لائے ہیں اور آپ کو بغل میں لیکے فرماتے ہیں۔ اے فرزند
 ولید۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ دشمنانِ بیدین تجھے بھیاں تہ تیغ بیدریغ کریں گے۔ خیر مرضی
 مولیٰ از ہر بہ اولیٰ۔ لیکن وہ قیامت میں میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔ پس قریب ہے کہ
 خدا تجھے شہادت کا درجہ عطا فرمائے۔ بہشت تیرے واسطے آراستہ کی جاتی ہے اور تیرے
 والدین تیرے منتظر ہیں۔ پھر حضرت امام کے سینہ بے کینہ پر دست مبارک رکھکے دعا کی۔
 اللہم اعط الحسنین صبرا واجرا یعنی اے بار خدا حسین کو صبر اور اجر عطا فرما۔ اسکے بعد حضرت
 امام بیدار ہوئے اور سب اہل بیت کو یہ خواب کہ سُنا یا جو سُنا تھا زار و قطار روتا تھا اور کہتا تھا
 انا لله وانا الیہ راجعون۔

نور الائمہ نے روایت کی ہے کہ جناب امام نے کربلا سے سلیمان ابن صرور خراعی کو فی کوئی
 نامہ لکھا کہ تیری درخواست میں بھیاں آیا ہوں اگر تجھے اپنا وعدہ وفا کرنا ہے تو میرا ساتھ دے
 ورنہ میں سمجھ لوں گا کہ کوفیوں کا شیوہ بھی ہے۔ اونہیں میں سے کہ باپ۔ بہائی اور چچا زاد بھائی
 کے ساتھ بھی ایسی ہی سوچی تھی۔ چاروں طرف سے لشکروں میں گہرا ہوا ہوں میری مدد کرو
 تو اچھا ہے ورنہ راضی برضاے خدا جو کچھ مجھ سے ہو سیکے گا کروں گا الرضاء بالقضاء باب
 اللہ الا عظم یہ نامہ لکھتے قیس اعرابی کو دیا گیا۔ وہ کوفہ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں لوگوں
 نے اونہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ قیس نے وہاں حضور کا نامہ بغل سے
 نکال کے چاک کر دیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ تھے یہ کیا پھاڑ ڈالا حضرت قیس نے جواب دیا کہ امام
 عالی مقام کا نامہ تھا میں نے اسے تلف کر دیا کہ تجھے بید سے آگئی نہوجاے۔ دوستوں کے

اسرار و مضمون پر ظاہر کیون ہوں۔ ابن زیاد نے غضبناک ہو کے کہا کہ یہ اتوا دن لوگوں کے نام مجھے بتا جسکے نام تو خط لایا تھا یا امام حسین اور انکے والد بزرگوار پر تو یہ تو بہ لغو ذرا بد لہنت اور میری اور یزید کی تعریف کر۔ حضرت قیس بوئے کہ مکتوب الیہم کے نام ہرگز نہ بتاؤ گا البتہ تیری دوسری فرمائش کی تعمیل ممکن ہو۔ ساری قوم کو جامع مسجد میں جمع ہو نیک حکم دیدو اور مجھے منبر پر جانکی اجازت دیو جو کچھ میں جانتا ہوں کہد فرماؤ چنانچہ بتادی ہوئی۔ جامع مسجد آمین۔ سے بھر گئی تل رکنے کو جگہ نہ تھی صحن میں منبر رکھ دیا گیا قیس نے منبر پر جا کے حمد و نعت کے بعد کہا۔ اے قوم۔ جانو اور آگاہ ہو کہ میں امیر المؤمنین حسین کا ایلچی ہوں۔ وہ یزید سے زیادہ سخی ہیں انہیں اپنا ولی و پیشوا بنا کر یہ ملک دیدو۔ وہ فرزند رسول ہیں اور تمہاری سے آدمیوں کے ساتھ کہ بلا میں پڑے ہیں چار دن طرف کے بجے حساب فوج نے انہیں گھر رکھا ہے۔ خوشحال اوس صاحب دولت کا جو ہجوم بلا سے بخون و خطر ہو کے کہ بلا میں دن سے جا ملے۔ اسکے بعد یزید اور ابن زیاد کے نام پر وہ صلواتیں سنائیں کہ کتے اور کوٹے گسن کھاتے تھے۔ لوگوں نے اپنے اپنے راستوں میں اونگیاں داب لیں یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی کہ حضرت وہاں تو دوسرا ہی گل کھل گیا۔ اوس نے سخت بیچ و تاب کھایا اور قیس کو بلا کے قتل کرا دیا۔ جناب امام اونکی شہادت سے نہایت مغموم ہوئے اور رو کر قیس کے حق میں دعا کے خیر کی۔

اب اس جگہ طے سے یہ خبر لگ گئی کہ جناب امام حسین کہ بلا میں ہیں۔ ابن زیاد نے آپکو کہنا کہ یزید کا حکم یہ ہے کہ نام باہر مضمون آیا ہے کہ جب تک حسین سے میری بیعت نہ لیلو اپنے اوپر کھانا۔ پینا۔ سونا حرام سمجھو۔ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو سزاؤ کا یہ کہ پاس بھیج دو۔ اب اسے حسین میں تمہیں نصیحت کرا ہوں کہ یزید سے بیعت کرو ورنہ ہمیں یزید کے حکم کی تعمیل کر رہیں۔ لڑائی کی واسطے مستعد تیار ہو جاؤ۔ جناب امام ہام نے یہ نام پڑھ کر پھینک دیا اور

فرمایا کہ بڑا سہو اوس قوم کا جو ضاع مخلوق کو غضب خالق پر مقدم سمجھتے ہیں۔

رویدینا آورد و پشت بر عقبی کنند	خلق را خشنود سازند و خدا را خشنینک
---------------------------------	------------------------------------

ابن زیاد کے قاصد نے عرض کی کہ حضور جواب مرحمت ہو۔ ارشاد ہوا۔ مالک عندی جواباً
 فقد حقت علیہ کلمۃ العذاب یعنی اسکا جواب کچھ نہیں ہے۔ ستر عید الد کی کلمہ عذاب
 قاصد نے یون ہی جا کے کہ یا عید الد سکر نہایت خفا ہوا اور حضار مجلس کی طرف مخاطب ہو کر
 بولا کہ تم میں سے کون حسین کے مقابلہ کو جانا چاہتا ہے۔ اوسے میں عراق کا وہی شہر بخشدنگا
 جو وہ مانگیگا۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ اوسنے دوبارہ بھی لکھا۔ پھر بھی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ جبکہ
 پھر بھی سوال کیا مگر کسی نے دم تک نہ مارا۔ آخر ش اوسنے ابن سعد کو اپنے سامنے طلب کر کے
 لکھا۔ مدتوں سے سن رہا ہوں کہ تو حکومت رے کے استیاق میں ہے۔ فی الواقع وہ ولایت
 بہت وسیع ہے اور آمدنی بھی اوسکی حد سے زیادہ ہے میں اسی وقت سنداوسکی تیرے نام
 لکھنے کو تیار ہوں مگر ابن سعد کی مال ٹپک پڑی۔ فوراً راضی ہو گیا۔ ابن زیاد نے اسی وقت
 حکومت رے اور ایالت طبرستان کی سنداوسکے نام لکھ کے خلعت پہنا دیا۔ گوٹرا مغرق ساز
 ویراق کا اوسکے لئے آگیا۔ پھر ابن زیاد اوس سے مخاطب ہوا اور بولا۔ تو حاکم رے ہو گیا لے
 یہ پچاس خرواخر فیان تیرے لئے ہیں۔ مزید بران نیرید کے لشکر کی سپہ سالاری کا عہدہ
 بھی تجھی کو دیا۔ کوئی میرے ان حکموں کو نسوخ نہیں کر سکتا۔ مگر شرط یہی ہے کہ سید ہاکرہ کو
 چلا جایا تو حسین سے نیرید کی بیعت لے لے یا اولکاسر نیرید کے پاس بھجوا دے ابن سعد نے
 جواب دیا۔ اُسے ایسے بڑا کام ہے بے سوچے سمجھے اسکو شروع نہ کرنا چاہئے۔ مجھے
 ملت دی جائے تاکہ میں اپنے گمراہوں اور دوست آشتاؤں سے مشورہ کر لوں ابن زیاد
 بولا کہ جلد جاؤ اور جو کچھ ٹھہرے اوسکی مجھے خبر دینا۔ ابن سعد وہی خلعت ابن زیاد کو دیا ہوا

چھٹکے اسپ چینی پر سوار ہو حکومت رے کی سند ہاتھ میں لئے ہوئے چل دیا جب گہرواؤں
 نے اس صورت سے دیکھا تو پوچھا کہ یہ گھوڑا اور خلعت کھان سے پایا اور یہ کاغذ ہاتھ میں کیسا
 ابن سعد نے جواب دیا کہ خدا نے چمپر بھاط کے دولت مجھے دی ہے۔ سعادت طالع نے
 ایسی یاوری کی جس کا حساب نہیں۔ امیر عبد اللہ ابن زیاد نے سپہ سالار لشکر مجھے کر کے امارت
 رے اور بصرستان کی سند دیدی ہے اور حسین سے لڑنے کو کہا ہے۔ ابن سعد کے چوٹے
 بیٹے نے اپنا منہ پیٹ لیا اور بولا افسوس صد افسوس۔ تنہ یہ کیا اندھیر کیا۔ تمہیں دولت
 دنیا کی حرص میں یہ خبر سہی نہ ہوئی کہ میں کس سے لڑنے کا بیڑہ اٹھاتا ہوں حسین ابن علیؑ
 جگر بند مصطفیٰؐ اور نور چشم علی مرتضیٰؑ اور سرور سینہ فاطمہ زہراؑ ہیں۔ ہمارے جد امجد سعد بن
 وقاص رضی اللہ عنہ تو اون پر جان و دل قربان کرتے تھے اور تم اون کی جان کے دشمن
 بنتے ہو۔ خدا سے ڈرو اور روز قیامت کی شرمساری سے بچو۔ جب جناب رسالتؐ آجائے تم سے
 پوچھینگے کہ تو نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا تو کیا جواب دو گے خیال تو کرو کہ تین خط خود تم
 اپنے ہاتھ سے اون کو لکھے تھے کہ فوراً چلے آؤ۔ جب وہ آگئے تو اون کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہوئے
 یہ کیا غصہ ہے۔ بات کا پاس بھی نہیں کرتے کیا ابن سعد نے اوسکی طرف سے منہ پیر لیا اور بڑے
 بیٹے سے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے۔ وہ بولا۔ میرا بھائی سچ کہتا ہے مگر اوسکی رقم اوہا رہے۔
 ہاں۔ ابن زیاد نے تمہارے ہاتھ میں نقدی پکڑا دی ہے نسل مشہور ہے تو نقد تیرا اوہا
 نقدی سے ہاتھ گرم کیجئے۔ باقی سب بکیرا ہے۔ یہ سنکے وہ پانچون کپڑوں سے خوش ہو گیا
 اور بڑے بیٹے کا منہ چوم لیا۔ دوسرے دن ابن سعد دارالامارہ پہونچا اور دکھا۔ منظور میں حسینؑ
 رطو لگا۔ ابن زیاد بہت خوش ہوا اور پانچ ہزار سوار دیے اوسے کہ بلاروانہ کر دیا۔ شہر کے باہر
 کسی نے اوس سے پوچھا۔ ابن سعد کیا ابن رسول اللہ کا سترن سے جدا کرنے چلے ہو۔

ابن سعد نے جواب دیا بیشک۔ اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ حسین سے لڑنا دنیا میں موجب عار ہے اور آخرت میں باعث دخولِ نار لیکن رے کی حکومت چوڑی نہیں جاسکتی۔ اوس آدمی نے بہت سی لعنت ملامت کر کے کھا۔ اے کینخت۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

نہ گور سکتا رہے قسبِ دارا

جب حمزہ بن مغیرہ ابن سعد کے بھانجہ نے دیکھا کہ مامون نے حضرت امام حسین سے لڑنے کا عزم بالجزم کر لیا ہے تو پاس آ کے کھا۔ ”مامون جان۔ آپ اچانک نہیں کرتے۔ اسے آنکھوں سے دیکھتے جتنی کبھی نگہتا کتے ہیں۔ حسین کا قتل گناہ عظیم ہے۔ علاوہ برین بیوفائی اور غدر کا الزام بھی تمہاری طرف عاید ہوتا ہے“ ابن سعد نے جواب دیا۔ ”بیٹا۔ حکومت رے یہ سب کچھ کر رہی ہے“ بھانجہ نے جواب دیا ”قسم ہے خدا کی امارت رے پر لعنت یہ جہنا اور دنیا کو ترک کر دینا بہتر ہے اوس سے کہ حسین کا خون لئے ہوئے قیامت میں خدا و رسول کے سامنے جاؤ“ بھانجہ کی سنکرا دل تو ابن سعد کچھ تذبذب میں پڑ گیا اور چاہا کہ اپنا ارادہ منسوخ کر دیں مگر پھر جپ جاہ نے اس کی عقل کو اندھا کر دیا۔ اون پانچ ہزار سواروں کو لئے ہوئے کربلا کو روانہ ہوا جناب امیر المومنین ابن امیر المومنین حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر اپنے ڈیرے ڈنڈے ڈال دئے۔ امام عالی مقام کے پاس آدمی بھجوا کے پوچھوایا کہ آپ کس ارادے سے ادھر آئے ہیں۔ حضور نے جواب دیا۔ ”تو نے اور تیرے ساتھیوں نے ہی مجھے بلانے کو خط بھیجے تھے اور جب میں نہ آیا تو قاصد پہ قاصد گئے۔ اب میں تمہارے بلانے سے آگیا تو تنہا بیوفائی کی اور میرے چچا زاد بہائی کو مار ڈالا۔ اب بھی ارادہ ہے کہ اگر کوئی مزاحم و سد راہ نہ ہو تو واپس چلا جاؤں۔ ابن سعد یہ سنکر خوش ہو گیا اور سمجھا کہ یہ واپس جانے کو تو کہتے ہی ہیں۔ اچھا ہے کہ انہیں اور ابن زیاد میں آئی لکھی ہو جائے اور ہم لوگ الزام سے بچیں۔ پس اس نے جناب امام حسین کا

فرماتا ابن زیاد کو لکھ دیا مگر یہ نہ سمجھا۔

انگنہ ناز سے مشکل ہے بچا نا دلکا | درد اوٹھ اوٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دلکا

ابن زیاد نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم ایسی باتیں نہیں سنتا چاہتے۔ اون سے کہو کہ یزید سے بیعت کریں۔ اگر وہ کر لیں تو ہمیں مطلع کرو ورنہ ہمارے حکم کے منتظر رہو۔ ابن سعد نے یہ جواب بخشہ جناب امام کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ ہم ابن زیاد کا کنا قبول نہیں کرتے جب یہ قطعی انکار عبید اللہ نے سن لیا تو اگ بگولا ہو کر حصین بن نمیر شیث بن ربیع اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک لشکر جبار کے ساتھ ابن سعد کی مدد کو روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ حسین اور اونکے ساتھیوں کو دیر یاے فرات کا ایک خطرہ پانی نہ بنے پائے جب تک کہ وہ یزید سے بیعت نہ کر لیں چنانچہ ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو بانسوسواروں کے ساتھ دیر یاے فرات کے کنارہ پر پہرہ چوکی دینے کو متعین کر دیا۔ ان لوگوں نے جناب امام حسین کو دیر یا کے کنارہ سے جدا کر کے خشک خیگ میں ڈال دیا۔ یہ صورت امام مظلوم اور سید معصوم کی شہادت کے تین دن پہلے شروع ہوئی تھی۔ جب ملازمان عالی پریشانی کا غلبہ زیادہ ہوا تو جناب عباس رضی اللہ عنہ تیس سوار اور بیس پیادے اپنے ہر کاب لیکر ب فرات پہنچ گئے اور ابن حجاج اور اسکے آدمیوں سے لڑ بڑ کے مشکین پانی کی اپنے لشکر میں لے آئے۔

عمرو بن سعد بیٹا حضرت سعد بن ابی وقاص کا تھا جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اوسنے اپنے والد سے سن رکھا تھا کہ آنحضرتؐ جناب امام حسینؑ کو اپنا لخت جگر اور نور نظر سمجھتے تھے اس باعث اسے اسکی حمیت اسلامی نے نہ چاہا کہ امام سے لڑے اور اونکے قتل میں شریک ہو لہذا جب ابن زیاد اوسکو لشکر کی سرداری دینے لگا تو اوسنے جواب دیا کہ مجھے سپہ سالاری مستلزم نہیں اس کام پر کسی اور کو مقرر کرو۔ ابن زیاد اوسکے اس جواب سے بہت ناخوش ہوا اور

طیش میں آکے کھاکہ اچھا۔ حکومت رے چوڑو دورہ حسین سے لڑو۔ اگر اون سے لڑنا
منتظر نہیں تو ہماری سند واپس کر دو ہم دوسرے کو رے کا حاکم کر دینگے۔ یہ سکر ابن سعد کو
طمع دنیا دانگہ ہوئی اور دنیا کو دین پر ترجیح دیکر سند حکومت پیر ناگوانہ کی اور اسیدن ماتھ
چوڑتا ہوا روانہ ہوا۔ ابن زیاد نے بایں تہار سوار اور پیادے اس کے ماتحت کر دئے اور بیت
کچھہ دلاسا اور دبیری کر کے کر بلا کو روانہ کر دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد نے ابن سعد کو اس زمانہ میں بصرہ داری چار ہزار سپاہ
ویارویلم کی طرف جانیکا حکم دیا تھا اور سند حکومت رے بھی لکھدی تھی وہ روانہ ہونے ہی کو تھا
کہ جناب امام فلک مقام داروکر بلا ہو گئے۔ ابن زیاد نے اس کو اون کے مقابلہ پر جانیکا حکم دیدیا
یہ بھی روایت ہے کہ اس زمانہ میں ابن سعد حاکم رے تھا اور ابن زیاد کی طلبی پر حاضر ہو کر بعد
قتل و قاتل بسیار عازم کر بلا ہوا۔

دوسرے دن رات کو امام عالی مقام نے ابن سعد سے کہلا بھیجا کہ اس وقت مجھے ملاقات
کرلو۔ وہ اپنے چند خواص کے ساتھ لشکر سے باہر گیا جناب امام ہی حضرت عباس اور
حضرت علی اکبر کے ساتھ سوار ہو کے دہین پہونچ گئے اور فرمایا۔ اے ابن سعد۔ مجھے تیرے
حال پر سخت افسوس آتا ہے۔ تو خدا اور روز جزا سے نہیں ڈرتا اور میرے قتل کے درپڑ ہے
تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں کون ہوں اور کمالخت جگر ہوں۔ کینخت۔ اس دولت دنیا کے
دھوکے میں کیوں آتا ہے اور بدنام ہونا کیوں پسند کرتا ہے۔ ابن سعد نے عرض کی کہ
حضور جو کچھ فرماتے ہیں بجا اور درست ہے۔ مگر میں ایسا لکرونگا تو کو فہ میں میرے مکان سمار
کرادئے جائینگے اور میری سخت تذلیل ہوگی ارشاد ہوا کہ اسکی کچھ پرواہ نہ کر۔ یہ دنیا چند روزہ ہے
اسنے کسے ساتھ وفا کی ہے جو تو اس سے بہتری کی امید رکھتا ہے۔

کیسی عکالبریز جام ہوتا ہے
کیسا کوچ کیسا مقام ہوتا ہے

کیسی کندہ گینت پہ نام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جہین شام سحر

تجھے اس دنیا، دنی کے بدل میں سو قصرِ حُسن کے پلینکے۔ تو میرے ساتھ ہو جا۔ ابن سعد بولا۔
میری بہت سی جاگیر کو نہ کے علاقہ میں ہے اوسے ابن زیاد ضبط کر لیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں
جہاز میں چلے اوس سے سو گئی زمین تجھے دید و لگا اور ایک محل بھی تیرے لئے بنواؤ لگا۔
ابن سعد نے سر جھکا لیا اور کچھ نہ بولا۔ آخر حضور کا ارشاد ہوا کہ جا۔ انشاء اللہ تو اپنی مراد کو نہ پہنچو گے
جو جو ستریں تیرے دل میں بھری ہوئی ہیں خدا کے فضل سے ایک بھی پوری نہ ہوگی اور میرے
بعد تو ہرگز ہرگز نہ پہلے پہل لگا۔ مجھے تو سبھا دینا تھا سو سبھا چکا اب تیرے دل میں آوے سو کر۔
چنانچہ جیسا حضور نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کیونکہ تھوڑے ہی عرصہ میں ختمار ابو عبیدہ
نے اوسے اور اوسکے بیٹے حفص کو مار ڈالا۔ یہ وہ بیٹا تھا جس نے باپ کو حکومت سے اور
قتل حسین کی ترغیب دی تھی۔

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دی اوس ہاتھ

گلگن نہیں کر جگتے یہ بیان و نگو دی اور رات کے

جب جناب امام اپنے لشکر میں واپس تشریف لے آئے تو حضرت بریر بن حصیر ہمدانی جو اوس
زمانہ کے بڑے عابد و زاہد تھے خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ حضور وہاں کیا ہوا۔ فرمایا
کہ میں نے ابن سعد کو نصیحت کی تھی مگر وہ کج نعت نہ مانا۔ حضرت بریر نے التماس کی۔ اگر حکم ہو تو کل
میں بھی جا کر گوشش کروں۔ شاید میرا کتنا کچھ اثر کرے کیونکہ وہ میرا بڑا گراموست ہے۔ ارشاد ہوا
کہ ہمیں تمہارے کہنے سے کب انکار ہے جاؤ اور تم بھی اپنی سی کر لو۔ حضرت بریر علی الصباح ابن سعد
کے لشکر میں جامو جو دہوے بے اجازت اوسکے خیمہ میں گسے چلے گئے اور بے سلام کے ہوئے
ابن سعد کے پاس جا بیٹھے۔ ابن سعد بھڑک اٹھا۔ بولا۔ یا ابا ہمدانی۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں

تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا کیا میں منکر خدا و رسول ہوں حضرت بریر نے فرمایا کہ جناب رسول مقبول نے فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان لوگ سلامت رہیں۔ تو نے آلِ پیغمبر پر پانی بند کر رکھا ہے شب و روز اونکی نذمت میں مشغول رہتا ہے۔ فرزند رسول کے قتل کی فکر میں ہے اور عترت رسول کے مقابلہ میں لشکر لے پڑا ہے اور اسپر دعویٰ مسلمانوں سے زور ہے ایسی مسلمانوں پر غضب ہے خدا کا کہ دیر سے فرات کا پانی جانور توپنیں مگر اہلبیت رسالت اور فرزندان حسین جان بلب ہوں اور ایک قطرہ پانی کا ان میں نہ دیا جائے۔ اسے کجخت سعد بن ابی وقاص کا بیٹا ہو کے تیری کیا ست ماری گئی ہے آیا اسلام کے یہی معنی ہیں جو لو کر رہا ہے یہ کلام حق سن کر ابن سعد نے تھوڑی دیر سکوت کیا پھر سر اٹھا کے بولا کہ اے بریر۔ مجھے یقین ملی ہے کہ جس نے ان لوگوں سے جدال و قتال کیا اور انکے حقوق غصب کئے وہ عذاب الیم کا مستحق ہے مگر حکومت رے مجھ سے چھوڑی نہیں جاتی۔ حضرت بریر نے فرمایا کہ ابن سعد۔ یا تو اپنی عاقبت سنوار لے یا رے کی حکومت کر لے یہ کہا اور نا امید ہو کے اس کے سامنے سے اوٹھے ہوئے چلے آئے اور سب حال حضور میں آ کے عرض کر دیا۔

شمعزی الجوشن کو جب معلوم ہوا کہ ابن سعد نے رات کی وقت جناب امام حسین سے ملاقات کی تھی تو اس نے ابن زیاد سے جا لگائی کہ حسین اور ابن سعد میں رسل و رسائل جاری ہیں۔ رات کو دونوں سے ملاقات بھی ہوئی تھی جسکا حال یہیں کچھ نہ معلوم ہوا یہ سن کر ابن زیاد نے ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تجھے حسین سے لڑنے کو بھیجا ہے نہ اس لئے کہ تو اونکی مصاحبت اختیار کرے تنگیا ہے کہ تو راتوں کو اون سے مل ٹکے مشورے کرتا ہے۔ اگر تجھے لڑنا نہیں ہے تو رے کی سند پیر دے اور لشکر کی سپہ سالاری شمعزی الجوشن کے سپرد کر دے جب یہ نامہ

اوسنے پڑا تو اندوہناک ہوا اور جنگ کے لئے مکرچیت باندھ لی۔

صحیح بخاری اور صحیح ترمذی میں مذکور ہے کہ اہل عراق میں سے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ مجھ پر کار مارنا جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے بلاتامل جواب دیا کہ سبحان اللہ۔ اہل عراق مجھ کے خون کرنے میں تامل کرتے ہیں اور فرزند رسول کا خون بے غل و غش بھادیا لیکن کسی نے بھی آنکے مجھے مسئلہ نہ پوچھا۔ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ حسین و حسن میں کربلا کا دنیا کے بھول ہیں۔

ابن سعد ساتویں محرم کو اپنا لشکر لئے ہوئے کربلا میں پہونچا اور دیر سے فزات کو پشت پر لیکر حضرت امام حسین کے خیمہ اور دریا کے درمیان اپنی فوج ڈال دی اور دیر پا پردہ و درتک اپنا عمل دخل کر لیا کہ کوئی پرندہ تک پر نہیں مار سکتا تھا۔ افسوس۔ اہلبیت ساتی کوثر اور اطفال خور و سال شافع روز محشر اور جناب امام ہمام اور انکے اہلی و موالی پر پانی بند کر دیا۔ و احسرتا جناب امام حسین کے ساتھی ایک قطرہ پانی کو ترس گئے اور چوٹے چوٹے بچے گلاب کی پتی کی طرح کسلا کے ایڑیاں رگڑنے لگے۔

جب حضرت امام حسین پر پانی بند ہوا اور اہلبیت رسالت کا حال پیاس سے خیر ہونے لگا تو حضور نے ابن سعد کو ایک دفعہ لکھا کہ تو مجھے مکہ چلا جانے دے جو وہاں نہ جانے دے تو جہان تو کہے وہاں جانیکو بھی میں تیار ہوں۔ اگر یہ دونوں باتیں منظور نہیں تو مجھے یزید کے پاس بھیج دے وہاں جو کچھ میری قسمت میں ہونا ہوگا ہو رہیگا۔ ابن سعد نے آپ کا نامہ جواب کے لئے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اوسنے نہایت غصہ سے لکھا کہ میں نے تجھے لڑنے کو بھیجا ہے یا صلح کے پیام و سلام کے لئے۔ اگر وہ بیعت یزید کی قبول کر لیں تو تمہارا نہ اونکے قتل میں ذرا بھی توقف نہ کر۔ جسکو اور کسی بات کا اختیار نہیں۔ اگر اس میں ذرا بھی چون و چرا کی

تو تجھے معزول کر کے دوسرے کو تیری جگہ پہنچا ہوں۔

ابن سعد نے ابن زیاد کی تحریر پڑھ کر جناب امام ہمام سے مکلا بھیجا۔ میں نے بہت چاہا کہ آپ یزید سے بیعت کر دین لیکن آپ کسی طرح نہیں مانتے۔ اب مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے اور اسی وقت اپنے لشکر کو حکم دیا کہ کمربندی کر لو اور جنگ کے لئے مستعد ہو جاؤ۔

جب ابن سعد کا لشکر فراٹ کے کنارہ پر اڑ پڑا اور لشکر حسین پر پانی بند ہو گیا تو خیمہ جناب امام حسین کا اوس وقت یگستان میں پڑا ہوا تھا اور ایسی گرمی کا زمانہ تھا کہ چیل انڈا چوڑتی تھی جب پیاس کی شدت سے رفقائے امام کا یہ حال ہوا کہ اشارہ سے باتیں کرتے تھے۔ تیمم سے نماز پڑھی جاتی تھی اور اہلبیت اور بچوں کا بے طاقتی سے غیر حال ہو گیا تو امام ہمام نے حکم دیا کہ کنواں کمودا جائے پس شتر ہاتھ تک زمین کمودی گئی مگر پانی نہ نکلا۔

روایت ہے کہ حضرت حُر ابن یزید تمیمی کو جناب امام حسین سے بہت محبت تھی۔ اونہوں نے نواح کوفہ میں حضور سے ملنے کوفہ کی ساری کیفیت سنائی۔ اوس مقام پر آپ کے ہمراہ کل چالیس سوار اور تلوپیادے ہتھیار چلانے اور اڑانے کے قابل تھے۔ حُر سے یہ حال زار سننے حضور نہایت پریشان ہوئے اگر تھا ہوتے تو کہیں ٹلجائے مگر اہل و عیال پائلون کی پٹری ہو گئے حضرت حُر نے یہ صلاح دی کہ آپ شاہراہ کو چوڑو دین اور غیر تعارف راستہ سے مکہ چلے جائیں آپ نے اونکی رائے پر عمل بھی کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا حضور کربلا تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ ابن سعد کے لشکر نے آپ کو اگیر اور چارو ناچار آپ کو مقابل ہونا پڑا۔ ابن سعد نے جناب امام حسین کو بہت سمجھایا اور کھا کہ جناب علی مرتضیٰ سے زیادہ آپ شجاعت اور دلیری نہیں دکھلا سکتے۔ اونہوں نے بہت کوشش و سعی کی مگر کامیاب نہ ہوئے اور اپنے اخیر دم تک مصیبت ہی میں رہے۔ آپ کے بڑے بھائی امام حسن نے جب ان مدعیان سلطنت کے آگے اپنی چلتی ندیکھی تو صلح کر لی۔

اسلئے آپ کو چاہئے کہ ان فتنے فسادوں سے الگ رہیں اور نرید سے بیعت کر کے آرام کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ یہ ہمنے مانا کہ آپ ہی تھے اور احق بہن مگر جب خدا کو منظور نہیں تو ناحق پیچھے سے کیا فائدہ ہے۔ آپ اوس طریقہ پر چلیں جو آپ کے والد ماجد اور برادر مکرم نے اختیار کیا تھا جناب امام ہمام نے جواب دیا خیر۔ اگر تم لوگوں کی بھی مرضی ہے تو مجھے اجازت دو کہ میں مکہ چلا جاؤں اور خدا کی عبادت میں مشغول رہوں یا مناسب سمجھو تو نرید کے پاس مجھے شام میں لیجاؤ میں چلنے کو موجود ہوں۔ ابن سعد نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی اوسنے لکھا کہ انہیں میکہ پاس بیسجد وین اونکو نرید کے پاس روانہ کرو دنگا جناب امام ہمام نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمی سے کہنا کہ وہ میں خود شام چلا جاؤنگا۔ ابن زیاد نے امر کیا کہ نہیں وہ یہ کہ پاس آئیں۔ مگر بعض لوگوں کا یہ قول بھی ہے کہ حضور نے کبھی نرید کے پاس جانا قبول نہیں کیا۔ آپ ابن زیاد کے پاس اسلئے نہیں جانے گئے کہ کہیں وہ یہ کہ ساتھ اوس طرح پیش نہ آئے جس طرح حضرت مسلم کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ خیال جناب امام کا بہت صحیح تھا۔

غرض کہ اسی طرح کی خط و کتابت کا سلسلہ متواتر ایک ہفتہ تک جاری رہا اور اسی حالت میں ورجا میں آپ پہلی حرم سے کربلا میں محصور رہے۔ جب ابن زیاد نے دیکھا کہ ابن سعد نرم دل ہے تو جویرہ اور حمزہ بن ابی سفیان کو متعین کیا اور حکم دیا کہ حضرت امام حسین کو جس طرح ہو سکے زندہ یا مردہ میکہ پاس لے آؤ۔

یہ صورت دیکھتے ابن سعد بھی تیر ہو گیا اور نوین محرم کو امام ہمام کے خیمہ کے پاس آ کے کہنے لگا۔ یا حسین۔ میں نے بہت چاہا کہ خونریزی نہ ہو مگر اب جو بیتی ہی نظر نہیں آتی تو مجبور ہوں تم جو کہتے ہو اوسے ابن زیاد نہیں مانتا اور اوسکا کہنا آپ منظور نہیں فرماتے۔ ملاحظہ فرمائے کہ یہ قاصد ابن زیاد کا آیا ہے اور یہ پیام لایا ہے کہ ابن سعد کو اگر امام حسین سے مقابلہ کرنے میں

عذر ہو تو وہ مغفول ہے اور اسکی جگہ جویرہ سپہ سالار فوج مقرر کیا جاتا ہے۔

فی الحقیقت جویرہ کو اسی حکم کے ساتھ ابن زیاد نے بھیجا تھا اس کے بیچنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ کمین جویرہ اور ابن سعد کی دشمنی میں امام حسین کو کوئی فائدہ نہ حاصل ہو جائے اس لئے اس کے پیچھے ہی شمر بن ذی الجوشن روانہ کیا گیا اور اسکو یہ ہدایت کر دی گئی کہ جسطرح ان لوگوں نے حضرت عثمان بن عفان کو بیرحمی سے قتل کر دیا ہے اسی طرح ان کے ساتھ بھی رحم نہ کیا جائے اور فرات کا ایک قطرہ پانی حسین اور ان کے رزق کو نہ ملنے پائے یہاں تک کہ وہ زید کی اطاعت قبول کریں۔ اگر وہ زید کے مطیع ہو جائیں تو ان کی خاطر کرنا۔ چونکہ ابن زیاد نے قتل کرنا اور ان کی انستوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرنا۔ زبانی یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اگر ابن سعد ان حکموں کی تعمیل میں ذرا بھی تساہل کرے تو اس کا سر قلم کر کے لشکر کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیجئے۔ حضرت علی مرتضیٰ کے اور چار بیٹے جو امام حسین کے ساتھ ہیں ان میں سب ریاغ و کما کے اگر اپنی طرف ملا تو اس میں بہت کوشش کرنا اور ان میں پناہ دینا۔

شمر نے ابن سعد کے پاس پہونچ کر حضرت عباس ابن علی مرتضیٰ اور ان کے تینوں بھائیوں سے بہت کچھ کھا اور لالچ بھی دیا مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ وہ دندان شکن جواب ملا کہ پھر کوشش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جناب امام ہمام نے جیسا دیکھا کہ ہمارے ساتھی اڑنے مرنے کو تیار ہیں تو لڑائی کے سامان لئے۔ سب خیمے ایک ہی صف میں نصب کر کے اونکی رسیاں دوڑ تک پہنچا دیں تاکہ مخالفین کیواسطے ایک روک ہو جائے۔ لشکر گاہ کے پشت پر ایک گہری کھائی کھود کے اوس میں لکڑیاں بہر دی گئیں تاکہ پیچھے سے حملہ ہو تو لکڑیوں میں آگ دیدی جائے اور مخالفین صرف آگ سے حملہ آور ہو سکیں۔ اب یہ سمجھ لیا گیا کہ لکڑی ہی کا دن آخری دن ہے۔ اس لئے وہ رات سبھوں نے

تماز اور دعائیں گزاری۔ لشکر مخالف رات بھر جناب امام حسین کے خیمہ کے گرد پھرتا رہا اور پہرہ دیا کیا تاکہ یہ لوگ کسی طرف نہ بھاگ سکیں۔

جب صبح ہوئی تو جناب امام ہمام نے تن تنہا فوج اشقیاء کے مقابلہ میں جانیکا ارادہ کیا آپ کے پاس اس وقت صرف چالیس سپاہی اور تیس سوار تھے۔ مگر سب ایسے تھے جو شہادت کو اپنی معراج جانتے تھے۔ صاحبزادیوں اور بہنوں کی آہ و بکا سے آپکا استقلال ہاتھ سے جاتا رہا اور تاسف فرمایا کہ میرے بعد اپنے کسی کیسی مصیبتیں واقع ہونگی اس وقت حضور حضرت عبداللہ ابن عباس کا مشورہ یاد آیا اور فرمایا کہ اسے خداوند کریم۔ عبداللہ ابن عباس کو جزا سے خیر دے۔ انہوں نے بال بچوں کو مکہ میں چھوڑ جانیکی صلاح دی تھی۔

آٹھویں محرم کو جناب امام حسین کے لشکر میں ایک قطرہ پانی کا نہ رہا۔ سب لوگ تشنگی سے بیتاب تھے۔ اطفال خور دس سال پانی پانی کی فریاد کرتے تھے۔ جناب امام ہمام اٹھے اور تھوڑی دور جا کے کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ بھیاں کنواں کمودو۔ تھوڑا سا کمودا تھا کہ ایک چشمہ خیرین و خنک و خوشگوار نمودار ہوا۔ سہون نے سیر ہو کے پانی پی لیا اور جانور دن کو پلا کے شکیں بھر لیں کہ اتنے ہی میں وہ چشمہ ناپید ہو گیا پھر کتنی ہی کوشش کی اسکا پتہ نہ چلا۔ یہ خبر ایک کرامت امام عالی مقام کی تھی۔ ابن زیاد کو جو خبر لگی تو جھٹ اپن سعد کو ایک ڈانٹ بتائی کہ تو بڑا خیبر ہے تو نے حسین کو ایسی آزادی دے رکھی ہے کہ وہ کنواں کمود لیتے ہیں۔ انہیں ایسا تنگ کر کہ سر اٹھانے کی فرصت نہ ملے کہ یا یہ کہ تعمیر کے کام کر سکیں۔ اب میں بھی لشکر پر لشکر بھیجے ہی چلا جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت چار ہزار آدمی شمر کے ساتھ روانہ کئے۔ اس کے بعد یزید کلبی کو دو ہزار آدمی کا سردار کر کے بھیجا۔ حصین بن نمیر سکونی چار ہزار آدمیوں کے ہمراہ گیا۔ انکو پیچھے عمرو بن قیس احص بھیجا گیا۔ اس کے ماتحت بھی دو ہزار کی جمعیت تھی۔ عمرو کے بعد

قیس بن ثعلبہ دو نہار کے ساتھ پہونچا۔ پھر نضر شامی دو نہار کے ہمراہ اور اسکے بھائی جلال بن الحمر نہار سواروں کے ساتھ ابن سعد کے پاس پہونچا۔ پانچ نہار سپاہ پہلے سے اس کے پاس تھی اور شہر نہاریہ پہونچنے کے لیے بائیس نہار ظالم و سفاک امام مظلوم و سیکس کے مقابلہ میں جمع ہو گئے۔

امام مصوم کے پاس بہت ہی تھوڑے آدمی تھے اسلئے حبیب ابن مظاہر اسدی نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ قبیلہ بنی اسد کا مسکن بھان سے بہت قریب ہے اگر حکم ہو تو اونہیں حضور کی مدد کو بلا لوں۔ ارشاد ہوا کہ اچھا۔ حضرت حبیب گئے اور اپنی قوم سے کھاکہ اے لوگو! لخت جگر فاطمہ زہرا اور نور نظر رسول خدا کو بائیس نہار اشقیاء نے اکٹرا لیا ہے اور کئی دن سے پانی تک نہیں دیتے۔ اے میرے سر عزیز و مین تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اگر شفاعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشتاق ہو تو اونکی مدد کرو۔ یہ سن کر عبد اللہ بن ابی اسد اور طعہ ٹھٹھڑے ہوئے اور فرمایا کہ سب سے پہلے میں جناب امام پر جان قربان کر نیکو موجود ہوں حضرت حبیب بولے بشرک اللہ یا بنی شذیبا یعنی ای بنی شذیبا تمہیں جنت دے۔ القصد تو اے آدمی اس قبیلہ کے مسلح ہونے کے گھوڑوں پر سوار ہونے۔ مگر اسی قبیلہ میں سے یہ خبر کسی بد بخت نے ابن سعد کو پہونچا دی۔ اس نے ازرق شامی کو چار نہار سواروں کے ساتھ اون لوگوں کے روکنے کو بھیجا۔ منجبر نے اونہیں وہاں پہونچا دیا۔ دریا سے فرائ کے کنارہ ان دونوں گروہوں سے منڈ بیٹھ رہ گئی۔ بنی اسد کو شکست ہوئی۔ بہت سے مارے گئے اور باقیوں نے سمجھا کہ ایک لشکر کثیر سے ہم عہدہ رہا نہ ہو سکتا اسلئے واپس گئے۔ حضرت حبیب نے اُسکی اطلاع امام والا مقام کو کی اہمیت کو اسکو سننے سے کمال پہونچا جب ابن زیاد نے سنا کہ امام حسین کے آدمی جاتے ہیں اور ادھر ادھر کے قبائل کو مدد کے لئے مستعد کرتے ہیں تو ابن سعد پر پھر عتاب نازل کیا اور کہہ کیا اگر آج ہی سے تو نے مستعدی

کے ساتھ لڑائی نہ شروع کر دی تو تجھے اور تیرے جو روپ چون کو کو لوہو میں پلوا دو لگا اور گھر بار پر گہر ہونے کے بل چلو دو لگا۔ جب یہ نوشتہ ابن سعد کے پاس پہنچا تو وہ کانپ گیا۔ اسی وقت اگرچہ موقع نہ تھا اور شام ہونے کو تھی سوار ہو کے معہ سپاہ دہر ڈڑا۔

اس وقت امام عالی جاہ سر مبارک زانو پر رکھے سو گئے تھے۔ لوگوں نے جو دور سے گرد اور آتی ہوئی دیکھی اور سپاہ کے نعرے سنے تو حضور کو بیدار کیا۔ آپ نے حضرت عباس کے ساتھ بیٹس سوار کر کے ان کے پاس بھیجا معلوم ہوا کہ ابن سعد معا پنے لشکر کے لڑنیکو آن پہنچا۔ ارشاد ہوا کہ بھائی عباس۔ بچہ جاؤ اور لطائف الحیل اور چکنی چڑی باتوں سے اس وقت انہیں ٹال دو بھلا یہ وقت کونسا ہے۔ آج کی ان سے مہلت لیلو۔ یہ شب عاشورہ ہے اسین یاد آتی کر لین۔ جناب عباس بہتر شریفیے گئے اور فرمایا کہ اے لوگو۔ جگر گوشہ مصطفیٰ ایک رات کی مہلت تم سے مانگتا ہے تاکہ اپنی عمر کی اس اخیر رات میں خدا کی عبادت دل بھر کے کر لے۔ یہ سنکر ابن سعد نے اپنے لشکر کے امراء سے مشورہ طلب کیا۔ سب کا فون پر ہاتھ رکھ گئے کہ تم جانو اور تمہارا کام۔ ہم ابن زیاد سے تنگ آے ہیں کچھ نہ کیئگے۔ اتنے میں شمر چلا اٹھا کہ نہیں تم لوگوں کو ہرگز ہرگز امان ندی جائیگی۔ جاؤ مہلت منظور نہیں۔ یہ سنکر ابو شعیبہ انندی اور بیٹھے کہتے ہیں کہ عمرو بن حجاج بول اٹھا افسوس تمہیں ان باتوں نے شرم نہیں آتی۔ تم نہایت ہی سنگدل ہو۔ اگر رومی یا جینی ہو تو تو تم انکو مہلت دیدیتے مگر اپنے پیغمبر کے اہلیت کو اس وقت ذبح کرنا چاہتے ہو۔ تماشہ یہ کہ انکے نانا کا کلمہ ہی پڑتے ہو اگر خدا سے نہیں ڈرتے تو دنیا ہی کی تو تم توڑا سے شمر کرو۔ سہوون نے یہ سنکے ہاتھوں سے تلواریں پھینک دیں اور اسی جگہ اتر پڑے۔ ابن سعد سمجھ گیا کہ اب یہ نہیں لڑینگے اسلئے تلہبان مقرر کروئے گئے کہ اپنے لشکر کی بھی حفاظت رہے اور امام حسین بھی رات میں کسی طرف نہ جانے پائے جناب امام نے اپنے لشکر کے گرد پہلے سے کھائی گود والی تھی تاکہ لڑائی صرف ایک طرف سے

ہو سکے اور اہل حرم بھی محفوظ رہیں۔ اوس خندق میں جو کلڑیاں بہری تھیں اون میں آگ
 بھی دلوادی تاکہ شجوں کا احتمال نہ رہے۔ مخالفین نے جب شعلے اٹھتے دیکھے تو اودھڑے
 مالک بن عروہ گھوڑے پر سوار ہو کے آیا اور گستاخانہ کہنے لگا کہ اے حسین۔ آتش دوزخ
 سے پہلے خود بخود آگ میں داخل ہو گئے۔ حضرت امام حسین نے فرمایا کذب یا عدا د اللہ
 منہ دہور کر۔ وہاں چاکے معلوم ہو جائیں گے کہ ہم دوزخ میں جاتے ہیں یا تو۔ مسلم بن عویض سے نہ رہا
 گیا عرض کی حکم ہو تو میں اس مردود کا منہ تیرے چہرہ دوں۔ ارشاد ہوا کہ اے ابن عویض
 ہم لڑائی میں پیشہ سستی پسند نہیں کرتے۔ دیکھ تو سہی۔ خدا کیا کرتا ہے۔ یہ فرما کر رو قبیلہ کھڑے
 ہوئے اور کہا اللہم حمیہ الی النہا یعنی اے خدا اسکو اسی وقت دوزخ کا کُندہ بنا دے۔
 مظلوم کی دعا تیر بہت ہوتی ہے اسی وقت مقبول ہو گئی یعنی اوس شقی کے گھوڑے
 کا پیر ایک غار میں جا پڑا اور وہ پیچھے کی طرف مائل ہوا۔ مالک بن عروہ کے ہاتھ سے باگ
 چوٹا گئی اور پیر اوسکے رکاب میں اٹھ کر رہ گئے۔ گھوڑا گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگا یہاں تک
 کہ خندق کے کنارہ جو پہونچا تو تڑپ کے سوار کو آگ میں جو تنک دیا اور خود بھاگ کر اپنے لشکر
 میں جا پہونچا لوگ چلا اٹھے کہ یہ دوسری کرامت ابن رسول اللہ سے ظہور میں آئی۔ جناب امام
 یہ سنتے ہی سجدہ میں گئے اور شکر خدا ادا کیا۔ پھر سر اٹھا کے باواؤ بلند فرمایا جسے دونوں لشکروں
 نے بخوبی سنا کہ خدا یا ہم تیرے رسول کے اہلبیت اور ذریت ہیں ہماری داد ان ظالموں
 سے لے۔ ابن اشعث نے آواز دی کہ تمہیں آنحضرت صلعم سے کیا رشتہ ہے جو ہر وقت
 وٹینگین مارتے ہو۔ جناب امام عالی مقام کو اوس وقت بڑی غیرت آئی اور نہایت ریختہ ہو کر سر نیاز
 حضرت کریم کار ساز و خداوند بندہ نواز میں جھکا کر مناجات کرنے لگے۔ خدا یا۔ ابن اشعث میرا نسب
 قطع کئے دیتا ہے اور مجھے تیرے نبی کا فرزند نہیں جانتا نا ساینہ فی الیوم خذ عجلای یعنی

اسی وقت اسے ذلیل کر ابھی تیر دعا آسمان تک بھی نہ پہنچا تھا کہ ابا بے دست بستہ ہو کر عرض کی "خاطر یعنی اوس مردود کو فوراً دست کی حاجت ہوئی کہ یہ تاب ہو گیا۔ گھوڑے سے کود کے قضاے حاجت کو جو بیٹھتا ہے تو ایک بہت بڑے سیاہ بچہ نے اس کے آگے رتاسل پڑ نک مارا چنانچہ وہ مرغ بسمل کی طرح نجاست میں لوٹنے لگا اور اوسى ناپاک حالت میں اوسکی جان نکل گئی اس کرامت سے اعدائے دین اور بھی زیادہ جلے ٹھیرے جعدہ غزنی نے آگے بڑھ کے آواز دی کہ اے حسین۔ اس دریا سے موجزن یعنی نرا سے ایک قطرہ پانی بھی نہ پینا یہاں تک کہ تم پیاسے ہی مر جاؤ اسپر ہم تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں۔ یہ سنکر امام مظلوم آبدیدہ ہوئے اور فرمایا اللہم امت عطشاناً یعنی یار خدا یا۔ اے پیاسا ہی مار۔ ناگاہ اوسکا گھوڑا از خود بھڑکا اور اوسے گرا دیا وہ کپڑے جماڑ کے اوٹھ بیٹھا اور گھوڑے کے پیچھے دوڑا کتنا ہی دوڑتا تھا مگر گھوڑا ہاتھ نہ آتا تھا اسی تک دو دو میں اوسے شدت کی پیاس لگی۔ العطش العطش پکارتا تھا اور لوگ اوسے پانی دیتے تھے مگر قدرت خدا سے پی نہ سکتا تھا آخر ش پیاسا ہی تڑپ تڑپ کے مر گیا۔ یہ تیسری کرامت ہے درپے صادر ہوئی۔ مگر استقبایہ سب کچھ دیکھتے تھے اور اوسى طرح اپنے جہل و عناد پر قائم تھے۔

قصہ مختصر اوس دن اور اوس رات کو لڑائی ملتوی رہی۔ ملازمان امام مظلوم نے رات بسر درگاہ الہی میں اوسى بہوک پیاس میں گریہ و زاری جاری رکھی اور حضرت رسالت پناہ پرورد و بیجا کئے حضرت امام ہمام نے نمبر اپنا اوسى دشت میں رکھوا کے شب عاشورہ کو اپنا تمام لشکر جمع کیا اور نہایت فصاحت و بلاغت سے پہلے تئائے حق سبحانہ تعالیٰ بیان کی اور پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور فرمایا الحمد للہ علی السراء و الضراء اے صاحبو میں نے تم سے بڑھ کے باوقار اپنے اہلبیت سے زیادہ رحیم اور نیک کوئی نہیں پایا فخر اکم اللہ منی خیر۔

میری طرف سے تین ہزار سے خیر و برکت میں خوشی اجازت دیتا ہوں کہ جان چاہو چلے
 اور اس کی کچھ شک نہیں کہ یہ لوگ تمہارے سدرہ منہ کے انہیں تو دشمنی خاص میری ذات سے
 ہے۔ پس تم کو چاہئے کہ جیسے تمہارے ایک اہل بیت کا ہاتھ ہاتھ میں لیا کر جہاد میں آؤ گے جلد و
 زخمی نہ ہو گے اور یہ تمہارے متوسلین بھی تمہاری مدد سے چل جائیگے۔ یہ سنکر حضور کے بھائی
 بندوں اور اہل بیویوں نے وادیا چانی شروع کی کہ ہر آپ کی مفارقت میں زندہ نہیں رہ سکتے
 حضور یہ کیا نظم پیر کرتے ہیں جب تک ہمارے دم میں دم ہے آپ کے دشمنوں سے لڑینگے اور
 اپنا اور ان کا خون ایک کر دیتے حضور نے اس کے حق میں دعا کی پھر فرزند ان حضرت سلیمان عقیل
 کہ انہیں منوجہ ہو سکتا تھا کہ اسے اس کے مرنے کو فوجوں کی جو ٹٹی باتوں پر اعتماد کر کے
 تمہارے باپ کو نکال کر دیا ان اللہ بن کنز النعم تمہارے مرنے سے پہلے کی یادگار ہو
 اور تمہاری والدہ بھی حیثیت کی باری اور ان کی ستمانی سے تم اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کے قہر لہتی
 میں چلے جانے وہاں سے مدینہ پہنچنا تمہارے لئے آسان ہو جائیگا۔ وہاں کرم اکی برتائیہ کر کے
 بیتہ رہنا کوئی نہ کوئی تمہارا بدلہ بنی امیہ سے لے رہی لیگا۔ جیسے یہ بات اپنے والد ماجد سے سنی
 ہے انہوں نے جناب رسول خدا سے روایت کی تھی شیخ اس اجمال کی یہ ہے کہ جنگ صفین
 کے زمانہ میں ایک دن وہاں پر گوار نے ندا کی را ابامسلمہ یعنی بنو سلمہ کھان میں۔ محمد حنیفہ نے
 تناس کی کہ وہ سب سے پہلی صفت میں تشریف رکھتے ہیں ارشاد ہوا کہ ٹیٹا میری عمر ابو مسلم خولانی
 سے نہیں ہے بلکہ تمہارے لشکر کے اوس سردار سے ہے جو لشکر کے ساتھ مشرق سے
 نمودار ہو گا۔ اور اسی جنگ کے زمانہ میں اس کے طفیل سے زمین پر سچ کو قائم کر دیا۔ خوشنما
 دن لوگوں کے جو اس کا ساتھ دیں اور اعلیٰ دین اور نگوں ساری اعداء میں جدو جبہ تبلیغ کریں
 یہ روایت ہے کہ اس کا شہادۃ النبوة میں مذکور ہے۔ وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ مراد اس کا

ابو سنہ موزی میں جو موشا بہ جان سے خرچ کر کے بنی ایسہ سے خوب ہی اطمینان تھا اور
 ونیر ماکوم وانیون کے ظلم سے رہائی دی تھی۔ اولاد مسلمان عقیل نے جب یہ گفتگو جناب امام کی
 سنی تو چونکہ باپ کے غم میں گرفتار تھے یہ دوسری بریعی بیکار کے پانچویں زیادہ کا غرہ دل پر در سے
 کیسے بچے عرض کی۔ اسے امام عالم و عالمیات وہ جان کس کام کی جو آپ پر قہر انوار وہ سرسبز ایچہ
 کا جو آپ کے تعلیم کی خاک بر تار نہ کیا جاوے۔ بہن اگر آپ دیکھ دیکھ بھی اپنی خدمت سے باہر
 کرینگے تو بھی نہ ٹھیکے۔

خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشان کا	جو آنکھیں دے تو لغتارہ ہوا سے سہاستان کا
--	--

حضور نے جب اونکو طریق صدق و صفا اور دھرم و قوانین ثابت قدم دیکھا تو دل سے اونکو
 حق میں دعا کی اور فرمایا کہ اے میرے غمخوار اور اے میرے جان نثار۔ جب تم سبکی بھی راسے
 رہے کہ مجھ مظلوم اور بیگس کا ساتھ انحر و دم تک۔ دو آداب میں بھی اپنی چہرائی سے جو جہان میں کرتا
 اچھا اب جاؤ اور باقی شب طاعت و عبادت اتھی میں بسر کرو۔ صبح میرے پاس آنا۔ فجر کی تاز
 پڑھنا۔ ساتھ ساتھ دیکھو۔

الغرض خدام والا احتشام اپنی اپنی جگہ پر جا کے اور اوہ اوجھ میں مشغول ہوئے۔ یہاں
 رات نالہ و آدین گزری اور غریبان بادیہ مصیبت کے اشکوں کی نہی چشمہ چشم سے گزر کے پشت
 ماہی تک پہنچی۔

اشک چشمہ تابا ہی رفت و اہم تابا	ماہ و ماہی را بر اشک و آہ میگرم گواہ
---------------------------------	--------------------------------------

روایت ہے کہ علی الصبح آسمان سے آواز آئی یا خیل اللہ اسکو یعنی اے خدا کے
 لشکر والو سوار ہو جاؤ کہ ہنگام کار زار آپہنچا اور اوتھ بیٹھو کہ وقت رحلت فریب ہے۔ جناب ام کلثوم
 یہ آواز سننے لگی پڑتی اور سر ہچاک اوڑھتی پچاڑین کھاتی سید مظلوم امام معصوم کے خیمہ کے

دروازہ پر پہنچیں اور رکھا بھائی جان۔ یہ کہ کان میں آسمان سے یہ آواز آئی ہے حضور نے فرمایا ہاں میں نے بھی سُن لی۔ تم کہیں آپے سے باہر ہوئی جاتی ہو اللہ صبر کرو اور مجھے اپنا حال تباہ کر کے زیادہ پرہیز مندو میں نے تو تم سے زیادہ ایک غضب دیکھا ہے۔ **نانا صاحب** کا قول ہے تمام عیناً دلائل نام قلبی پس راشت جدی کے بموجب آنکھیں میری سوتی تھیں مگر دل جاگ رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کُتوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میں سے ایک خارشتی کتا سب سے زیادہ مجھ پر آتا تھا میں سمجھا کہ یہ ضرور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اتنے میں جناب **نانا صاحب** مجھے نظر آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اے میرے مظلوم بٹے۔ ساکنانِ عالم بالا اور قربانِ ملائے اعلیٰ اور ارواحِ پاک انبیاءِ تیرے استقبال کے لئے آسمان سے زمین تک دور و یہ صف باندھے کھڑی ہیں اور تیرے مرتبہ بزرگی کی بشارت مجھے سناتے ہیں۔ بیٹا مردانہ وار کوشش کر کر آج ہی شام کو تو میری بغل میں آجائے۔ **نانا صاحب** کے ساتھ ایک فرشتہ بھی تھا ارشاد ہوا کہ تو اسے پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ نہیں۔ فرمایا۔ یہ فرشتہ کے بغیر ساتھ میدانِ کربلا میں اسلئے بھیجا گیا ہے کہ تیرا خون اوس میں بھر کے لیجائے اور اپنے پاس حفاظت سے رکھے۔ یہ سُنکے حضرت ام کلثوم نے اور بھی زیادہ سرٹپٹا اور شور مچانا شروع کیا۔ جناب امام عالی مقام نے بہن کو گلے سے لگا کے سب اہلبیت کو طلب فرمایا اور یوں ارشاد ہوا۔

الوداع اے دوستانِ کین دم سفر خواہیم کرد	مسکن اصلی خود جاے دگر خواہیم کرد
---	----------------------------------

پس جب حرمِ محترم اور اولادِ امجادِ حاضر ہوئے حضور نے فرزندوں کو پاس بلا کے ایک ایک کو پکارتے ہوئے اپنا اونکے سینوں پر ملا اور دل پر خون سے زار زار رو کے فرمایا کہ اے جگر کے ٹکڑے میرا دل تمہارے لئے بہت جلتا ہے۔ ابھی تمہاری بیٹی کا وقت نہیں آیا تھا کہ باپ تمہارا تمہارے سروں سے اوٹھا جاتا ہے۔ علاوہ برینِ غریب الوطنی اور یکسی بھی تمہیں نصیب

ہوتی ہے۔ تحسے کیا کمون اور کیسے سمجھاؤں اور تمہارا غم کس کے آگے روؤں۔ پہر خطاب شہر بانو سے خطاب فرمایا کہ اے میری سرور سینہ تو ان یتیموں کے ساتھ کیسے بسر کر سکیگی اور بعد میں انکا بار غم تجھ سے کیونکر اٹھائے گا۔ یہ سنکر اہلبیت میں خروش و فغان کے غل و شور سے محسوس ہوا گیا۔ کشتی صبر و سکون کی گرداب اضطراب میں ڈوبنے لگی اور دریائے مصیبت و احزان کی موجوں سے تلامطم بڑھ گیا۔

اشک آئے نکل چشمِ حباب لبِ جو سے | رونے کی صدا آتی تھی ماہی کے گلو سے

دیدہ دورانِ اندوہ اہلبیت رسالت سے گریان ہوئے۔ زمین و آسمان طیش سینما سے خاندانِ نبوت سے طہان ہوئے۔ زبانِ اہل زبان نے سوزِ جگر خراش سے یہ اشعار دردناک چڑھنا شروع کئے

موجزن مے بیتم از ہر دیدہ طوفانِ غم | میر سرد و رگوشم از ہر لبِ صداے ماتم
اہلِ عالم را تمیہ دافم چہ حالِ افتادہ است | اینقدر دافم کہ در ہم رستم کارِ عالمے

حضرت ام کلثومؓ نے بیتاب ہو کے عرض کی۔ اے گلدستہ باغِ لافعی اور اے لالہ نورستہ چینِ اہلِ اقی۔ کسی میں ان باتوں کے سننے کی طاقت نہیں۔ ہمارے نانا جان محمد مصطفیٰؐ نے اس جہانِ گذران سے رحلت فرمائی تو والد ماجد علی مرتضیٰؑ نے ہماری سرپرستی کی جب اونہوں نے بھی بال شہادت کے روضہ سعادت کی طرٹ پرواز فرمائی تو بیالیٰ حسنِ محبتی نے اپنا سایہ ہمارے سروں پر رکھا۔ اونکے بعد ہم جگر جلوں کے محرم اور ہم مظلومیوں کے و ساز و مہم حضور تھے۔ اے یادگارِ خاندانِ نبوت جب آپؐ نہ رہینگے تو کون ہمارا غم کھائیگا۔ اس سوک و پیاس اور بیکیسی و ہلرس میں جب یہ تنے تنے یتیم بچے ہلک ہلک کر روینگے تو کون انہیں گلے سے لگائیگا۔

فریاد ازان روز کہ ما بے تو با نیم | در آرزویت عمرِ حیرت گزار نیم

لکھا ہے کہ جناب امام حسینؑ کا خیمہ کربلا کی تپٹی ہوئی ریت میں استادہ تھا حضور تلامذہ

قرآن میں مصروف دراز و قطار رو تے تھے اور سدا آمین بھرتے تھے کہ ایک شخص اودھر سے گذرنا نہ مٹور کو اس حالت حزن و ملال میں دیکھ کے اور کچھ سمجھ نہ سکا آخر ہاکیا پوچھا کیا اختر آپ کا خون بہن اور اس رقت کا کیا باعث ہے یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ انیس۔ اب ہمارا حال یہاں تک پہنچ گیا جو راہ چلتوں کو بھی ہم پر رحم آتا ہے اور اسے جواب دیا کہ بہائی۔ میں تمہارا بی زاد بیٹا ہوں حسین ابن علی میرا نام ہے۔ کوفیوں نے سنت و سماعت کر کے باصرار مجھے۔ یہ نہ سے بلوایا اور اب یہ خون کے ناحق پیاسے ہو گئے ہیں۔ دیکھ یہ سانسے بے شمار فوجیں میرے گئے پرتلہ ابرہہ پر تے کو تیار پڑی ہیں۔ اس طوائف کی گرمی میں مجھ پر اور میرے نئے نئے بچوں پر پانی بند کر رکھا ہے۔ اوس شخص نے یہ سنا اور روئے۔ یوتے غش کھا اگر گر پڑا۔

صواعق سے منقول ہے کہ جب حضور پر یہ سختی اور شدت گذری تو آپ کو جناب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت یاد آئی یعنی انہوں نے فرمایا تھا کہ اے میرے پیارے حسین تم کوفیان بد عمد کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہ کرنا۔ وہ لوگ سخت بے محنت و جفا کار ہیں۔ اونکے بلا سے تم بہرگز ہرگز کوفہ کی طرف بید لکر بھی قدم نہ بہنا ورنہ بہت بچتاؤ گے اور کمال پریشانی اٹھائو گے یہ ظالم اتہاد جبہ کے بھیجا اور خود غرض ہیں ان سے دوستی کی امید رکھنا ہو اور قلعة بنانا ہے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ جب آپ نے لڑائی کو اٹل دیکھا جس کا نتیجہ پہلے سے آپ کو معلوم تھا تو حضور خیمہ اطہر میں تشریف لائے اور اہل حرم کو نصیحت کی اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِ یعنی صبر طری نعمت ہے اور کجاہر حق سبحانہ تعالیٰ نے بہت ہی بڑا مقرر فرمایا ہے۔ خیر دار ہو شیار۔ زخار ایسا نکرنا کہ عثمان صبر و استقلال اپنے ہاتھ سے چھوڑ دو۔ تمہاری حالت ردی دیکھ کے میری ثابت قدمی میں بھی نزق آئے میں تم کو رونے دھونے اور برا حال کرنے سے منع کئے دیتا ہوں۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کھا۔ اے خداوند و الجلال و الانوار۔ تو خوب جانتا ہے کہ کوفہ والوں نے

جسے بیعت کر اور پر اپنے قول و قرار پر قائم نہ رہے اسکا انصاف تیسکر ہاتھ ہے۔

دسویں محرم الحرام یوم جمعہ یا شنبہ کا حال حسرت مآل

اور ہر تو یہ مختصر یہاں ہو ہی رہا تھا کہ اور ہر اوس قیامت کے دن کے آفتاب نے دیر پہلے شہر سے
منہ نکالنا چاہا۔ امام مظلوم سید معصوم نے آواز اذان بلند کی۔ اصحاب پاک نے حج ہو کے تیمم کیا اور
سنت ادا کر کے فجر کی نماز نہایت خضوع و خشوع سے ادا کی۔ ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ
فریاد کوس عربی اور نالہ نائے رزمی لشکر مخالف سے سنائی دی۔ ابن سعد بھی اپنے لشکر کے
ساتھ نماز پڑھنے کے ظلم نا دیدنی اور تتم ناشیندنی پر پار گرنے لے سوار ہوا۔ علم وراثت بلند اگر کر کے
اویں لوگوں نے صل من مبارک کی صدا بلند کی۔

امام عالی مقام کے پاس اگرچہ تیس سوار اور چالیس پیادے یعنی صرف پچتر آدمیوں کی
جمعیت تھی مگر لشکر مخالف کی کثرت پر کچھ نظر نہ فرمائی۔ میمنہ یا میمنت میں نہ بہرین تیس (تین)
بجلی۔ میسرہ یا سرہ میں حبیب بن مظاہر (مظہر) کو مقرر فرمایا۔ علمبردار حضرت عباس نامدار کے
گئے چونکہ قلب کے لئے قدرت نے مقام صدر ہی تجویز فرمایا ہے اسلئے اوس صدر نشین خاندان
برہنہ تھے تاہم میں جبکہ اختیار کی نیموں کو پیچھے رکھا چلے کر و خندق کو ود کے رات ہی سے
اوسیرہ تاگ پھر کا دی گئی تھی اسکو آپ کے لشکر کا ساتھ کہنا چاہئے۔ فدا یاں حبیبی کے میدان
شہادت میں اپنی اپنی جانوں کو تیلیوں پر رکھ کے جان بازی شروع کر دی۔

ابن سعد نے اپنے لشکر کے ہر حصہ اور ہر قبیلہ پر علیہ و علیحدہ انسر مامور کئے اور سب پر
ایک اعلیٰ انسر بطور نگران اور ذمہ دار کے مقرر کر دیا مثلاً اہل مدینہ کا انسر اوسدان عبداللہ بن
زہیر از دی تھا۔ ربیعہ و کندہ کا قیس بن اشعث۔ مدح و اسد کا سردار عبدالرحمن بن سہرہ جعفی

اور تیم و بہدان کے افسر حضرت حُر بن زید ریاحی تمیمی تھے۔ ہاے افسوس۔ ان بہون نے
فرزند رسول مقبول اور نخت جگر علی و بتول کے قتل پر اپنی اپنی کمرچٹ باندھ لی۔

شکرا شقیاء کا مینہ نامیون عمرو بن حجاج زبیدی کے سپرد تھا یہ سسرہ ناسرہ شمر بن ذی الجوشن
کی نگرانی میں۔ سواروں کا سردار عروہ بن قیس انہسی۔ پیادوں کا افسر شیت بن ربیعہ ربیعہ تمیمی تھا
عکم اس کے غلام و ریدہ کے پاس تھا۔ ابن سعد خود قلب سپاہ میں جاگزین ہوا۔

جب امام ہمام نے دیکھا کہ یہ کجحت اپنے نامہاے اعمال بغیر سپاہ کئے نماینگے اور
دولت دنیا کی ہوس میں لامحالہ مجھے میچ ہی کرینگے تو آپ خیمہ میں تشریف لائے۔ عمامہ سرور کائنات
علیہ التحیۃ والصلوۃ سر مبارک پر کما چغہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ریب بر فرمایا اور شہسوار میدان
انا بنی بالسیف کی تلوار کر سے باندھ کے ختم المرسلین حبیب رب العالمین کے گھوڑے قرقر نام
پر روایتے ایک اونٹنی پر سوار ہو دو چار آدمیوں کو ہمراہ لیکے میدان جنگ میں پہنچے اور رجز
شرع کی جسا ایک شعر یہ ہے جس کو سب نے بخوبی سنا۔

أَنَا بَنِي عَلَى الطَّهْرِ مِنَ آلِ هَاشِمٍ	أَكْفَانِي بِلَدِ الْمُفْحَرِّ حَيِّينَ أَخْرَ
--	--

حضور کی رجز کا سضمون یہ تھا کہ اے اہل عراق تمہیں قسم ہے خدا کی ذرا یہ تو بتاؤ کہ میں کون ہوں۔
تم خوب جانتے ہو کہ میں نواسہ رسول خدا اور نخت جگر فاطمہ زہرا اور قرۃ العین علی مرتضیٰ ہوں۔ بھائی
میرے حسن مجتبیٰ راکب دوش محمد مصطفیٰ تھے۔ میرے چچا جعفر طیار ہواے قضاے جنات العلی
میں ہیں اور جناب سید الشہداء امیر حمزہ میرے پردہ رزگوار کے حقیقی چچا تھے۔ کیا تم عمامہ
رسول اللہ کا میرے سر پر نہیں دیکھتے۔ دیکھو او نہیں کا چغہ مبارک میں پہنے ہوئے ہوں۔
حضور ہی کی شمشیر بران میری چاتی سے لگی ہے اور مرکب راکب براق کا زیران ہے۔ اتنا ہے
حجت میں یہ ہی فرمایا کہ اگر تکویری گفتگو میں شبہ ہو تو تم میں جابر بن عبد اللہ۔ ابو سعید۔ سیل بن

زید بن ارقم اور انس موجود ہیں اون سے دریافت کرو کہ رسول اللہ کا براؤ ہمیشہ میرے ساتھ کیسا رہا ہے اور میں اون کا نواسہ ہوں یا نہیں۔

یہ سنکر فوج مخالف سے جدا ہلند ہوئی کہ حسین۔ یہ سب جو کچھ تنہے فرمایا۔ صحیح و درست ہے آمین
ایک بات بھی خلاف واقع نہیں۔ اسکے جواب میں راکب دوش مصطفیٰ نے فرمایا کہ اے بد نصیبو۔
جب تم یہ جانتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ میرے خون کو حلال سمجھتے ہو اور پانی میرے نئے نئے سے
بچون پر نہ کر دیا ہے حالانکہ چرند پرند اور سیود و نصاریٰ سب آبِ فرا سے سیراب ہوتے ہیں
مگر نور چشم رسول خدا ہی آج ایک قطرہ آب کے لئے تمہاری آنکھوں کے سامنے اڑیاں
رگڑتے ہیں اور ان گلاب کی سی بٹیوں کے مرجھانے پر تمہیں ذرا بھی رحم نہیں آتا۔ کیا تم یہ نہیں
جانتے کہ میرا باپ ہمارے دشمنوں کو حوض کوثر سے اس طرح دور کر دیا جیسے کوئی پیاسے اونٹ
کو پانی سے ہٹکا دیتا ہو۔ ناگاہ عورتوں اور بچوں کے گریہ و زاری کی آواز گوشِ مبارک میں پہنچی
آپ کے جسم پاک پر رونگٹے اوس دردناک آواز سے کھڑے ہو گئے منہ پیر کے خوب روئے اور
جناب عباس علیہ السلام دار و حضرت علی اکبر کو بلا کے فرمایا کہ جاؤ ان لوگوں سے کہو۔ کل تمہیں بہت سا
رونا ہے آج ہی رورو کے کیوں جان کہوے دیتے ہو۔ حضرت عباس اور علی اکبر نے
بید کی طرح لرز کے آسمان کو دیکھا اور حکمِ حاکمِ مگر مفاجات پر عمل کر کے سر پر وہ اطمہ کی طرف
دوڑ کے کھا۔ اے حرمِ محترم۔ فاطمہ کے لال پر یہ تباہی کا وقت ہے۔ لہذا اس آخری دم میں رورو
کے اونکا دل نہ کڑھاؤ ورنہ یقین کر لینا کہ دلبند رسول تڑپ تڑپ کے اپنی جان دیدیگا۔ بیچاری
دکھ کی ماری عورتوں نے مجبور ہو کے اپنے گلے گھونٹ گھونٹ لئے اور بہوک پیاس سے
تڑپتے بچوں کے منہ پہنچدئے۔ بند ہونا کیسایہ وقت ہی بند ہونے اور چپ لگانا نہ تھا۔ ع
غرض بیانِ غم اہل بیت آسان نیست۔

جیادہ ہر سے دلہ وزاوتبار سوزنا لہ زلفش کی سوزنا ریز سے نام نثار ہین ہند سہی تو نام حرمین
 نے پھر اعدا کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا کہ اے لوگو! تم مجھے کہیں کیوں خاموش ہو گئے تھے۔ تمہارے
 نبی کی محترمت اطمار نے تمہارے اس گنہگار حسین کے لئے اپنا حال تباہ کرنا شروع کر دیا تھا انہیں
 چپ کرنے میں اتنی دیر لگی۔ پس تم جانو اور آگاہ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے جو نٹ بولنے کو حرام کیا ہے
 اور میں نے کوئی بات تم سے غفلان نہیں کہی نہ کوئی وعدہ خلافی کبھی مجھ سے ظہور میں آئی نہ کسی
 مسلمان کو میں نے ستایا ہے نہ تارک فرائض آہی ہوں۔ پھر کیوں میرا دل دکھایا جاتا ہے
 اے لشکر یان زید۔ خوب غور کرو۔ اور سمجھ لو کہ نصارے جہان کمین خیر عیسیٰ کے مسم کا نشان
 پاتے ہیں تو آج تک اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ یہود اگر کوئی اثر جناب موسیٰ کا دیکھتے ہیں تو دل میں
 سے اس کو عزیز رکھتے اور عزت کرتے ہیں لیکن حیف صد حیف کہ تم نے میرے قتل ناحق پر کمر
 باندھ ہی ہے حالانکہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں یہ بین تفاوت رہ اذ کجاست تا کجما۔ آیا میں
 تم میں سے کسی کا خون کیا ہے جو میرے خون کے پیاسے ہوا کسی کا مال لے لیا ہے جسکے
 مطالبہ میں مجھے ایسا تنگ کرتے ہوا کوئی اور قصور میرے ذمہ ہے جسکے پاداش میں چاروں
 طرف سے مجھ پر یہ زعمہ ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ روئے زمین پر جو نسب عالی میرا ہے وہ کسی
 کو حاصل نہیں۔ میں دنیا کو چوڑ کے اپنے نانا بزرگوار کے روضہ مبارک پر غلام بننے بیٹھ گیا تھا۔
 لوگوں نے مجھے وہاں چین سے نہ رہنے دیا اور میں وہاں سے آزرہ ہو کے مکہ پہنچا تاکہ اپنے
 پروردگار کی عبادت میں مشغول رہوں۔ تم لوگوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور خطوں پر خط اور قاصدوں کو
 قاصد سے پاس بھیجے اور خدا و رسول کی واسطے مجھے دلائے گئے کہ یہاں آؤ۔ تمہارے سوا
 کوئی مستحق امامت نہیں۔ اب جو میں یہاں آ گیا ہوں تو میرے خون کے پیاسے ہو گئے ہو اور
 ہم غریب بیکسوں کے شیشہ دل سنگ جفا سے چور کر رہے ہو۔ قیامت کے دن خدا و رسول کو کیا جواب دے

جب مخالفین میں سے کسی نے اسکا جواب نہ دیا تو آپ نے نام بنام شیدائے بن ربیعہ - عمرو بن سعد - حجار بن الجبرقیس بن اشعث - زید بن الحارث اور عمرو بن حجاج وغیرہ کو پکار کے پوچھا - کیا تم نے خط لکھ لکھ کے مجھے یہ جان نہیں بلایا ہے جواب تلوار میں باندھ باندھ کر مجھے پہنچ کر آئے ہو - وہ لوگ صاف انکار کر گئے - جناب امام نے اونکے خطوط اونکے سامنے ڈال دیے پھر یہی اون ظالموں نے انکار ہی کیا حضور نے لغت اللہ علی الکافین لکھ کے وہ خط آگ میں جوتک نہ آئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا - ”اے لوگو مجھے معلوم ہوا کہ تم میری صورت سے نفرت کرتے ہو بہتر ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو تاکہ میں کسی محفوظ سرزمین کی طرف چلا جاؤں“ جناب امام کی یہ باتیں سُنکے قیس بن الاشعث بول اٹھا کہ تم اپنے چچا زاد بھائی ابن زیاد کا کتا کیوں نہیں مانتے کیا وہ تمہارے حق میں بُرائی کر لگا حضور نے اسکے جواب میں فرمایا اے ابن الاشعث کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے خون کے سوا اور وں کے خون کا بھی دعویٰ کریں - والدین ذلیل و حقیر بنکے تمہاری اطاعت نہ قبول کر لینگا اور نہ غلاموں کی طرح مجبور و لاچار ہو کے اوسکی امارت کا مقرر ہونگا - اتنا فرما کے حضور نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور اوٹ پر طے - پھر زہیر بن القین سے نہ رہا گیا اور محض سے باہر نکلکے سامنے آکھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو ہم تم بھائی بھائی ہیں - اسلئے تمہیں سمجھاتا ہوں کہ عبدالجہل شانہ نے جو اسوقت کل اطمار اور ذہیرت احمد مختار سے تمہارا سامنا کر لیا ہے اوس سے مقصود یہ ہے کہ تمہارے ایمان کا امتحان کرے - اے اللہ کے بندو - سوچو اور سمجھو کہ ابن فاطمہ مدد و محبت کا مستحق ہے یا لکڑا ابن سمیہ - اسپر کو فیون نے حضرت زہیر کو گالیان دین اور ابن زیاد کی بہت کچھ تعریف کی - بعد ازاں عمر بن ذی الجوشن اور زہیر سے خوب ہی رد و بدل ہوئی - یہ دیکھکے جناب امام نے زہیر کو واپس بلالیا -

اب حضرت حرب بن زید ریاحی کو بالکل یقین ہو گیا کہ یہ ظالم جناب امام کے قتل پر تیلے ہوئے ہیں -

وہ ابن سعد کے پاس پہنچے۔ اوسنے پوچھا کہ کیا تم حسین سے لڑنے جاتے ہو۔ حضرت حُرف نے جواب دیا۔ خدا نہ کرے۔ تو مجھے پہلے یہ بتا دے کہ تو نے جناب امام کی کون سی درخواست کو منظور کیا ابن سعد بلو لا تمنا لا امیر لاونی کسی بات کو نہیں مانتا میں کیا کروں۔ یہ سنکے جناب حُرف حضرت امام کے پاس چلے آئے اور عرض کی۔ اُسے ابن رسول اللہ خدا مجھے حضور پر فدا کرے میں نے آپ کو واپس جانے نہیں دیا اور میں ہی گمیر گھار کے آپ کو بھان لے آیا۔ والد اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ یہ ظالم آپ سے اس بُری طرح پیش آئیگے تو میں ایسا نہ کرتا۔ اب اپنے کئے سے نادم ہو کر حضور میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ کی مدد کروں۔ کیا حضور میرا قصور معاف کر دیں گے؟ جناب امام نے فرمایا۔ بیشک خدا نے تیری توبہ قبول کر لی۔ حضرت حُرف خوش ہو گئے اور لشکر مخالف کے سامنے آئے۔ انہیں بہت سا سمجھایا بوجھایا کہ تم لوگ اپنے ہاتھوں سے کیوں اپنے پالو نہیں کھڑی مارتے ہو اور کیوں خود اپنے پالو سے دَفَن کی طعن چلے جاتے ہو۔ نخت دل رسول پر آب فرات بند کر رکھا ہو اور نور دیدہ بتول کے خون کے پیاسے ہو۔ اون دین فروشنوں نے ایک نہ مافی اور جمع ہو کے جناب حُرف پر تبرہ برسائے گئے۔ وہ لاچار ہو کے جناب امام کے پاس چلے آئے۔

اسوقت ابن سعد لشکر سے نکل کے آگے آیا اور کہنے لگا کہ اے حسین۔ ان پالوں سے کوئی نتیجہ نہ برآمد ہو گا یا تو زبرد سے بیعت کرو یا ہم سے لڑو ہم تمہیں ہلاک کرینگے اتنا کہکے اوسنے اپنی کمان میں تیر لٹکایا اور پکارا۔ اے اہل کوفہ۔ گواہ رہنا۔ میں پیش قدمی کرتا ہوں۔ تمہیں امیرِ حلیل الشان عبید اللہ بن زیاد کے سامنے گواہی دینی پڑے گی کہ میں نے کسی طرح پہلو تھی نہیں کی۔ یہ کہہ کر وہ تیر جناب امام عالی مقام کی طرف پھینکا۔ حضور علی نے ریش مبارک ہاتھ میں لیکے فرمایا۔ اے انقیاء بیدین۔ خداوند کریم نے اپنا غضب یہودیوں پر اسوقت سخت کر دیا کہ جب انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کھا۔ نصاریٰ سے خدا اسوقت تھا ہو گیا جب انہوں نے مسیح کو

ابن السبتایا۔ ابی تم اپنے پیغمبر کے فرزند کو قتل کیا چاہتے ہو اس وقت حق سبحانہ تعالیٰ تمہارے غضبناک ہے اپنی خیر نہ سمجھو میں داصبر و ماصبر اللہ اکابرہ کے راستہ سے دور ہونا پسند نہیں کرتا اور ان اللہ یحب الصابرين کی رسی مضبوط تعالیٰ لیتا ہوں تاکہ توڑے ہی عرصہ میں ظلم کے نتیجے میں تم گاروں کو معلوم ہو جائیں۔ انشاء اللہ غم قریب آج جاہ و حرمت کے قعود بار و مذلت میں گرفتار ہونگے۔

کہ کرد و رہم عالم کان ظلم بہ زہ	کہ تیر لعنت جاوید انشا نہ نشد
---------------------------------	-------------------------------

ان اللہ مہمل و دلا یعل پر بھیج و سا کر کے تمہارے کرداروں کی جزا اور گرفتار کی سزا کا منتظر ہوں او سے نزدیک سمجھو۔

ہر کہ آئین ظلم پیش نہاد و	بند بردست و پائے خویش نہاد
چندر و زے اگر سرفراز د	دہر شس آخر زہ پا در انداز د

اسکے بعد جناب امام گوڑے کی باگ پیر کے اپنے لشکر میں چلے گئے اور اڑتھ کا غم بالآخر کر لیا یہ دن جمعہ کا اور ۱۰ محرم ۷۱۱ھ تھا۔

لشکر مخالف کی تعداد بقولے سترہ ہزار اور بروایت تیس ہزار تھی۔ صحیح روایت یوں ہے کہ اوس معرکہ جاناکاھ میں شام کو نو ف کے بائیس ہزار سوار و پیادے شامل تھے۔ ملازمان حسین رضی اللہ عنہ بروایتے یا لشی اور قول مشہور سے بہتر تھے۔

مورخ کہتے ہیں کہ جناب امام حسین کا مرنے کا تصور تھا کہ حضور ایک خلافت شرع اور گمراہ آدمی یعنی یزید کو اپنا رہنما بنانا نہیں چاہتے تھے اسی لئے لوگ اونکے خون کے پیاسے ہو گئے اگرچہ یہ سب سمانی کا دعویٰ کرتے تھے لیکن حب دنیا نے انہیں ایسا اندھا کر دیا تھا کہ نبی زانو کو قتل کر ڈالا۔ جناب امام نے جو خطبہ دو نون صفوں کے درمیان دیا وہ بڑا اثر تھا مگر اوسنے

اور سنکد لون پر کچھ یہی آخرین کیا البتہ حضرت حُربن زید ریاحی آپ کی طرف آنے لے اور اپنی جان
 قدموں پر فدا کر دی۔ جناب امام کے لوگوں نے بڑی شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کیا اور دنیا پر
 ثابت کر دیا کہ نبی ہاشم کے بازوؤں میں خدا نے بڑی طاقت دی ہے۔ جناب امام کو کبھی لڑنے کا
 اتفاق نہ ہوا تھا اور یہ پہلی لڑائی تھی جو انہیں لڑنی پڑی مگر اولد سُر لا بیہ اپنے والد ماجد حضرت
 اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ کی طرح اونکی شمشیر زنی بھی بہت ہی سخت تھی۔ فریق مخالف کے
 بہت سے آدمی مارے گئے۔ مگر ایک کی دودو دشو رہے اور بھیان بہتر کے مقابلہ میں بہتر نہار تھے
 آخر الامام جناب امام ہمام مع اپنے رفقا کے شہید ہوئے۔ اعداء کے ظلم نے کوئی دودو بیتا بچہ بھی بچوڑا
 چونکہ خدا کو نبی فاطمہؑ کی نسل کا منقطع کرنا منظور نہ تھا اسلئے حضرت علی ابن حسین سے جنگ لقب
 امام زین العابدین ہے جناب امام حسین کی اولاد قائم رہی۔ جناب زین العابدین معرکہ کربلا میں بہتر
 پریمار پڑے تھے اسلئے ظالموں کی تیغ بید رنج سے محفوظ رہے۔ اس معرکہ جانشو زین حضرت
 امام حسین کے اٹھائی یا ایک سو چالیس آدمی کام آئے۔

شامیون میں سے زیادہ کا غلام یسار اور عبید اللہ کا غلام سالم نکلے میدان جنگ میں آئے
 اور پکارے۔ ہے کوئی جو ہم سے آکے لڑے۔ امام حسین کی طرف سے عبداللہ بن عمیر کلبی جو کوئہ
 سے معہ لبنی بیوی کے اور ہرآن ملے تھے میدان میں آئے۔ یسار و سالم نے کہا ہم تم سے نہیں لڑتے
 ہمارے مقابلہ کے لئے زبیر بن القین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حصیر کو بھیجو حضرت عبداللہ نے
 گرم ہو کر یسار کو لٹکا کر اسے ولدا الزنا زبان اپنی بند کر تیرا سہ اور ایسے لوگوں کی برابری میری
 ہی تلوار تیرا سر اوڑھنے کے لئے کافی ہے۔ یسار جھپٹا کے آگے بڑھا۔ اور حملہ کیا۔ عبداللہ نے
 اوسکا وار خالی دیکھ اپنی تلوار چلائی۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں لے دے ہوتی رہی سالم
 نے دیکھا کہ یسار کمزور ہے خود جھپٹا۔ حضرت عبداللہ نے اسے پاس ہی نہ آنے دیا اور یسار کو

واصل جنم کر کے سالم کی طرقت مخاطب ہوئے۔ اونہنے آپ پر متواتر حملے کئے۔ عبداللہ اوسکے حملوں کو بھی روکتے تھے اور خود بھی وار کرتے جاتے تھے۔ اسی رد و کد میں حضرت عبداللہ کے بایں ہاتھ کی اولنگیان کٹ گئیں اس پر بھی لپک کر جو ایک ضرب لگائی تو سالم کو اسی جگہ ٹھنڈا کر دیا یہ دیکھ کے اونکی اہلیخانہ ام وہب لکڑی ہاتھ میں لئے یہ کہتی ہوئی دوڑیں۔ اے میرے پیارے شوہر میری جان تمہرے خدا ہر رسول اللہ کے نواسہ پر اپنی جان تصدق کر دو۔ حضرت عبداللہ بہتیرا کہتے تھے کہ تم واپس جاؤ مگر وہ نہ مانتی تھیں اور یہی کہے جاتی تھیں کہ نہیں میں بھی ان موٹھی کاٹوں سے لڑ کے اپنی جان دوں گی۔ آخر جناب امام سے نرمی لگا اور آواز بلند فرمایا کہ تم دونوں میان بیوی نے اہلیت رسالت پر آج بہت بڑا احسان کیا ہے اللہ تم کو اسکا اجر نیک دے لگا۔ ام وہب عورتیں جہاد سے بری ہیں تمہیں خدا کی قسم تم واپس چلی آؤ۔ تمہرے جہاد فرض نہیں ہے۔ ام وہب حسب الارشاد واپس چلی آئیں۔

یہ حال دیکھ کے عمرو بن الحجاج نے لشکر شام کے میمنہ کو لڑائی کے لئے اوجھارا۔ اوسین سے سوار آڑے نیرے کئے ہوئے نکلے۔ جناب امام کے ساتھیوں نے اونپر ایسے زور شور سے تیر برسلے کہ بہت سے واصل جنم ہوئے اور باقی نوک دم بہا گئے۔

اوسوقت ابن حوزہ لشکر مخالف سے گیا تم میں حسین ہے کیا تم میں حسین ہے۔ کہتا ہوا آیا۔ کسی نے اوسکا جواب نہ دیا جب تیسری بار اونہنے یہی سوال کیا تو حضرت امام کے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا۔ ہاں ہاں آپ تشریف رکھتے ہیں۔ کہہ کیا کہتا ہے۔ ابن حوزہ بولا۔ اے حسین میں تجھے آتش و فتنہ کی خبر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ملعون تو جو بیٹا ہے اور ہاتھ اوٹھا کے جناب باری میں التماس کی اللہم حمدا الی الناس یہ سنکے ابن حوزہ چاہتا تھا کہ حکم کرے مگر اوسکا گھوڑا ایسا بگڑا کہ وہ سنبھل نہ سکا ایک پالوؤں تو اوسکا رکاب سے نکل گیا اور دوسرا انکار بگیا گھوڑا

بھاگتا تھا اور ابن حوزہ کے سر کے ٹکڑے ہوتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں لاش کا بھی پتہ نہ چلا۔ مسروق بن وائل حضرمی نے جو ابن حوزہ کے ساتھ لڑنے نکلا تھا جب یہ دیکھا تو ڈر گیا اور یہ کہتا ہوا بہاگاکہ میں اس خاندان سے ہرگز نہ لڑوں گا اسکی بددعا میں بڑا اثر ہے۔

پھر عبدالقیس کا حلیف یزید بن معقل لٹکارتا ہوا میدان میں آیا اور جناب بریر بن حصیر کو اپنے مقابلہ کے لئے طلب کیا۔ حضرت بریر ثعلب لاسے۔ پہلے تو بالون باتون میں بحث ہوئی جب بریر نے اسے لاجواب کر دیا تو یزید تلوار لیکے اونکی طرف چپٹا۔ نہایت جستی و چالاکی سے دونوں میں دو دو ہاتھ ہوتے۔ ابن معقل نے تلوار چھوڑ کے نیزہ چلایا بریر نے خالی دیکے ایک تلوار ایسی اس کے سر پر سید کی جو خود سے گذر کے مغز میں سرایت کر گئی۔ بریر اپنی تلوار نکال رہے تھے کہ رضی بن مقدعبدی نے چپٹا کر اونپر وار کیا۔ ابن حصیر بھی اس سے اوجھ گئے تھوڑی دیر تک دونوں میں خوب دانو لگات ہوئے آخر جناب بریر نے رضی کو گالیاں۔ اس کے سینہ پر چڑھ کے اپنا خنجر کمر سے نکالتے تھے کہ کعب بن جابر زدی نے پک کے آپکی پشت پر نیزہ مارا اونہوں نے اسکی کچھ پرواہ نہ کر کے کھڑا ہونا چاہا کہ کعب نے تلوار سے شہید کر ڈالا۔ انا لله وانا الیہ راجعون رضی اپنے کپڑے جھاڑ کے اوٹھ کھڑا ہوا۔ کعب کی بیوی نے جو یہ حال دیکھا تو اپنے میاں کو خوب صلواتیں ستائیں اور رکھا۔ لغت ہے تجھ تو ابن فاطمہ کا دشمن ہے اور تو نے بریر کو شہید کر ڈالا جو سید القراء تھا۔ جا۔ تیرا منہ کالا ہوا ب میں عمر بھر تیری صورت ندیکھوں گی۔

ابن حصیر کی شہادت کے بعد عمرو بن قزطہ انصاری میدان میں آئے اور داؤ شجاعت دیکے شہید ہوئے۔ انکا بھائی مخالفین کا جانب دار تھا حضرت عمرو بن قزطہ کی موت سے بہت غمیدہ ہوا اور یہ کہتا ہوا الشکر شام سے نکلا کہ اے حسین کذاب ابن کذاب تو نے میرے بھائی کو ایسا گمراہ کیا اور بھایا کہ وہ جاتے نہوا۔ جناب امام عالی مقام نے فرمایا۔ خدا نے تیرے بھائی کو توراہ حق

دکھادی اور اسے سیدہ بہشت میں بلالیا البتہ تو گمراہ ہے۔ وہ شخص یہ سنے آپ سے باہر ہو گیا اور یہ کہتا ہوا میدان میں آیا کہ میں اگر تجھے نہ ماروں تو نہ ا مجھے زندہ نہ رکھے۔ ہلال بن نافع مروی نے اسے پھر نیزہ ملا وہ زخمی ہو کے گر پڑا مگر اس کے ہمراہی اوٹھائے اور علاج کر کے اسے بچا کر لیا۔ حُر بن زید یاحی نے جب ایسی حالت دیکھی تو امام ہمام سے جواب دہی اجازت حاصل کر کے غیر بیر کی طرح میدان جنگ میں تشریف لائے۔ سیزید بن سنیان اور بنی سے لڑنے آیا جناب حُر نے ایک ہی ہاتھ میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ ہلال سے مقابلہ کرنے کے لئے فراحم بن حرث آیا انہوں نے بھی ایک ہی ضرب میں فراحم کا ڈمیر کر دیا۔ افواج شام نے جو اس طرح اپنے لوگوں کو مرتے دیکھا تو لرز گئیں اور ہر شخص جناب حُر اور حضرت نافع کے سامنے جانے سے پکھانے لگا۔ عمرو بن حجاج نے شامیوں کو غیرت دلائی اور لٹکار کے کھا کر اے بزدلو۔ اگر تم میں سے ایک ایک کی ہمت ان شیروں کے سامنے پست ہوتی ہے تو سب یکبارگی ان پر جا گرو۔ ابن سعد نے بھی مجبوراً اس رائے کو مان لیا۔ جناب امام مظلوم پکارے۔ اے ظالم ابن حجاج۔ یہ کیا غضب کرتا ہے دو یکسوں کے اوپر نہاروں کی چڑبائی۔ تو خدا کو کیسے منہ دکھائیگا۔ عمرو بن حجاج نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور فرات کی طرف سے اپنے بے انتہا ساتھیوں کو لیکر حملہ کر دیا اس میں حضرت مسلم بن عوسجہ شہید ہوئے۔

اس وقت شمر بن ذی الجوشن نے میسرہ کو لیکر حملہ کیا ہمارے غازیوں نے بھی لگہ ب لگہ جواب دیا۔ اگرچہ ان کی طرف صرف تیس ہی سوار تھے مگر عبد ہر بن پیہر دیتے تھے صفین کی صفین صاف ہو جاتی تھیں اور لوگ منتشر ہو کے بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ سواران کو فہ جان چرانے لگے تو اونٹوں کے بڑے عودہ بن قیس نے لڑائی کا رنگ بگڑتے دیکھ کر ابن سعد کے پاس پیام بھیجا کہ ان مٹی بھر آدمیوں نے تمام فوج کے چھکے چوڑا دئے ہیں تیرا اندازی کا حکم دیدیا جاے ورنہ یہ سب بھاگ جائینگے پس ابن سعد نے شیت بن بعلی کو حکم دیا کہ امام ہمام پر تیر برباد دے۔ شیت نے انکار کیا تو حصین بن نمیر

پانچ سو تیر انداز اپنے ہمراہ ایک تیر پہنکنے لگا کھان تک کہ امام بہام کی طرف کے سب گھوڑے زخمی ہو کر مر گئے اور لوگ پیادہ پا ہی لڑنے لگے۔ دوپہر ہو چکی تھی اور لڑائی اسی جوش و خروش کے ساتھ جاری تھی۔ باوجود کثرت کے مجال نہ تھی کہ فوج شامین سے کوئی بھی ہمارے غازیوں کے پاس پہنچے یا اونپر حملہ کرے۔

آخر کار جب ابن سعد کا دم ناگ میں لگیا تو چند لوگوں سے کہا کہ حرم محترم کے خیموں پر حملہ کرو جناب امام کی طرف سے صرف چار آدمی اس حملہ کی روک کے لئے مستعد ہوئے۔ وہی چار دستوں کے دستوں کا سہارا کرنے لگے۔ اب ابن سعد کو یہ سوچ ہی کہ خیموں پر دوڑ رہی ہے آگ برسائی جائے تو امانہ مظلوم آواز بلند لپکا رہے۔ اسے گروہ اشتیاق۔ تم مجھ سے لڑتے ہو۔ یا عورتوں اور بچوں کو ستاتے ہو۔ ابن سعد تو یہ سن کر خاموش ہو رہا مگر شمر بن ذی الجوش خیمہ تک پہنچنے کے لئے لگا لگا کر میں اس خیمہ کو نہ جلا دوں تو مجھے دوزخ ہی کی آگ میں جلنا نصیب ہو۔ عورتیں یکبارگی چیخ کر باہر آئیں۔ امام حسین نے شمر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ خدا تجھے جلاے۔ حمید بن مسلم اور شعیب بن ربیع بھی شمر کو روکتے تھے مگر وہ نہیں مانتا تھا اور آگے بڑھتا چلا جاتا تھا زہیر بن القین نے دس آدمی اپنے ہمراہ لیکر شمر کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ ابو عذرہ قبیابی اور بہت سے آدمی اس کے مارے گئے باقی معہ شمر کے بھاگ گئے۔

یہ نماز طہر کا وقت تھا۔ ابو ثمامہ صاندی نے امام بہام کی خدمت میں التماس کی کہ حضور خاطر جمع رکھیں۔ جب تک میرے دم میں دم ہے آپ کا بال بیکا نمونے دو لگا لگا اسی دعا کیجئے کہ ہم یہ نماز پڑھ کے مریں۔ آپ نے اونہیں دعا دیکر فرمایا ہاں ہاں یہ اول وقت نماز کا ہے تم شمر اور ابن سعد سے بھاگ کر کوہین اتنی مہلت دیدو کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ ابو ثمامہ یا کسی اور نے یہ درخواست پیش کی۔ حصین بن نمیر لول اوٹھا کہ تم لوگوں کی نماز خدا قبول ہی نہیں کر لگا حضرت حمید بن مظاہر

کو یہ سن کر غصہ اُگیا۔ فرمانے لگے۔ اسے سگ دنیا خدا آل رسول کی نماز تو قبول نہیں کر لگا تو پھر کیا تیری کر لگا۔ حصین بن نمیر نے پیچ و تاب کھا کے حبیب کی طرت گموڑا پڑایا۔ جناب حبیب نے تلوار چلائی جو اوس شقی کے گھوڑے کے منہ پر پڑی اور گموڑا پٹ گیا۔ ابن نمیر منہ کے بل زمین پر آن رہا اوس کے ہمراہیوں نے دوڑ کے اوسے اوٹھالیا۔ حضرت حبیب ابن مظاہر بڑی شجاعت اور دلیری سے لڑنے لگے۔ بنی تمیم میں سے بدیل بن صریم کو جو ایک بڑا بھادرا اور سن چلاتھا آپ نے قتل کیا۔ کسی دوسرے نے پیچے سے نیرہ مارا آپ اوسکی طرت مڑتے تھے کہ حصین بن نمیر نے آپ کے تلوار ماری۔ حضرت حبیب گرے اور بنی تمیم میں سے کسی نے آپکا سراوتا لیا۔

حضرت حبیب ابن مظاہر کے شہید ہو جانے سے جناب امام کو سخت صدمہ ہوا اور چاہا کہ ابن خود لڑنے جاؤں مگر زہیر اور جرنے دوڑ کے حضور کو پکڑ لیا۔ اور عرض کی کہ جب تک ہم زندہ ہیں آپکو ہرگز نہ جانے دیں گے حضور نے اپنا ارادہ اوتکے کہنے سے منسوخ کر دیا۔

اب جناب حرب بن زید ریاحی اور حضرت زہیر بن القین نے لشکر شام پر حملہ کر دیا جب ایک لڑنے لڑتے رقیق مخالف میں گھر جاتا تھا تو دوسرا بڑے زور شور سے حملہ آور ہوتا تھا اور اپنے ساتھی کو دشمنوں کے غول میں سے نکال لاتا تھا۔ ذرا سی دیر میں ان دونوں شیروں نے بتوں کو تلوار کے گھاٹ دفن میں اودار دیا۔ ابن سعد نے لڑائی کا یہ ڈہنگ دیکھ کے اپنے لشکر کو ملامت کی۔ پیادوں نے چاروں طرف سے ہمارے دونوں دلیروں کو گھیر لیا اور جناب زہیر شہید ہو کے جنت کو سد ہارے۔ اسی ہنگام میں ابو ثمامہ نے اپنے چچا زاد بھائی کو جو لشکر اشیاعین تھا مار ڈالا۔ اس عرصہ میں جناب امام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ صلوٰۃ النخوت پڑھ چکے تھے پھر لڑنے لگے مخالفین نے چاروں طرف سے تیر بڑے شمع کئے۔ آپ کے ساتھی جانبازی کی خوب ہی خوب داد دیتے تھے۔ زہیر بن القین بے دھڑک لڑتے بھڑتے لشکر شام کے بادلوں میں جا گئے۔

کثیر بن عبید اللہ شہین اور صاحبز بن اوس الکیا ایک اونپر ٹوٹا پڑے اور جناب زہیر کو شہید کر ڈالا۔
ہلال بن نافع بجلی نے اپنے تیروں کے پہلوں کو زہرین بچھ لیا تھا اور سپ پراؤ نکالنا ہم بھی
نکھ لیا تھا اور نون نے بارہ آدمی شامیوں کے مارے اور بہت سے زخمی کئے لیکن اطالی میں بازو
اونکا ٹوٹ گیا اسلئے گرفتار ہو گئے۔ شعر بن ذی الجوشن اور نین پکڑ کے ابن سعد کے پاس لے گیا
اور وقت خون کا فوارہ اونکے چہرے سے روانہ تھا۔ ابن سعد اونکی یہ حالت دیکھ کے ہنس لایا
نافع یوں نے نہت کیا ہے تیرے بارہ آدمی مارے اور بہت سے زخمی کر کے آیا ہوں اگر میرے بھائی بازو
سیاست رہتے تو تجھے اور تیرے لشکر کو تو بین جہنم دیتا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ مجھے گرفتار کر لیتا۔
شعر نے جھک کر اونکو شہید کر دیا۔

اسکے بعد شعر نے عام حملہ کیا۔ جناب امام کے ساتھیوں نے حملہ آوردن کی کثرت اور اپنی قلت
دیکھ کے خیال کیا کہ ہم کسی طرح سید ابراہیم کو اعدا کے شر سے محفوظ نہیں رکھ سکتے اسلئے بہتر ہے کہ
امام حسین کے سامنے لڑ جائیں اور اپنے جانین اور انکے قدموں پر شکار کر دیں پھر ہمارے بعد جو باقی ہو کر
پس عروہ غناری کے فرزند حبیبہ عبداللہ اور عبدالرحمن امام حسین کی خدمت میں ہاتھ باندھ کر
حاضر ہوئے حضور سے اجازت جنگ لیکر میدان میں آئے اور بڑی بہادری کے ساتھ شہید ہوئے
اونکے بعد سیف بن الحارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع جو باہم چاڑا اور نیز خانی
بجائی تھے روتے ہوئے حضور میں آئے جناب امام نے یکمال دلداری دریافت فرمایا کہ تم روتے
کیون ہو اللہ عز اسمہ غریق ہشت تکوید لگا۔ سیف و مالک نے عرض کی حضور ہم اسلئے نہیں روتے
بلکہ ہمارے رویہ کا یہ باعث ہے کہ ہم لوگ اپنی جانین گنوا کے بھی آپکو نہیں بچا سکتے۔ جناب امام عالی مقام
نے اونکی غناری کی تعریف کی اور انہیں دعائیں دیں۔ وہ دونوں شیر کی طرح ڈکراتے ہوئے
میدان جنگ میں آئے لشکر شام نے طبری دل کی طرح اونکو چاروں طرف سے گیر کے شہید کر ڈالا۔

پھر حظلہ بن اسعد شیبانی اشقیاء کے سامنے آکر طے ہوئے اور انہیں بہت کچھ اپنی بیخ بوجھا کر کسی نے اونکی باتوں کا جواب نہ دیا۔ جناب امام ہوئے۔ اسے حظلہ خدا تمہیں رحم کرے یہ لوگ کسی کی نہ سینگے یہ تو عذاب کے مستحق ہو چکے۔ حظلہ یہ سنکے خاموش ہو رہے اور حضور سے اجازت لیکے درود پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔ مخالفین نے چاروں طرف سے گیسر کے قیر برسانے شروع کر دیئے اور حضرت حظلہ جنت کو سدھارے۔

اب عالس بن ابی شیبہ شاکری معہ اپنے خادم شوزج کے امام ہمام کی جناب میں حاضر ہوئے جنگ کرنیکی اجازت طلب کی اور میدان میں آئے۔ شوزج تو جاتے ہی شہید ہوئے۔ عالس نے لکڑا۔ جسے شجاعت کا دعویٰ ہو وہ یہ کہ سامنے آئے لشکر شام میں ایک دوسرے کا منہ تھکنے لگا کسی کی بہت نہیں بڑی تھی کہ حضرت عالس کے سامنے آئے یہ دیکھا کہ ابن سعد پکڑا۔ اسے تھمرواویز دلو۔ اگر تو میں سے کوئی ایک انکا مقابلہ نہیں کر سکتا تو سب چاروں طرف سے گیسر کر انہیں مار ڈالو یا ہر طرف سے تیر اور پتھر ہی پسینا شروع کر دو۔ عالس نے یہ سنکے پہلے تو اونکو جھم میں تھوکا پھر تلوار تکی کر کے شیر کی طرح پھر پڑے اور داسی ویرین مار کے اپنے ارد گرد سے سب کو بگا دیا۔ آخر سارے لشکر نے یورش کر کے تیر و نیزوں سے آپ کو شہید کر ڈالا۔

روایت ہے کہ جناب امام کے ساتھیوں میں سے جو سب سے پہلے لڑے اور سب سے پہلے شہید ہوئے وہ ابو العشا و کنہی یعنی زید بن ابی زیاد تھے۔ انکا حال اسوقت بیان کیا جاتا ہے یہ صاحب ابن سعد کے مصاحب بن سین سے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان دونوں فریقوں میں صلح ہونا ممکن نہیں اور شامی ضرور باقرو جناب امام کو شہید کرینگے تو وہ لشکر مخالف سے الگ ہو کر امام حسین کی خدمت میں چلے آئے اور امام مظلوم سے اجازت لیکے میدان میں گئے۔ انہوں نے دشمنوں کو تلو تیر مار سے جہنم سے پانچ نے بھی خطائے کی۔ جو تیر چلاتے تھے جناب امام فرماتے

جاتے تھے کہ اللہ تمہارے بازوؤں میں زیادہ قوت عطا کرے اور اسکے صلیب میں تین ہشت دے
غرض کہ سب سے پہلے حضرت زید نے بڑی بہادری اور ناموری کے ساتھ اپنی جان امام پر قربان کی
سب کے بعد سوید بن ابی المطاع خنثی شہید ہوئے۔ اب اعوان والنصار میں سے کوئی نہ رہا۔
عزیزوں اور تریبوں کی باری آگئی۔

حضرت ابی طالب کی اولاد میں سے سب سے پہلے علی الاکبر بن حسین والد بزرگوار سے اجازت
لیکر میدان میں آئے۔ انکی ماں کا نام ام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ انہوں نے کمال
عجائبت سے متواتر حملے کئے اور تین چار دفعہ مخالفین کو پکڑ دیا مگر وہ بن شدہ عبدی نے
پیچھے سے جو نیزہ مارا تو منہ کے بل گر پڑے اور لوگوں نے دوڑ کے آپ کے ٹکڑے کر ڈالے۔ امام حسین
نے انکی لاش کو اوس خیمہ کے سامنے لاکے رکھ دیا جسکے آگے لڑائی ہو رہی تھی۔

عبدالمدین مسلم کی پیشانی پر عمرو بن صبیح صیدانی نے تیر مارا وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئے ابھی
سنہلنے نہ پاے تھے کہ ابن صبیح نے دوسرا تیر مارا اور جناب عبدالمدین جنت کو سدھا رہے۔
پھر چاروں طرف سے ہلا ہو گیا۔ عون بن عبدالمدین جو عمرو بن عبدالمطلب بن قطیبہ طائی نے۔
عبدالرحمن بن عقیل بن ابی طالب کو عثمان بن خالد بن اسیر حبشی اور بشر بن سوط ہمدانی نے
اور جعفر بن عقیل کو عبدالمدین عروہ خنثی نے شہید کیا۔

اب جناب قاسم بن الحسن بن علی شمشیر بکفت تشریف لائے۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازوی
نے پیچھے سے تلوار ماری۔ حضرت قاسم "یا عاہ" کہنے منہ کے بل زمین پر گر پڑے جناب امام حسین
نے دوڑ کر عمرو پر تلوار چلائی۔ اوسکا ہاتھ کہنی پر سے صاف اوڑ گیا اور وہ بھی چیخ مار کے زمین
پر گر اُسکو فہ کے سوار اوسے پچانے کو دھڑکے مگر وہ گرد و غبار اوڑا کہ اندھیرا ہو گیا کچھ دکھائی نہیں
دیتا تھا۔ اسی طوفان بے تمیزی میں اونمیں کے گھوڑوں نے عمرو کی لاش کو روند کے ٹکڑا کر دیا۔

اور ہر جناب تاسم شہید ہو چکے تھے امام فلک مقام اونکی لاش کو اٹھا لائے اور اہلبیت کی لاشوں کے پاس رکھ دیا۔

اسکے بعد دونوں طرف توڑی دیر کے لئے سکوت ہو گیا۔ حضرت امام ہمام بھی چپ چاپ ٹہلتے رہے۔ کسی کو جرات نہ تھی کہ حضور کی طرف بڑھے۔ آخر کار بنی کندہ مین سے مالک بن نسیر نے آپ کے سر مبارک پر تلوار ماری جس سے خفیف سازخم آیا اور خود خون سے بہر گیا آپ نے اسے اوتار کے پینک دیا۔ مالک بن نسیر اس خود کو اٹھا لے گیا۔

اسوقت آپ نے اپنے صاحبزادہ عبدالمد کو بلا کے گود میں بٹھالیا اور پیار کرنے لگے بنی اسد کے ایک آدمی نے تیر مارا جو بچہ کے گلے میں دو سار ہو گیا اور حضرت عبدالمد کو خرگوسد ہارے۔

اب پھر لڑائی ہونے لگی۔ ابو بکر بن حسین بن علی کو عبدالمد بن عقبہ غنوی نے تیر سے شہید کیا۔ عباس بن علی نے اپنے بھائیوں عبدالمد و جعفر و عثمان کو لٹکا کر دیکھتے کیا ہوسیدائین جاؤ۔ یتیموں بھائیوں نے خوب ہی خوب بھادری دکھائی مگر اس حجم غفر سے جان بچانا محال تھا۔ ہانی بن ثبیت حفری نے عبدالمد و جعفر کو شہید کیا۔ خولی بن یزید اصبحی نے عثمان بن علی پر حملہ کیا۔ آپ خالی دیکے اوپر وار کیا چاہتے تھے کہ بنی ابان بن دارم مین سے کسی نے پیچھے سے ضرب لگائی اور حضرت عثمان گر پڑے۔ اسنے سینہ پر چڑھ کے سر اوتار لیا۔ اوسی قبیلہ مین سے ایک آدمی نے محمد بن علی بن ابی طالب کو شہید کیا۔

اسوقت جناب امام حسین پیاس کی شدت سے بیچین ہو کے لڑتے ہوئے فرات پر پہنچ گئے چاہتے تھے کہ سوکے ہوئے گلے کو ایک گھونٹ پانی سے تسکین دیں کہ حصین بن نمیر ظالم نے تاک کے ایک تیر حضور کے منہ پر مارا آپ نے تیر نکال کے الگ ڈال دیا اور ہاتھ سے خون صاف کرنے لگے۔ اور فرمایا۔ بارالہما۔ دیکہ یہ لوگ تیرے نبی کے فواسخ کے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔

اب شمر بن ذی الجوشن ایک تازہ چال چلا یعنی دس بیس آدمی اپنے ساتھ لیکر امام ہمام کے خیمہ کی طرف چلا۔ آپ نے فرات کی طرف سے مڑ کے اونہیں ڈنٹا۔ دیکھ کیا شیعتہ الشیطا یعنی اے گروہ شیطان لعنت ہے تم پر تم نے دین و ایمان سے تو ہاتھ دھو ہی لئے تھے اور خیال آخرت کو طاق پر رکھ دیا تھا اب شرافت کو بھی اپنے پاس سے رخصت کئے دیتے ہو۔ عورتوں اور بچوں نے تمہارا کیا لیا ہے جو انکے ستانے کا ارادہ کرتے ہو جب کسی نے آپ کے فرمانے پر توجہ نہ کی تو آپ تلوار کھینچ کے اون لوگوں کی طرف لپکے۔ شمر نے اپنے پیادوں عبدالرحمن جعفی۔ ثثم بن نذیر جعفی۔ صالح بن وہب زینی۔ سنان انس نخعی۔ خولی بن یزید اصبحی وغیرہ کو لٹکالا۔ اون سب نے جناب امام کو چاروں طرف سے گیسر لیا مگر حضور ج طرف رخ کرتے تھے لوگ لوگ دم بہا لگاتے تھے۔ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور پہ چاروں طرف سے جمع ہو کے حملہ کرتے تھے۔ یہ غل شو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کان میں جو پہنچی تو آپ یہ کہتی تھیں خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ یہ آسمان ٹوٹ گیا کیون نہیں پڑتا اور زمین پھٹ گیا کیون نہیں جاتی۔ آفاقاً عمرو بن سعد جناب زینب کے سامنے اوسوقت آگیا۔ آپ نے اوس سے فرمایا کیون ابن سعد ابو عبد اللہ حسین تو آج اس بیکسی اور مصیبت سے قتل کئے جائیں اور تو دیکھتا رہو یہ ستر ابن سعد کا کلچہ منہ کو آگیا۔ زار و قطار رونے لگا۔ ڈاڑھی آنسوؤں سے بیگ لگی گراوٹنے آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضرت ناظر بن املو میت اسکا نام ہے کہ چھ بھی رونے لگے۔ ہم اور آپ تو مضغہ گوشت ہیں کیون نہ روئیں۔

جناب امام حسین بڑی دلیری سے اون پر حملہ کرتے تھے۔ اپنے چاروں پہلوؤں سے پیادوں کی صفیں کی صفیں پلٹ دیتے تھے اور زارتے تھے۔ اب بھی سچہ جاؤ مجھے قتل نہ کرو ورنہ خوریزی کا دروازہ تم میں کھل جائیگا اور میرے خون کا بدلہ تم سے بری طرح لیا جائیگا۔ لیکن وہاں کون سنتا تھا

سب سنگاری پر آمادہ تھے۔ آپ اونکے حلقوں سے بچتے ہوئے داد شجاعت دیتے تھے اور مخالفین میں سے ہر ایک آپ کے قتل سے جی چڑاتا تھا اور بھی چاہتا تھا کہ ایک ہاتھ سے آپ کا شہید نہ ہوں کوئی دوسرا ہی اس نامعقول حرکت کا مرتکب ہو۔ شعر اپنے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر چلا اٹھا۔ زور سے تم لوگوں پر تم سے ایک ایسا شخص نہیں مارا جاتا جو جان باب سے اور بہانہ حرکتیں کر رہا ہے۔ تم لوگ اپنے نام اور خاندان کو کیوں ٹی میں ملاتے ہو۔ یہ سن کر چند لوگوں کے خون میں جوش اگیا۔ سواروں نے فوری طرح اپنے شروع کئے اور پیادے تلواریں سونت سونت کے آگے بڑھے۔ زرع بن شریک قیمی نے پھلے حضور کے بائیں بازو پر پھر شانہ پر تلوار لگائی آپ ان زخموں کے صدمہ سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا حضور زمین پر گرے۔ خولی بن یزید اصبحی سر کاٹنے کے ارادہ سے امام عالی مقام کے پاس گیا مگر اس کے سارے بدن پر زہ طاری ہو گیا اور سنان بن انس نے بڑھ کر سر مبارک تن التور جدا کر لیا۔ جسم مبارک پر علاوہ تیروں کے زخم کے تینتیس زخم نیزہ کے اور تینتالیس تلوار کے تھے بہرین سعد کے حکم سے دس یا بیس سواروں نے حضور کے لاشہ کو گھوڑوں کے سمون سے پامال کیا۔ لشکر نے سارا مال و اسباب یرمان تک کہ غوثوں کے سروں کی چادرین تک لوٹا لیں بارہ آدمی جو اہمیت نبوی میں سے عورت اور بچے باقی رہ گئے تھے ان کو اسیر کر لیا۔

شمر بن ذی الجوشن نے علی بن الحسین یعنی حضرت امام زین العابدین کو بھی قتل کرنا چاہا تھا مگر حمید بن مسلم نے انہیں بچا لیا۔ انکے سوا و آدمی اور بھی بچ رہے۔ اول مرقع بن ثمامہ اسدی جو جناب امام حسین کی طرف سے لڑ رہے تھے بہت سے زخم تیروں کے کھائے پھر بھی لڑنا نہ چھوڑا جب انکی قوم کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ ابن سعد سے اجازت لیکر ان کو زبردستی میدان جنگ سے اٹھالے گئے اور علاج کر کے ان کو اچا کر لیا۔ دوسرے جناب امام ہام کی بیوی

رباب بنت امراء القیس کلیبیہ کے آزاد غلام عقیبہ بن سمان بیچ رہے تھے۔ ابن سعد نے جب اونہیں گرفتار کیا تو اونہوں نے کہا کہ میں غلام ہوں اسلئے چھوڑ دئے گئے پس یہ نہ سمجھا جائے کہ حال کتنے والا کوئی رہا ہی نہ تھا۔

ابن سعد بکودفن کر کے کوفہ چلا گیا۔ اپنے ہمراہ عورتوں اور حضرت زین العابدین کو بھی لیتا گیا۔ کوفہ سے ابن زیاد نے ان لوگوں کو نزدیک کے پاس دمشق روانہ کیا۔ ان عورتوں کے ساتھ سوا اسکے کہ وہ لونڈیاں تو نہیں بنائی گئیں اور کسی طرح کی رعایت نہیں کی گئی۔ ان دکیاریوں اور آفت زدہ یوں کے ساتھ آگے آگے امام حسین کے سرکانیزہ پر بیہوش اور بھی آفت بالائے آفت تھی بیماری ہر وقت پیٹتے پیٹتے اور روتے روتے مری جاتی تھیں مگر کوئی اونکی زیاد کو نہیں پہنچتا تھا۔ یہ نہایت سخت واقعہ ہوا ہے۔ حضرت زین العابدین جب تک زندہ رہے اسے نہ بہولے باپ کے غم میں دن بہ روزہ رکھتے اور شام کو جب پانی سامنے لایا جاتا تو اتنا روتے تھے کہ کٹورہ آنسوؤں سے چمک جاتا تھا۔ اسے کیسے صبر آسکتا ہے جبکہ ہر گز دوپہر میں ایسی بیدردی سے بچ کر کے آنکھوں کے سامنے خالی کر دیا جائے۔

ابن زیاد آنحضرت کے وقت میں اگرچہ خیانت کا مرتکب ہو چکا تھا مگر جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اسے پھر عامل کر دیا۔ کبھنے باپ کے احسان کا بیٹے کو ایسا بدلہ دیا جسے دنیا ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ اس دنیا سے مکارہ کی خداریاں عجیب و غریب ہیں انکو کھان تک رویا جائے ہر قدم پر کسی استاد کا یہ شعر تصویر بننے کے سامنے اکٹرا ہوتا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بہائی

بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہوئے

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ عمر بن ذی الجوشن جب کانام معرکہ کربلا کے ساتھ زید و ابن سعد اور ابن زیاد سے بھی زیادہ گم ہل گیا ہے اور جو بات نزد ہر خاص و عام ہے جناب علی مرتضیٰ کا سالا

اور حضرت عباس علیہ السلام کا حقیقی مامون تھا۔ صدر ارفعیت بر دولت و ثروت دنیا۔ جسکے سبب سے
 مامون نے اپنے حق پرست بہانچون کے گلے کٹنے دیکھے اور بہن کی ماساپر ذرات رس نہ کیا۔
 روایت ہے کہ حبيب امام عالی مقام کے لشکر میں سے پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے تو دنیا
 آپ کی آنکھوں میں سیاہ ہو گئی اور ایک نعرہ مارا کہ کوئی ہے جو اس مصیبت اور یکسی کی وقت میں
 خدا کی واسطے مدد کرے اور دشمنوں کے ظلم سے رسول اللہ کے اہلیت کو بچاے یہ سنتے ہی
 جناب خرابن زید ریاحی اپنے بھائی بیٹے۔ غلام اور بیٹے آدمیوں کو ساتھ لے کر لشکر ابن سعد
 سے جدا ہوئے اور جناب امام سے آئے اور حضور سے التماس کی کہ میں آپ پر جان قربان کرنے کو
 حاضر ہوا ہوں جب دشمن سامنے آئے تو مجھ نے بڑھکے اور میں لگا لگا اے اہل کوفہ۔ تم پر
 افسوس ہے تنہ رسول اللہ کے اہلیت کو اپنے شہر میں بلا کے تنگ کیا اور انکو پرندوں اور
 چرندوں سے بھی کمتر سمجھ کر لیا ہے کیا معنی کہ فرات کا پانی کا فر اور دام و ذوق تپتے ہیں مگر
 نبی زادوں کو ایک قطرہ آب میسر نہیں اسکا جواب تو مذکور شری الجوشن نے بڑھکے ایک تیر جناب
 امام حسین کے خیمہ مبارک پر پٹکا۔ ملا زبان امام ہمام اس وقت حضور کے خیمہ سے آگے نہ بڑھے اسلئے
 صرف ایک خفیف سی لڑائی ہوئی اوسکے بعد اگلے زمانہ کے رواج کے مطابق ایک کے مقابلہ میں ایک
 آٹا رہا۔ چونکہ جناب امام حسین کے ساتھی بڑی شجاعت سے لڑے اسلئے اس میں فریق ثانی ہی کا
 بڑا نقصان ہوا۔

نماز ظہر کی وقت فریقین جدا ہو گئے اور جناب امام حسین نے صلوٰۃ الاحول پڑھی۔ نماز کے بعد
 پہرہ دشمنوں ہی کی طرف سے تیر آیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ لشکر امام کا ایک ایک بار در کام آیا اور حضور
 تنہا رہ گئے اس پر بھی کسی کی ہمت نہ تھی کہ آپ کے گرد پٹکے۔

اتنے میں خیمہ مبارک سے جو شیر خوار صاحبزادہ جناب علی اصغر کے رونے کی آواز حضور کے

کمان میں پہنچی اور اونکی والدہ ماجدہ کی یہ بین بنی۔

بن پانی مرا کچہ اب جمی سے ہر اسات ہے مالک لب کوثر کے پوتا ترایا سا ہے

غیمہ منہ کو آنے لگا اور خیمہ میں جا کے اوس گلاب کے پھول کو گود میں لے باہر نکل آئے اور ندا کی اسے لوگو۔ اس خیر خواہ پر تو رحم کرو ایک قطرہ پانی میں اسکی جان بچ جائیگی تین دن کی بھوک پیاس میں اسکی مان کے دودھ ہی نہیں رہا ہے جو اس نیربان کا حلق تر ہو۔ مگر حیف صد حیف جب قلب سیاہ ہو جاتے ہیں تو کچھ نہیں سو جتا۔ ایک تیر شکر مخالف سے آ کے ٹیک علی اصغر کے گلے میں دوسرا ہو گیا یہ تیر حرملہ کا تھا۔ بچہ نے سانس بھی نہ لی یہ دیکھ کر جناب امام کے جسم مبارک پر لرزہ نزاری ہو گیا اگرچہ نہایت صابر و شاکر تھے مگر زہا گیا اور شہزادہ کا خون چلو میں لیکر آسمان کی طرف پھینکا اور عرض کی۔ اے خدا۔ اس معصوم کے خون کا بدلہ ان ظالموں سے لے اے اسی طرح جب آپ کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں تو عثمان صبر و قرا حضور کے ہاتھ سے جاتی رہی تھی۔ ایک انگلی کے اشارہ سے اشتیاء کی ایک صفت کی صفت کو بے سر کر دیا۔ پھر خیال آیا کہ یہ سب لوگ میرے نانا کی ہی ضعیف امت ہیں۔ غیر نہیں۔ اسلئے ہاتھ روک کر آسمان کی طرف دیکھا اور صبر کیا۔

یار کا پاس تراکت دل ناشاد رہے نادر گستاہو اتمتی ہوئی فریاد رہے

اتنے میں جناب زینب رضی اللہ عنہا نے بھائی کو تنہا اعدا کے ترغیب میں جو گرفتار دیکھا تو پروانہ وارا اوس شمع شبستان نبوی کی طرف یہ فرماتی ہوئی دو طین کہ قاتلانِ خاندان نبوت کو خدا غارت کرے۔ شمر لعین نے جو یہ حالت دیکھی تو سمجھا کہ حضرت زینب کو اس بد حال سے نکلتے دیکھ کر میری طرف واسے برگشتہ ہو جائیں اسلئے غل و شور اور گڑبڑ فوج میں مچادی اور کسی کو اونکی طرف متوجہ نہونے دیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت علیؑ اکیسویں صدی کے لئے عنہ شہادت نوش فرما چکے تو جناب امام زین العابدینؑ عصا تھا کہ حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس کی۔ اے والد بزرگوار۔ اب میری باری ہے مجھے حکم ہوتا کہ میں بھی درجہ شہادت حاصل کروں اور اس دولت غلط سے محروم نہ رہوں۔ جناب امام یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا۔ اے جان پدر۔ اب کیا تمہارا یہ ارادہ ہے کہ میرے بعد کوئی میرا نام لےو اور پانی دیو اور ہے بیٹا صبر کرو تم ہی یقیناً آلِ عبا اور یادگار محمد مصطفیٰ ہو۔ اگر تم ہی خدا نخواستہ جان سے جاتے رہے تو رسول اللہ کی نسل دنیا سے بالکل اٹھ جائیگی تم کو ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے صبر اور شکر کئے بیٹھے رہو۔ پاپے استقلال کو جادہ راستی سے ڈگنے نہ دینا یہ نرا کہ حضرت زین العابدینؑ کو پر خیمہ مبارک میں بھیج دیا۔

جناب امام کے سب ساتھی اس معرکہ جاکاؤ میں شہید ہو گئے۔ اور میں شہرہ آدمی بنی فاطمہ سے تھے۔ زین ثانی کے اٹھائیس آدمی مقتول اور بہت سے زخمی ہوئے۔

اگرچہ ابن سعد نے منع کیا تھا مگر پھر بھی حضور کا مال و اسباب مال غنیمت کی طرح لوٹا گیا۔ شہر عین سرسبز لیکر کوفہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی طلوع کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس لئے رات بھر اونسنے سر کو اپنے گھر رکھا۔ شیخی میں آ کے اپنی بہادری کی یہ نشانی اپنی بیوی کو دکھائی وہ بچاے اسکے کہ خوش ہوا اپنے خاوند کو توڑم توڑا کرنے لگے کہ اے کجخت مرد ہو کے کیوں تیری مت مار گئی تھی کہ رسول اللہ کے خاندان کا ستیا ناس کر دیا۔ اسکا نتیجہ تیرے حق میں کبھی اچانک ہوگا۔

جب کوئی دشمن صفِ مخالف سے لڑنے کو آتا تو سب سے پہلے جناب امام حسینؑ کا دیرپاے شجاعت جو ش زن ہوتا اور آپ چاہتے کہ میں بڑے اسکی خیر لوں۔ رفقہ سدا رہو جیسا کہ آپ کو

جانے نہ دیتے اور عرض کرتے کہ یا امام جب تک ہم میں سے ایک کی بھی جان باقی ہے۔ آپکو میدان جنگ میں نہ جانے دیں گے اور ساتھیوں میں سے کوئی جا کر اوس سے دوچار ہو جاتا۔

لشکر اعدا سے جو آدمی مستعد جنگ ہو کر سامنے آتا اوسے انصار و مددگار حسینؑ کہتے کی طرح مار لیتے تھے۔ پس مخالف سمجھ گئے کہ رفقائے حسینؑ مستعد جنگ ہیں اپنی جان اونکو عزیز نہیں اگر ہم ایک کا مقابلہ ایک کریں گے تو کہیں ان سے عمدہ برآ نہ ہو سکیں گے اور امام کا ایک ہی آدمی ہم بکوبس ہے۔ پس بعد صلاح و مشورہ یہ ہونے لگا کہ امام ہمام کے ایک آدمی کے مقابلہ میں دس دس بیس بیس آجاتے اور چاروں طرف تیر و تیر کی بارش کرنے لگتے۔ خوت جان سے ایک بھی پاس نہ آتا اس طرح سے اوسے شہید کر ڈالتے یہاں تک کہ پچاس انصار سے زیادہ شہید ہو گئے اور فقط اعزاء و اقربائے امام باقی رہ گئے۔ اوسوقت جناب امام ہمام نے غضب خدا کی آگ لشکر اعدا میں شعلہ زن دیکھی۔ رحمۃ للعالمین کے نواسہ تھے۔ رحم آگیا کہ کہیں کوئی آدمی یہ کذیل کا لشکر مخالف میں نہ رہ جائے اسلئے اتمام حجت کے لئے پھر آپ نے ایک دردناک نعرہ بلند کیا کہ ہے۔ تم میں کوئی ایسا جو اہلیت نبوت کی اس مصیبت کو دفع کرے۔ رحمت ایزدی جوش زن ہوئی یعنی حُربین زیدریا حی جو ہزار سوار کے ساتھ پہلے آپکو روکنے اور گرفتار کرنے کو بھجواے گئے تھے اپنے گھوڑے کو کو دا کر فوج اشقیاء سے باہر نکل آئے۔ اونکے ساتھ اذکا ایک بہائی ایک بیٹا اور ایک غلام آزاد بھی تھا۔

روایت ہے کہ اوسوقت آفتاب دائرہ نصف النہار سے گزر چکا تھا اور اول وقت ظہر کی نماز کا تھا۔ جب تک حضور پشت زمین پر رہے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ پاس پہنچے بلکہ حضور کے تیر کی زد پر بھی کوئی نہیں آسکتا تھا اور دور سے جو کارروائی حضور کے ساتھ ہو سکتی تھی وہی کچا تھی یعنی اشقیاء تیر یا تیر اور وہ اسلحہ آپ کے لگاتے تھے جو بہت فاصلہ سے لگا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ جم

مبارک پرنخون سے اتنی بھی جگہ باقی نہ رہی کہ قتل کر کے لیا جائے۔ باوجود اس حال کے کوئی جرات نہیں کر سکتا تھا کہ پاس پہنچے تلوار کی ضرب حضور پر لگائے۔ اوسوقت شہر ملعون نے اپنے اوسیوں سے کہا کہ اے لوگو۔ زوفے تمہاری نامردی پر۔ ایک اکیلا آدمی وہ بھی زخون سے چور اور زمین یہ بہت نہیں ہوتی کہ اوسے قتل کرو۔ لیکن کسی نے بھی آپ کی طرف رخ نہیں کیا۔ آخر شش ایک شقی نے تاک کے ایک تیر آپ کے حلق پر مارا کہ بارہو گیا اور حضور شہید ہو کے گھوڑے سے زمین پر آگئے۔ شہادت کے بعد شہر لعین نے ایک ضرب تلوار کی آپ کے چہرہ اقدس پر لگائی۔ سنان بن انس خنخی نے آکے ایک نیزہ مایہ حال دیکھ کر بن خشرہ تلوار لیکر سر کاٹنے کے ارادہ سے پاس آیا مگر اوسپر ایسا خوف غالب ہوا کہ ہمت نہ بندہ ہی اور غولی بن یزید نے گھوڑے سے اتر کر خنجر ظلم سے سر مبارک کو تن اطر سے جدا کر لیا اور اپنا منہ دونوں جہان میں سیہا کیا۔

جب جسم اطہر حضرت امام کا زخون کی کثرت سے چور چور ہو گیا اور اتنے زخم لگے جبکہ شمار ممکن نہ تھا۔ اوسوقت حضور پشت زمین سے روئے زمین پر آئے اور روضہ رضوان کی راہ لی۔ حوران بھشتی کو اپنے جمال جہان آرا سے منور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پہلے تو سید یکس کا سر تیغ بیداد سے کاٹا گیا پھر قیس بن اشعث نے حضور کا پیراہن جسم نازنین سے اتارا اور حبیب بن ہذیل نے آپ کی تلوار لی۔ شمر نے چاہا کہ امام زین العابدین کو قتل کرے لیکن کسی نے اوسکا ہاتھ پکڑ کے کھاکہ اسے یہ رحم۔ بیدین۔ مسلمان لوگ کافروں کے بچوں کو بھی قتل نہیں کرتے اور تو امیر المؤمنین کے مریض بچہ پر بھی رحم نہیں کھاتا اور اگر یہ بیان میں منہ ڈالکے دیکھ کہ تو کون ہے اور یہ کون ہے۔ خد سے ڈر اور اس حرکت مذموم سے باز آ۔ شمر بولا ابن زیاد کایہ حکم ہے کہ آل مصطفیٰ امین سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیو۔ یہ سنکر وہ بولا۔ آخر یہ سب ابن زیاد ہی کے پاس جائینگے وہ جو چاہیگا ان بیچاروں کے ساتھ کر لینگا مجھے کیا کام ہے

جو ایک پہاڑیچ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔ غرض کہ ایسے ایسے ظلم و ستم کے بعد اشتیاق سے
 یسیدین اہلبیت اطہار کو شتران بے پردہ اور بے کجاوہ پر سوار کر کے کوفہ روانہ ہوئے۔

ابن سعد نے سراقس اور اسیران اہلبیت کو بشیر بن مالک اور خولی بن یزید کے ساتھ ابن زیاد
 کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ اوس نے سراقس کو نیزہ پر رکھ لیا اور یسیدیوں اور بچوں کو شتران بے پردہ پر
 سوار کر کے کوفہ کے تمام بازاروں میں تشہیر کرایا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔

پھر عمر ذی الجوشن سر امام اور اہلبیت کو فوج کثیر کے ساتھ لیکر دمشق پہنچا۔ یزید نے اسکی خوشی
 میں دربار عام کیا اور حکم دیا کہ سب امر اور غریباؤ اہل شام جمع ہوں۔ اوسی مجمع عام میں سراقس
 حضرت حسین مظلوم اور اوس کے اہلبیت اوس غیبت کے سانے لائے گئے وہ مردود و بوسہ گاہ
 رسالت پناہ یعنی لب اقدس حسین پر کڑی مارتا تھا اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے
 کہتا جاتا تھا کہ تیرے باپ نے میرا حق نہیں پہچانا اور میرے ملک خدا داد کا دعویٰ کرتا چاہا اور سکا نتیجہ
 ہو گیا اب تو فتنہ ہے جہاں چاہے چلا جا۔ پھر حضرت مدوح کی درخواست کے بموجب ایک مہلبیت
 کے پالان خشک کے اونٹوں پر بٹہ بٹہ لٹا کر دیا۔ چند روز کے بعد امام مظلوم کا سر سہی اوس کے پاس بھیجا
 حضرت زین العابدین نے کفن دیکھ کر ادوی صاجہ کے حزار پر انوار کے پاس دفن کر دیا۔ یحسان کر بلا
 میں گرد و نواح کے گائون (موضع حاضر) والوں نے تیسرے دن جمع ہو کر ایک بڑی قبر میں
 تو اور شہداء کے بلا کو دفن کیا اور جہاد قبر میں جناب امام کے تن اقدس کو مدفون کر دیا۔ اوس وقت
 امام مظلوم کا سن تیرہ چھپن برس چند ماہ کا تھا۔

علاوہ دیگر احباب اور اعوان کے جناب امام حسین کے عزیزوں میں سے حضرات ذیل کر بلا
 میں شہید ہوئے۔

۱۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہہ صاحبزادے۔

حضرت عباس علیہ السلام دارہ حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہ حضرت جعفرؓ یہ چاروں صاحب
ام البنین بنت حرام کے بطن سے تھے۔ حضرت محمد ام الولد سے۔ ابوبکر جو میلی بنت مسعود دارینہ
سے تھے۔

۳۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار صاحبزادے۔
حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت قاسم حضرت عبداللہ۔
۴۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے۔

حضرت علی اکبر۔ حضرت علی اصغر الملقب بہ عبداللہ۔

۵۔ حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر بن ابی طالب کے دو صاحبزادے جناب زینب کے بیٹے محمدؓ و
۵۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کے تین صاحبزادے جعفر۔ عبدالرحمن۔ عبداللہ۔

۶۔ حضرت محمد بن عقیل کے تین صاحبزادے۔

حضرت عبداللہ۔ حضرت عبدالرحمن۔ حضرت جعفر۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل۔

۸۔ حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل۔

یہ سب نام بایں ۲۲ ہوئے انکے علاوہ ایک خود جناب امام ہمام اور تین حضرت مسلم اور انکے
دونوں صاحبزادے یعنی کل ۲۶۔ آدمی ایک گھر کے کربلا کے نیگا لگے رحمتہ اللہ علیہم جمعین

تاریخ ابن اثیر مطبوعہ مصر میں سلیمان سے روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید
ہو چکے تو اپنی کارگزاری اور بہادری کے ثبوت میں قبیلہ کندہ نے جنکا سردار قیس بن الاشعث
تھا تیہرہ سر قبیلہ ہوازن نے جنکا سردار شمر بن ذی الجوشن ضبابی تھا میل سر بنو تمیم نے
سترہ سر بنو اسد نے چہرہ سر اور ندج نے سات سر اور لشکر مخالفین میں اور قبیلہ تہام نے

سات سترابن زیاد کے پاس روانہ کئے۔

جناب امام حسین کی اولاد میں اختلاف ہے۔ صفوۃ الصفوۃ میں محدث ابن جوزی نے تو یہ فرمایا ہے کہ تین صاحبزادے تھے۔ علی اکبر۔ علی اصغر۔ جعفر۔ اور دو شہزادیان تھیں۔ فاطمہ^{سکینہ} معالم العزۃ میں ابن الاثیر نے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیان بتائی ہیں یعنی عبداللہ ایک صاحبزادہ کا نام اور لکھا ہے۔

ذخائر العقبیٰ میں حافظ محب الدین ابوالعباس نے چہ صاحبزادے اور تین صاحبزادیان^ن لکھی ہیں یعنی علی اوسط اور محمد کو زیادہ کیا ہے۔ صاحبزادی کا نام زینب بتایا ہے۔

بعضوں کے نزدیک امام زین العابدین ہی کا لقب علی اصغر ہے اور بعضے انکو علی اوسط کہتے ہیں ان ناموں میں سے محمد و جعفر کا حال معلوم نہیں ہوتا شاید نابالغی ہی میں وفات پائی ہو۔ جناب علی اکبر بائیس برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ حضرت علی اصغر ایام فصاحت ہی میں شہید ہوئے لوگ ان میں کا نام عبداللہ بتاتے ہیں۔

حضرت سکینہ کی عمر کر بلا میں سات برس کی تھی۔ یہ حضرت قاسم کے ساتھ منسوب تھیں مگر اس حادثہ ہوش ربا کے باعث شادی نہ ہو سکی۔ اہلبیت رسالت کے ہمراہ مدینہ آئیں اور مصعب بن زبیر کے ساتھ انکا نکاح ہوا۔

بڑی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ کی شادی حضرت امام حسن کے صاحبزادہ حسن ثقیفی کے ساتھ ہو گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے پاس مدینہ میں رہ گئی تھیں کہ بلا نہیں آئیں۔

امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ کا نام بانو اور لقب شہزادان تھا جو صاحبزادی تھیں تیر و حیدر بن خسرو و وزیر بن نوشیر و ان شاہ فارس کی۔ حضرت امام حسین کا اجرا سے نسل صفہ امام زین العابدین سے ہوا۔

حضرت علی اکبر کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن ابی عروہ بن ہرہز بن مسعود تھا۔ یہ قبیلہ بنی ثقیف کے سردار کی لڑکی تھیں۔

حضرت علی اصغر کی ماں کا نام تھیں معلوم ہوتا ہے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ قوم عرب اور نسل بنی قضاہ سے تھیں۔

بی بی سکینہ کی ماں کا نام رباب بنت امرو القیس بن عدی تھا جو بنی کلب میں سے تھیں جناب امام حسینؑ بن نسبت اور بی بیوں کے حضرت رباب سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ انکی عزت و وقعت بھی زیادہ کرتے تھے۔ چنانچہ اس باب میں آپ کا ایک شعر بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اوس جگہ کو دوست رکھتا ہوں مجھے اپنی نعم جس جگہ پر اوترین یہ دونوں سکینہ اور رباب

حضرت فاطمہ صغریٰ کی ماں کا نام ام اسحاق بنت حضرت طلحہ ہے جو غمہ و شہرہ میں سے ہیں۔ حضرت امام باقر کا سن ولادت ششہ ہے یعنی وہ معرکہ کربلا سے چار برس قبل پیدا ہوئے تھے کر بلا و میں جناب امام کے ساتھ آپ کی طرف دہلی بیان تھیں۔ ایک حضرت شہر بانو۔ دوسری حضرت علی اصغر کی ماں۔ آپ کی باقی بی بیوں کا حال معلوم نہیں کہ وہ کربلا کے زمانہ میں زندہ تھیں یا وفات پا چکی جناب امام ہمام پانچ شعبان ۳۸ کو پیدا ہوئے تھے اس حساب سے عاشورہ ۳۸ کو عمر شریف چھٹین برس پانچ مہینے پانچ دن کی تھی۔

روایت ہے کہ جب اسیران اہلبیت کا قافلہ بحالت تباہ اور دل پر درد و آہ کے ساتھ کوثرین پہنچا تو ان زیادہ کے گھر شادیاں بچنے لگے اور بڑی دہم و دہام سے جشن ہوا۔ اوسنے محل کو اپنے خوب ہی آراستہ کر کے دربار عام کا اہتمام دیا اور کوفہ کے ہر ضعیف و شریف کو اوس میں بلایا اور لازم کر دیا کہ سب حاضر ہوں چوٹے بڑوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ پس اوس دربار میں اتنا مجمع ہوا کہ جس کا حساب نہیں۔ اوسوقت حکم ہوا کہ پہلے سر ہائے شہدائے کر بلا اور اسیران اہلبیت

کو سارے کو قہر میں گلی گلی اور بازار بازار پھراؤ اور پھر میرے سامنے لاؤ۔

صاحب غیرت کے دونوں سے انصاف طلب ہے کہ آج اوس خاندان پاک کی خرابی ہے کہ جسکے دروازہ کے دربان حضرت جبریل تھے اور اوس صاحب عزت و مراتب عالی کا سر کو قہر کی گلیوں میں مارا مارا پھرتا ہے جسکے رخ انور کے یو سے لیتے لیتے صاحب لولاک کا منہ سوکتا تھا۔ ہاے پاک رسول اکرم بہشت میں جس طرح تڑپے ہونگے وہ حال ہم سے کیسے بنایا جاسکتا ہے اور قاطعہ زہر نے جیسی پچھاڑین کھائی ہونگی ویسی ہم سے کب ممکن ہیں۔ اے بیوقوفانہ دنیا۔ لعنت ہے تیری بیوفائی پر اور اسے خشت دینا۔ طلاق ہے تیری شان و شوکت پر۔ تو اونکے پاس بھی تو نہ رہی جنہوں نے تیری خاطر ایسے ایسے اعمال قبیحہ کا ارتکاب کیا تھا۔

جب سر مبارک حسین مظلوم کا ابن زیاد کے سامنے پہنچا تو وہ طالب دنیا خوش ہوا اور خوب ہی ہنسا جو کچھ منہ میں آیا اول قول بکنے لگا اور اپنے ہاتھ کا عصا، لب و دندان پاک پر مارا۔ اتفاقاً زید بن ارقم صحابی رضی اللہ عنہ اوس وقت دربار میں موجود تھے گیت نامی دیکھکے اون سے نرم گیا پھوٹ پھوٹکے روئے اور فرمایا۔ اے بے حیا۔ تجھے کچھ بھی خیال ہے۔ میں نے لاکھوں دفعہ رسول اللہ کو ان گلاب کی پنکھڑیوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے آج اونکی روح پر فتوح پر کیا قیامت گذری ہوگی۔ ابن زیاد یہ باتیں سنکے برہم ہو گیا اور بولا زید بن ارقم۔ تمہارے بڑا پلے کا ادب کرتا ہوں ورنہ تمہاری اس بے ادبی کا مزہ چکھا دیتا۔ ابن ارقم نے فرمایا کہ ابھی تو نے سنا ہی کیا ہے اس سے زیادہ ایک بات اور سناتا ہوں جو یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم نے امام حسن کو اپنے دائیں زانو پر بٹھایا اور امام حسین کو بائیں زانو پر بٹھا کے ہاتھ دونوں شانہ اودن کے سروں پر پیرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بار خدا۔ میں اپنے ان دونوں جگر پاروں کو تجھے اور تیرے بندگانِ صالح کو امانت سپرد کرتا ہوں۔ اوسی امانت میں اے ابن زیاد۔ آج تو نے خیانت کی ہے

خدا و رسول بیشک تجھے اس بے ایمانی کا بدلہ لینگے اور تو سرگزر ہرگز نہ تو دنیا میں پہلے پہونیکا اور نہ عقبیٰ میں بہتری پائیگا۔ پہر کوفیون کی طرف متوجہ ہو کے ابن ارقم نے خطاب کیا کہ تم سے خدا بھی خوش نہوگا تم نے نخت جگر بتول اور آل رسول کے ساتھ بڑی بڑی بدسلوکیاں کی ہیں اور ابن رجاء نہ کو اپنا ایسر بنالیا ہے۔ یہ فرما کے ابن ارقم اپنا سر پیٹتے اور ڈاڑھیں مارتے اوس دربار حشر آثار سے اوٹے ہوئے چلے گئے۔

اب ابن زیاد منبر پر گیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا اوسنے حق بات ظاہر کر دی۔ یہ زید اور اوسکے لشکر کو فتح بخشی اور حسین کو جو برسر باطل تھے قتل کرایا۔ اسی طرح کے اوکھلات کفر زبان سے نکالے عبداللہ بن عقیق سے جو مرد مسلمان اور صالح تھے ضبط نہو سکا کڑے ہو گئے اور فرمایا اے دشمن خدا اور اے تباہ کتدہ خاندان مصطفیٰ۔ توجو ٹا ہے تیرا باپ جو ٹا تھا اور جسے تجھے یہ عمدہ دیا ہے وہ خود جو ٹا ہے۔ اے ظالم۔ افسوس ہے تیرے حال بد پر۔ تو نے آل پیغمبر کو قتل کیا اور ناموس نبی کو تکلیف دی۔ اے مردود۔ بنہر نیک اور پاک لوگوں کا مقام ہے اس پر چڑھ کے تو نے ایسے ایسے کلمات کفر کے قیامت میں خدا تجھے دوزخ کا ایندھن بنائیگا۔

جب اسیران اہلبیت نے کلمات یہودہ ابن زیاد کی زبان سے سنے تو حضرت ام کلثوم نے دندن شکن جواب اسطرح دیا۔ شکر ہے خدا کا کہ اوسنے ہمیں اہلبیت نبوی میں پیدا کیا محمد مصطفیٰ کے طفیل سے ہمیں بزرگی دی۔ آیہ تطہیر ہماری شان میں نازل ہوئی۔ اسکے جواب میں ابن زیاد بول اوٹھا۔ تم نے خدا کی قدرت دیکھی کہ اوسنے کیا کیا۔ حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھہ تجھے وہ اوپر کچھ بھی دکھائیگا یعنی وہ دن قریب آنے والا ہے کہ ہم تم دونوں میدان قیامت میں جمع کئے جائینگے اور تیرے ظلم اور ہمارے صبر کی داد ملیگی۔ یہ سنکر ابن زیاد جل بہنکے کباب ہو گیا اور کہنے لگا۔ اللہ اللہ۔ رسی جل گئی ہے لیکن بل اوسکا ابھی تک نہیں گیا ہے۔ پھر چاہا کہ

اونہیں اور زیادہ ستائے مگر لوگوں نے پیچ بچاؤ کر دیا اور سمجھا دیا کہ جانے بھی دو۔ عورتوں کی باتوں کا کیا اعتبار۔

یہاں پر ہم اپنے ناظرین کو یہ بات دیکھانا چاہتے ہیں کہ ظالم لوگ اپنی زندگی میں بھی بغیر منہ کی کھائے نہیں رہتے۔ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ دنیا پرست اور ظالم اپنی زندگی میں تو عیش کر جاتے ہیں عاقبت کی خبر خدا جانے۔ نہیں یہ بات نہیں۔ لوگ اونکے منہ پر بھی تھوڑا تھوڑا کرتے ہیں جیسا کہ اپنے اس وقت کا حال سنا۔ لوگوں کی لعنت و ملامت سے جو تکلیف شام ابن زیاد اور ابن سعد اور زید کو ہوئی ہوگی وہ ہرگز ہرگز اس مصیبت سے کم نہیں جو اہلبیت پر پڑی اور سائیکہ کربلا کے بعد جو حال قاتلان حسین کا ہوا اوسے آگے آپ دیکھینگے۔ ظلم کی کہتی کہی ہر ی نہیں ہوتی۔

جس وقت ابن زیاد اپنے محل سے نکلا ہے اوسنے چند عورتیں ستم رسیدہ شکستہ دل دروازہ پوزرش خاک پر دیکھیں۔ پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہلبیت نبوی ہیں۔ پس حضرت زینب کی طرف اشارہ کر کے بولا کہ میں بہت خوش ہوا جو یہ مغرور شرمندہ ہوئی۔ خون ناشی این میلے کھیلے کپڑوں اور ردی حالت میں یہی کب چپنے والا تھا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہمارے خاندان کو اپنے نبی برحق کے قدم مینت ازوم سے مغرور متاویز کیا قیامت کے دن ہمیں اور تمہیں جمع کر کے اس بات کا فیصلہ کیا جائیگا۔ اس سخت جواب سے ابن زیاد کو بہت غصہ آیا۔ لوگ ڈر گئے کہ دیکھیں اب کیا حکم دیتا ہے مگر اوس پر جناب زینب کی ان باتوں کا ایسا خوف غالب ہوا کہ یہ کتا ہوا چل دیا۔ ہٹے اس باغی خاندان کو تباہ کر دیا اور ہم ان پر غالب ہوئے ہمارے لئے اتنا ہی بہت ہے۔ اس عورت کو بکنے دو۔ حضرت علی مرتضیٰ اسکے باپ لایق اور شجاع اور شاعر تھے یہ تو ایسی ہی باتیں کریگی پچھرا بن زیاد نے حضرت زین العابدین کی طرف

دیکھا جنکا سن شباب تھا اور قتل کا حکم دیا کو تو ال کو نہ آگے بڑھا ہی تھا کہ مار ڈالے مگر جناب زینب کا دل اختیار میں نہ رہا۔ مو سے بھائی کی نشانی کو اپنے سینہ کے تنے دبا کے اوتپر کر پڑیں اور فرمایا کہ پہلے میری جان جا لیں گی جب اس یتیم کا بال بیکا ہونے پائیگا۔ اے بد نصیبو۔ کیا تمہارا دل ابھی اتنے ظلموں سے نہیں بہرا اگر مار ڈالتا ہی ہے تو ہم بکوبھی مار ڈال ہی ایک مرد کی صورت ہم میں بچی ہے اگر یہ بھی مٹا گئی تو ہم سب عورتیں بے محرم رہ جائیں گی۔ یہ سنکر ابن زیاد پر دیر تک سکتہ کا سا عالم طاری رہا اور حضرت زین العابدین بچکے لیکن ان کے یہاں گھلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بٹیریاں ڈال کے معہ سر مبارک جناب امام اوقافہ الحرم کے دمشق شہر کے ساتھ روانہ کئے گئے مگر کبھی ان ظلموں کے شاک کی نہ ہو۔

روایت ہے کہ جب اہلبیت با حال پریشان و دل بریان نالان و گریان کو نہ میں پہونچے تو اہل کوفہ نے ان کا یہ حال دیکھ کر نہایت افسوس کیا اور خوب روئے حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ اے لوگو۔ تمہارے ہی کرتوتوں سے تو ہمارا یہ حال ہوا ہے اب تم روتے کیوں ہو۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ابن زیاد نے قیدیوں کو زندان میں لیجا کر رکھنے کا حکم دیا چنانچہ دربار سے اونکو معہ سر ہائے شہداء کے لے لے کر امام حسین کا تیرہ پر میرے مکان کے پاس پہونچا ہے تو میں اپنے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ سر ہائے میرے سامنے آئے یہ آیت پڑھی جسے میں نے بخوبی اپنے کانوں سے سنا اَمْ حَسِبْتَ اِنَّ اَصْحَابَ الْكُفِّ وَالْقَيْمِ كَانُوا اِلٰهًا مَّجْبَآءً مِّمَّكَ تَامُ بَدَنُكَ رَوْنُكُطُ كَطُرُكَ ہو گئے اور عرض کی یا ابن رسول اللہ بیشک آپ کا معاملہ اصحاب کف کے قصہ سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے۔

اب شمر ذی الجوشن جو جنگ صفین میں جناب علی مرتضیٰ کا طرفدار ہو کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑا تھا بعد مکر کر بلا حضرت علی کے بیٹے امام حسین کا سر نیزہ پر رکھ کے ان کے بیٹے زید کو خوش کر

دشمن کو چلا۔ واہ۔ کیا دنیا ہے کہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر۔ تعالیٰ مین بگین کو بھی تولوڑتے ہوئے دیر لگتی ہے مگر ان دنیا پرستوں کو ذرا بھی توقف نہیں ہوتا۔ اس فوج کے ساتھ اور شہداء کے سر اور اسیران اہلیت بھی تھے۔ عورتیں شتران بے پردہ پر سوار جس شہر و دیار سے گذرتی تھیں وہیں کھرا مچ جاتا تھا۔

جب یہ لوگ دمشق میں پہنچے تو زید نے اپنے محل کو خوب آراستہ اور پیراستہ کر کے تمام رؤساءے دمشق کو جمع کیا۔ شہداء کے سروں اور اہلیت کو اس دربار عام میں منگوا یا اور ایک ایک کا سر دیکھنا اور حال پوچھنا شروع کیا۔ جیب شمر نے امام ہام کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا تو بڑے فخر سے جنگ و جدل کا حال بھی بیان کرنے لگا۔ زید اس کا بیان سنکر خوش ہوتا تھا اور اشعار پڑھتا تھا اور اکرٹا تھا۔ وہ بد بخت شراب بھی پیئے ہوئے تھا۔ اس وقت و زنت خزان کی لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اسے حضور کے لب و دندان پر مارتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اباعبداللہ الحسین مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم اس سن میں بھی خضاب نہیں کرتے نہ تمہارے بال سفید ہیں۔ سمرہ بن جندبہ صحابی رضی اللہ عنہ موجود تھے بے اختیار بول اوٹھے قطع اللہ یدک یعنی خدا تیرے ہاتھ کاٹا تو یہ کیا گستاخی کرتا ہے۔ اسے یہ تو بوسہ گاہ نبوی ہے اس کے ساتھ یہ بے ادبی۔ زید بولا۔ چونکہ تو صحابی ہے اس لئے درگزر کرتا ہوں ورنہ اسی وقت تیرا سر تن سے جدا کر دیتا۔ حضرت سمرہ نے جواب دیا۔ سبحان اللہ۔ مجھ میں تو یہ سبب صحبت رسول شرافت الگئی مگر نبی کے نعت جگر کے ساتھ وہ وہ سلوک کئے گئے جو کافر بھی ادنیٰ مسلمانوں کے ساتھ نہیں کرتا۔ یہ فرا کے حضرت سمرہ ادھر تو اس کے دربار سے اوٹھکے چلنے لگے اور ادھر یہ خبر اور صحابہ کے پاس پہنچی جو اس زمانہ میں دمشق میں تشریف رکھتے تھے۔ وہ یہ سنکر روتے اور دایلا مچاتے دوڑے اور زید سے کہا کہ اسے بیدین ملعون۔ تو نے یہ کیا کیا۔ خدا سے ذرا بھی نہیں ڈرا۔ یہ سنکے اس نے اس وقت سات

صحابہ کو شہید کرادیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اوسوقت مجلس میں ایک یہودی سوداگر بھی شامل تھا اوس نے سر مبارک کو دیکھ کر یزید سے پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے۔ یزید نے جواب دیا کہ یہ اوس آدمی کا سر ہے جو میری بہسری کا دعویٰ کرتا تھا۔ یہودی۔ تو یہ شخص اپنی قوم کا سردار اور بڑا شریف ہو گا جب ہی اوس نے یہ حوصلہ کیا۔

یزید۔ ہاں۔ شرفاے بنی ہاشم میں سے تھا۔ یہودی۔ میں اس کے اور اس کے والدین کے نام جانتا چاہتا ہوں۔ یزید۔ حسین صاحب سر کا نام۔ علی باپ کا اور فاطمہ اسکی ماں کا نام تھا۔ یہودی چونکہ کر فاطمہ کسکی بیٹی تھی۔ یزید۔ محمد رسول اللہ کی۔ یہودی۔ تو یوں کیوں نہ کہو کہ یہ تمہارے بنی کے نواسہ کا سر ہے۔ انفسوس صد انفسوس۔ تمہارے پیغمبر کا زراہی لٹا دیا۔ دیکھو۔ مجھ میں اور حضرت داؤد میں شرفیت کا فاصلہ ہے۔ میں اونہیں کی اولاد میں مشہور ہوں۔ یہودی آج تک میری دہی عزت و توقیر کئے جاتے ہیں جو حضرت داؤد کی کرتھے۔ تمہارے بنی کل تک دنیا میں موجود تھا اور آج تمہارے بنی کی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا کبھی کسی قوم میں ایسا نہیں ہوا۔ یزید۔ اگر ہمارے بنی مذہبی کی حفاظت کا حکم نہ دیا ہوتا تو ابھی تجھے قتل کر دیتا۔ یہودی۔ جس بنی نے ذمی کا اس قدر پاس ملحوظ خاطر رکھا ہے وہ اپنے جگر بند سے کقدر محبت نہ رکھتا ہو گا۔ انصاف کیدن جب اسکا نانا اور محشر کے سامنے تیرے ظلم کی داد چاہیگا تو کیا جواب دے گا۔ اوسوقت یزید نے غضبناک ہو کر جلاؤ کو طلب کیا۔ یہودی نے جوش گریا اور مجھ سے سرشار ہو کر سرگودین لیلیا اور کلمہ پڑھ کر صدق دے مسلمان ہو گیا اور کہا کہ مجھ کو قتل سے کیا ڈراتا ہے۔ مجھ کو اُمید ہے کہ اس سر و ایکے نانا حشر کو دن میری شفاعت کریں گے اور اس خون ناحق کی مجھ کو داہلجا دیگی۔ یزید نے یہ سہی اوس شہید محبت کو قتل کرادیا۔

جب یزید امام ہمام کے سر اقدس کے ساتھ بے ادبیان کر رہا تھا اوسوقت قیصر روم کا سفیر بھی یزید کے دربار میں کسی کام سے آیا ہوا تھا۔ اوسنے کہا۔ اے یزید۔ ہم لوگ نصاریٰ ہیں

جہاں نشانِ شمعِ خرمِ عیسے پاتے ہیں ہر سال اوسکی زیارت کو جاتے ہیں۔ جواہرات و موتی اور انواع و اقسام کے تحائف اوسپر چڑھاتے ہیں۔ اوسکی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اسطرح پیش آتے ہیں جیسے تم لوگ خانہ کعبہ کی عزت کرتے ہو اور ہمیشہ اوسکا لب کر تے ہیں۔ وائے بر حالِ شہا کہ تم نے اپنے نبی کو نختِ جگر کو ایسی بی رحمی اور سنگدلی سے مار ڈالا۔ پھر اوسکے اہلبیت کے ساتھ ایسی برعزتئی پیش آ رہی ہو اور اوسپر سچائی سے یہ خوشی مناتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تم بڑے ظالم لوگ ہو بلکہ یزید نے یہ سنے گریبان میں تو منہ ڈالا نہیں بلکہ کہنے لگا۔ اے شخص۔ تو قیصرِ روم کا ایلیچی ہے اسلئے تجھے سزا نہیں دے سکتا ورنہ تیرا سر جسم سے اتر و الیتا۔ سفیرِ روم نے جواب دیا کہ اے یزید۔ تو قیصرِ روم کا تو اتنا پاس دلچاظ کرتا ہے مگر رسولِ زادوں کی ذرا بھی عزت تیرے سامنے نہیں۔ یہ سنکر وہ سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا خاموش ہو رہا۔

روایت ہے کہ جب وقتِ شمعِ ملعون نے ابنِ زیاد کی مبارکباد کے ساتھ سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا تو یزید بہت رویا اور بولا۔ اے حسین۔ اگر تم میرے ہاتھ پڑتے تو ہرگز مارے نہ جاتے اوس دلدارِ محرمِ ثویمہ (سمیمہ) لونڈی کے جنے ابنِ زیاد نے تمہارا یہ حال کیا خدا اوسپر اپنا قہر نازل کر حضرتِ ناظرین! یہاں پر ہم بھی دنگ ہیں کیا کہیں اور کیا کہیں۔ اگر ہمارے یزید صاحبِ کور سلطنت کی اتنی لیاقت بھی نہ تھی کہ ماتحتِ قابو میں رہیں تو کس برتے پر تپا پانی۔ حضرتِ امامِ حسین سے بیعت ہی طلب کرنا عیث تھی اور جب ہم اس روایت کو اوسکے رونے سے ملاتے ہیں تو ہرگز یہ رونا دل سے نہیں معلوم ہوتا۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرتِ عبداللہ بنِ زبیر نے اپنی حسین اور خوبصورت بیوی کو طلاق دیدی۔ یزید نے اوس سے نکاح کرنا چاہا۔ وہ تین عقیل اور فہمیدہ۔ انہیں یزید کے ڈہنگ پسند نہ آئے اوس سے تو انکار کر دیا اور سر پڑ کے جنابِ امامِ حسین سے نکاح کر لیا اس بات سے یزید آپکا جانی دشمن ہو گیا تھا پھر جنابِ امامِ برحق نے اوس سے بیعت نہیں کی۔ لوگ بھی

یہ نسبت یزید کے آپکی وقعت اور عزت زیادہ کرتے تھے۔ او دہر ہمارے منظم و مکرم جناب معاویہ کی وصیت کہ بیٹا امام حسین سے کان کھڑے رکنا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ یزید کے دل میں امام کی جگہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ کمانکا رونا اور کمانکا غم۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ الولد ستر لابیہ باپ کی طرح کوئی مسلمات ملکی سمجھ کر پیاز کا عرق آنکھوں میں لگا لیا ہو تو دوسری بات ہے۔

پھر اسیران اہلبیت کی طرف مخاطب ہوا اور حضرت زینب و ام کلثوم و امام زین العابدین کو اپنے سامنے بلایا۔ وہیں سراندس حسین رکھا تھا۔ جناب زینب کی نظر حوا اپنے مظلوم بھائی کے سر پر پڑی تو بے اختیار رہو کے پچھاڑیں کھانے اور رونے پٹنے لگیں۔ حضرت امام زین العابدین نے پہوپی کو بہت کچھ سمجھایا یا بھجایا۔ آخر یزید سے فرمانے لگیں کہ اے ظالم بدبخت۔ ذرا کان کو ملے سن کہ تو نے ہکو بے پردہ شہر شہر اور گائون گائون پھرایا اور اسی ذلت کی حالت میں اس بھرے دربار میں بلوایا حالانکہ ہمارے حق میں یہ تطہیر نازل ہوئی۔ ہم عترت رسول ہیں اسکا کچھ بھی خیال تھے نہوا۔ اپنی عورتوں کو تو پردہ میں بٹھایا ہے اور ہمیں یوں بے عزت کیا ہے۔ قیامت کے دن اسکا حال تجھے معلوم ہوگا۔ اس چند روزہ آج موج پر تکیہ نہ کر۔ یزید نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ زینب بنت فاطمہ امام حسین کی بہن ہیں۔ پھر حضرت ام کلثوم سر مبارک سے لپٹے رونے لگیں اور ایسا روئیں کہ غش آگیا بعد ہوش آنے کے فرمایا کہ اے یزید۔ تیرا دین و دنیا میں بڑا ہوا تو تو اپنی زندگی سے چھل نہ پاسے جیسا تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے خدا تیرے ساتھ بھی قیامت میں ویسا ہی کرے۔ یزید نے دریافت کیا کہ شاید یہ عورت بھی حسین کی بہن ہو لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں یزید نے جناب زین العابدین کو پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ معلوم ہوا کہ ابن حسین ابن علی یزید نے امام سے کھا کہ تمہارا باپ سند خلافت کا دعویدار تھا اور چاہتا تھا کہ اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جاوے بارے شکر ہے خدا کا کہ وہ اپنی مراد کو نہ پہونچا۔ حضرت امام زین العابدین نے فوراً

جواب دیا سچ بتلا کہ یہ منبر ہمارے آبا و اجداد کا لیا جاکو ہمیں یا تیرے باپ دادا نے - خلافت و امامت
ہمارا حق ہے یا تیرا - ہمارے باپ دادا نے شترکین کے ساتھ جہاد کئے اور دشمنان خدا کو قتل کرتے
رہے ہیں - تیرے آبا و اجداد ہمیشہ سے کفر و شرک میں گرفتار تھے - پھر تو کیسے امیر المؤمنین ہو سکتا
ہے - صبر کر - غنیمت اسکا فیصلہ شترک کے دن ہو جائیگا - داد ہماری داد و محشر کے ہاتھ ہے -

یہ بھی روایت ہے کہ زید کے درباریوں میں سے کسی نے حضرت زین العابدین کے قتل
کی بھی صلاح دی تھی تاکہ نبی فاطمہ کا نام و نشان ہی دنیا سے مٹ جائے مگر حمدل لوگوں کے
کئے سنتے سے اوس صلاح پر عملدرآمد نہوا -

کہتے ہیں کہ جب اہلبیت اطہار کثیف لباس اور ردی حال میں شرفائے شام کے سامنے
لائے گئے تو زید کا دل ہل گیا اور ابن زیاد پر لعنت کی لیکن اسپر بھی جناب علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین
کا نام بے ادبی سے لیتا تھا - مگر جب ابن زیاد اور ابن سعد کو اسی وقت سزا کا حکم نہیں دیا تو یہ روتا
بھی اسی طرح کی معلوم ہوتی ہے جیسی کہ اوپر سر دیکھ کے رونے کی گزری باپ اور بہائی کی اہانت
سننے کے جناب زینب سے پھرنے لگا - سخت جواب زید کو دیا اور بہت کچھ کہتا چاہتی تھیں مگر جناب
زین العابدین نے پہوپلی کو روکا - زید بھی کچھ سوچ سمجھ کے خاموش ہو رہا - رادیوں نے یہ بھی کہا
ہے کہ اسکے بعد اوسنے حضرت زینب اور اونکے ساتھیوں کی بہت عزت کی - اونکے لئے حمام
تیار کرایا اور انہیں اپنے محل خاص میں فروکش ہونے کی اجازت دی - ہمارے معظم و مکرم حضرت
معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی یعنی زید کی ماں نے اہلبیت کو پر سادیا اور غم حسین میں
اونکے ساتھ ماتم کیا -

زید نے حضرت زین العابدین اور عمر بن حسین کی بہت قدر و منزلت کی - حضرت عمر اوس زمانہ
میں نہایت ہی صغیر سن تھے - دونوں شاہزادوں کو زید اپنے ساتھ یہر کرنے اور ہوا خوری کو

لیجاتا تھا۔ ایک دن یزید نے ازراہ مذاق جناب عمر سے کھا کہ تم میرے بیٹے خالد سے لڑو گے
شاہزادہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ ایک تلوار میرے ہاتھ میں دیدو پھر فرادیکو۔ یہ سنکر لوگوں نے
یزید کے کان بھرونے کہ اس لڑکے سے ہوشیار رہنا۔

چند دن کے بعد یزید نے سامان سفر میا کر کے اہلیت کو مدینہ روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ مدینہ
پہونچے تو حضرت زینب اور جناب فاطمہ بنت حسین نے اون لوگوں کے سردار نعمان بن بشیر کو جو یزید
کی طرف قافلہ اہل حرم کو پہونچانے آئے تھے کچھ انعام دینا چاہا۔ اوس لالیق شامی نے
لینے سے بالکل انکار کر دیا اور عرض کی کہ آپ رسول صلعم کے ذریات طیبات ہیں ہم نے یہ کام
خدا کی واسطے کیا ہے نہ کہ صلہ کے لالچ سے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ یزید کے حکم سے امام ہمام کا سر اقدس معہ اور شہداء کے سروں کے
دشک کی شہرتاہ کے پہاٹک پر لٹکایا گیا۔ تین دن تک ان مظلوموں کے سر اوسی طرح شہر کے
پہاٹک پر لٹکتے رہے بعد تین دن کے حکم ہوا کہ اسیران اہلیت اور شہیدوں کے سروں کو مدینہ
پہونچا دو۔ واہ۔ مدینوں مدینہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نذر کو کیا اجماع تحفہ بھیجا گیا ہے
حیف صدحیف۔

واقع ہو کہ جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب فخر یہ ہے کہ یزید قتل امام حسین سے نہایت ہی
خوش ہوا تھا۔ بیشک۔ اوسے حکم سے یہ تمام ان ہونی باتیں جو اب تک آپ نے سنیں عمل میں
آئیں۔ ماتحت لوگ ہماٹما کے ساتھ جو چاہے کر سکتے تھے مگر ایسے خاندان کی نسبت جو سب کا تاج
تھا اونکی مجال نہ تھی کہ بغیر حکم کا ان بھی ہلا سکیں پس تحقیق اوسنے قتل امام پاک کا حکم دیا اور
پھر کان کو لکے سن لیجئے کہ وہ بدل راضی اور خوش تھا کہ خاندان نبوی نیست و نابود ہو جاے
سنیوں کی روایات متعددہ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے چنانچہ۔

۱۔ مزار محمد بخششی نے مفتاح النجاة میں -

۲۔ ملک العلماء رفاضی شہاب الدین دولت آبادی نے مناقب السادة میں -

۳۔ ملا سعد الدین آقنازانی نے شرح عقائد نفسی میں -

۴۔ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان میں ایسا ہی لکھا ہے۔ سوائے اور

کتب السنن والجماعت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اوس پر لعن کرنا براہین ساطعہ سے درست ہے

۵۔ علاوہ برین مولانا شاہ سلامت المدنی اپنی کتاب تحریر الشہادتین میں لکھتے ہیں کہ راقم الحروف

اور یہ کلمہ اساتذہ صوری و معنوی کا بھی مذہب ہے کہ یزید راضی اور امرا و مستبشر قتل حسین تھا اور

اسی باعث وہ مستحق لعنت ابدی اور عذاب سردی کا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اوس سے یہ ایسا

گناہ سرزد ہوا ہے جسکی حقیقت منتقم حقیقی ہی جان سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبد الغفر صواب

تحفہ اثنا عشریہ رسالہ حسن العقیدہ کے حاشیہ میں یزید کے نام کے ساتھ علیہ مایستحقہ لکھتے ہیں

جو بات اس کلمہ میں پائی جاتی ہے وہ لعنت میں نہیں پیدا ہو سکتی کیونکہ المدجل شانہ نے

قرآن مجید میں لعنت اوس شخص پر فرمائی ہے جو ایک مومن کو قتل کرے جیسا کہ اس آیت سے

ظاہر ہے۔ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا فَرْجَاءً جَهَنَّمَ نَحْلًا اَوْ فِيهَا وَعَصَبُ اللّٰهِ وَكَعْظَةٌ وَاَعْدَاءُ

عَدَا اَبَا عَظِيمًا یزید نے تو خاص نبی کے تحت جگر کو فرج کیا ہے۔ سزا اوسکی

المد پاک ہی تجویز کر سکتا ہے ہمارے تو خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ کرو روئے لعنتوں سے اوسکا

درجہ بڑا ہوا ہونا چاہئے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ لعنت کو ایک فعل عبث سمجھ کر اوس سے درگزر

کرنا چاہئے۔

تو طبی نے لکھا ہے کہ یزید نے سر مبارک امام حسین کا مدینہ منورہ میں مسجد یا تھا وہاں اوسے

حضرت فاطمہ کے مزار کے پاس جنبۃ البقیع میں دفن کر دیا۔ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے

اسی پر زبنت لوگوں کا اتفاق بھی ہے۔

خلاصۃ الوقت، مین مرقوم ہے کہ امام حسین کا جسم اطہر کربلا، مین ہے اور سر اقدس مدینہ مین حضرت امام حسن کی قبر کے پاس مدفون ہے۔

کربلائے معلیٰ مین مبارک کے دفن ہونے کی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ البتہ بعض لوگوں نے یوں لکھا ہے کہ امام ہمام کا سر نرید کے خزانہ مین رہا چلا آیا۔ جب زمانہ سلیمان بن عبد الملک کا آیا تو اسنے اوس مین خوشبو ملی اور کفن دیکے وہ مین دمشق مین مسلمانوں کے قبرستان مین دفن کر دیا۔ اوسی رات کو خواب مین سلیمان بن عبد الملک نے آنحضرت صلعم کو اپنے اوپر بہت ملتفت پایا صبح تعبیر اس خواب کی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھی۔ انہوں نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی نیکی اہلیت رسول کے ساتھ کی ہے۔ سلیمان نے جواب دیا۔ اور تو کچھ نہیں مگر مین نے نرید کے خزانہ سے امام کا سر نکلوا کے اور نماز جنازہ پڑھ کے دفن کر دیا ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ بھی وجہ آنحضرت صلعم کی مصائبانی کی ہے۔

محدث ابن جوزی فرماتے مین کہ ابن زیاد نے جو ظلم و ستم اہلیت اطہار پر کئے ان کی نسبت تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ وہ اسو اور ابعدا ریزید تھا۔ جو جو احکام اس کے نام جاری ہوتے گئے ان کی تعمیل کرتا گیا۔ مگر حیف ہے نرید کی شقاوت اور ضلالت پر کہ حسین کے لب و دندان پر لکڑیاں مار مین اور اہلیت کو بے پردہ نگلی پیٹھے کے اونٹوں پر سوار کر کے ذلت و خواری کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔ نعمان بن بشیر معرفہ فوج کے اسلئے متعین ہوئے کہ قافلہ اہلیت کو بحفاظت تمام مدینہ پہونچا دیں۔ حضرت نعمان کمال ادب اور سن عقیدت سے اہلیت کے ساتھ پیش آئے اور نہایت اطاعت اور پاسداری سے ان کو مدینہ منورہ پہونچا دیا۔ اہل مدینہ نے جب اہلیت کی آمد آمد کی خبر سنی تو تمام مہاجر و انصار اوچھوٹے بڑے استقبال کو دوڑے۔ مگر حیف صدحیف۔ جب آنیوالوں کا غیر حال دیکھا

تو کیا کیا چماتی بیٹی ہے جسکا بیان قلم سے نہیں ہو سکتا۔ گریہ وزاری کا شور اور واویلا کا ہنگامہ صبر قیامت کی یاد دلاتا تھا۔ جو حال مدینہ کا سرور کائنات علیہ التیمیدہ والصلوٰۃ کے انتقال کے دن تھا اس سے بدتر آج نظر آتا تھا اور جو برا حال حضرت ام سلمہ اور فاطمہ صغریٰ کا تھا اس کے ذکر سے پتھر کا جگر پانی ہوتا ہے۔ وہ ایک ایک سے ملکر روتی تھیں اور ایسے ایسے مین کرتی تھیں جس سے کلیجے پٹے جاتے تھے۔ آخر سب کو جناب رسول مقبول کے روضہ مبارک پر لے پہنچیں اور سب کو قبر اقدس کے گرد ڈال کے وہ وہ مین کئے کہ کثرتِ غم و الم سے درو دیوار پر لرزلہ آ رہا تھا۔

دن آند ایک کے گئے گنا کرتی تھیں صفرا	تنہا شبِ زقوت میں بکا کرتی تھیں صفرا
زہر اکی لحد سے یہ کھا کرتی تھیں صفرا	جینے کی نہ صحت کی دعا کرتی تھیں صفرا
صدقہ گئی۔ دادی اب مجھے بابا سے ملا دو	بیمار کو بیکس کو مسیحا سے ملا دو
اب آنکھ بھی کھل سکتی نہیں ضعف کے مارے	وہ دن گئے جو راہ کے کرتی تھی نظارے
تب کہو لکے آنکھیں کروں دو ایک اشارے	پتھر ون کوئی جب نام مرا لیکے پکارے
اب ہاتھ سے صفرا کے عصا اٹھ نہیں سکتا	سر بالٹش بستر سے مرا اٹھ نہیں سکتا
ہوتی تھی صد اقب پیمیر سے یہ پیدا	جب مقرر زہر سے یہ کہتی تھی وہ دکھیا
شپیر کے ہمراہ لحد سے گئی زہر اچھ	دادی ہے کھان جس سے یہ کوہنتی ہے صفرا
اب آئینگی شپیر کا چالیسواں کر کے	رونا ہے تری دادی کو لاشہ پر پسر کے
اُم سلمہ چماتی سے لپٹاتی تھیں ہر بار	سنگریہ نہا ہوتی تھی بیہوش وہ بیمار
تھا صبر نہ اس کے دل بے صبر کو زخار	فراتی تھیں عباس کی مادر بھی بہت پیار
ٹھکر کفن دگور دمرتی ہوں لوگو بچ	اکتھی تھی کہ جان نذر پیر کرتی ہوں بچ
تشویش مین سب چاند محرم کا بھی گذرا	اسطرح سے اب راوی صادق نے ہے لکھا

پر دیسوں کا نام نہ پیام نہ پہونچا	اک لڑکی نے اکر کھا اکر وز کہ صفرا
کیا روٹی ہے دل شاد ہو با آتیا	اے فاطمہ بیار سیجا ترا آیا ب
اُم سلمہ ہنستی ہوئی آمین پھر اوجا	بولین کہ حسین آے مبارک تمہیں صغرا
ابو مرے کنے کا یقین تمکو پڑے گا	میں تم سے نہ اتنی تھی۔ میں آتے شہ والا
جان اپنی غبت تمہیں جان ڈالی تھی میں	اب تم میں نہیں اونٹنے کی طاقت ہے کہ میں
صغرا نے سنا فرودہ جو میں یہ۔ پدراے	لب کیلئے شادی سے اور آنسو بھی بھراے
سجدہ کیا بولی مرے ارمان۔ براے	پھر پوچھا کھان تک شہ جہن و پشراے
ہے خیر نیتان شہ عرش نشین کی	کیا دہوم سے آتی ہے سواری رشیدین کی
کب ہو نیگا داخل بھیان فرزند دالہ	میں اکبر و عباس بھی ہمراہ شہنشاہ
اک لڑکی لگی کنے اے بنت شہ ذی جاہ	جو ساتھ سدا رہے تھے وہ سب ہونگے ہمراہ
عرصہ نہیں اب گھر میں جین آتے ہیں صغرا	لینے کے لئے اہل وطن جاتے ہیں صغرا
کچھ اونکے تصدق کے لئے جلد منگاؤ	ملکہ علی اصغر کے بھی جو لے میں لگاؤ
بابا کے خدم آتے ہیں۔ آنکھوں کو پچاؤ	پوشاک نئی پہنویہ بلوس بڑھاؤ
اب آمد فرزند رسول دوسرا ہے	بالون سے یہ گھر آج بھڑاؤ تو بچا ہے
اتنے میں ہوا دور سے اک حشر نمودار	تھی جسمین صدا ہاے حسینا کی ہر اکبار
اوس غول کے حلقہ میں بشیر جگر انگار	یہ قریشہ پڑتا ہوا آتا تھا بہ ہنگار
اے اہل وطن چین سی کیا بیٹھے ہو گھر میں	گھر لگیا احمد کے نواسہ کا سفر میں
اے اہل مدینہ ہوئی تم سب کی حیا کیا	یگور کئی دن رہا شپیر کا لاشا
تم میں سے کوئی گاڑینکو اوسکے نہ نکلا	کیا راستہ معلوم نہ تھا کرب و بلا کا

یہست یا کفن بھی نہ حسین ابن علی کو	کیا دو گے جواب اس کا قیامت میں کیا
تم لوگوں میں کس پر نہیں احسان یا پھر	کس شخص کی شکل کو تہ جل کر گئے تھے حیدر
افسوس کہ زینب گئی بکوبہ میں کلے سر	چاد بھی نہ اک تھنے اوڑھائی او سے پانکر
اب زینب غم دیدہ سے کیا بات کرو گے	سجاد کی کس منہ سے ملاقات کرو گے
اب شہر میں کیا سیٹھے ہو دروازہ پہ جاؤ	زینب نہیں آئی ہے یہاں او سکھائے تو
منت کر قدموں پہ گرو قسین دلاؤ بڈ	جس طرح بنے خواہر شہسپیر کو لاؤ بڈ
وہ کہتی ہے بہائی مرا ما گیا رن میں	بیواری میں ہو کے بجاؤنگی ٹن میں
اس حادثہ کے سنتے ہی بخش کر گئی صفرا	اور مادر عباس کا دل سیہ میں پڑیا
ام سلمہ بولیں کہ یہ تھہر ہو کیا بڈ	سب لوگ لگے ہاتھوں سے سر پیٹنے اپنا
حسرت سے کوئی پشت بدلو اور اٹھا	ہر کوچہ میں اک ایک پہ پیہوش پڑا تھا
کہتا تھا کوئی ہا کے ید اللہ کا پیارا بڈ	کہتا تھا کوئی ہا کے شہنشاہ ہمارا
فریاد ہے مگر فاطمہ کا لٹ گیا سارا	افسوس مدینہ کا ماسا فر گیا مارا
جو حشر کہ رحمت سے پیہر کے ہوا تھا	اوس دن بھی وہی حشر مدینہ میں پڑا تھا
ظاہر تھے مدینہ میں تو یہ حشر آثار بڈ	جو اونٹ ہوئے آل محمد کے نمودار
غل پڑ گیا لو آتی ہے وہ عمرت اطمار	وہ اونٹ پہ سجاد بھی سرنگے میں اسوار
وہ زین ڈھلا گھوڑا ہے فرزند نبی کا	دیکھو وہ علم آتا ہے عباس علی کا
اک اونٹ عمارتی کا ہوا پتھر آنودار	تھے جسکی مہار آپ لئے عابد بیمار
انبوہ خلایق جو سوا ہوتا تھا ہر بار	سجاد خیرین کرتے تھے ہر ایک سے گفتار
اس اونٹ سے ملکر نہ چلو بے ادبی ہے	یہ اُشتر بانوئے حسین ابن علی ہے

ہر دم یہ سواری سے صدا ہوتی تھی پیدا اوس اونٹ کے پہلو سے نایا کاشتر تھا	نواڑتے ہو آئی ہے یا خست زہرا نہ رنج بھی سید اوسکا تو پردہ ہی تھا کالا
چچی تھی نہ صاحب ہو رنج بھی یہ روکر تاگر شتر بانو نے مغرم کیا تھم بند	فریاد بن آئی ہے بن بھائی کی ہو کر سجدار کو محل سے پکاری وہ بصد غم بند
اس بیٹھ کر سر کاؤ کہ گرتا ہے مراد م کیا وہ سرارتی مری اس جا پہ بکھڑی ہے	روشنہ پہ محمد کے مجھے چلو اس دم ابو لاکوئی صغرا بھان بے ہوش پڑی ہے
بانو نے کھا لوگو مرا اونٹ بٹھا دو بند دل نہ ہو ڈر رہا ہے مرا صغرا کو دکھا دو	بکھڑی ہوئی بیٹی کو گلے میں لگا دو بند عابد تمہیں پردہ مری محل کا اوٹھا دو
میں سنتی ہوں آواز مجھے دیتی ہے صغرا پھر ہاتھ سے خود پردہ محل کو اوٹھایا	تم کہہ دو بایں تری مان لیتی ہے صغرا دروازہ پہ صغرا کو ترپستا ہوا پایا بند
اگر دیکھ کے خالی رہ بصد شور سنایا دونائیس گلزار بی تین بھسین	اے گھڑ ترے والی نے تو جنگل کو بسایا اے گھڑ ترے والی کو میں کسو آئی سفر میں
یہ کہتے ہی اسطور کی رقت ہوئی طاری اکہ بین کسان اون سے خبر کرو و ہماری	اکہرا کے وہ لون عابد بیکس کو پکاری پردہ کرو بانو کی اترتی ہے سواری بند
کمزور ہے ان ہاتھ فلابلون میں دھم اے عابد بیٹا بکھڑے دیکھتے کیسا ہو	پھر جا کے جو اتان دینہ سے لو تم اصغر کو سکنہ کی ذرا گود سے لیلو
ہے گود ج خالی مری دوسو اس ہے جھکو گھر سے تو بہری گود گئی تھی میں سفر میں	لا کر مری آغوش میں اصغر کو مرے دو اب گود میں اصغر کوئے اورنگی گھر میں
سجاد بھی رونے لگے بانو کے بیان سے	کی عرض یہ نہ راتی ہیں کسا آپ زبان سے

پروہ کے لئے لاؤن مین اکبر کو کھان سے	ناشا و پڑارمان رسد ہارے وہ جہان سے
تم ڈھونڈ رہی ہو علی اکبر کو وطن میں	وہ کون تھا جو نیرہ سے مار گیا رنج میں
اصغر ہے کھان گود میں لوگی کسے امان	مالگیا جو تیر سے تھا کون وہ نادان
گردن سے تمہیں نے تو نکالا تھا وہ پیکان	کیا بھول گیا آپ کو اے مادرِ ذی شان
کس قبر پر وہاں دودھ کے کوزوں کو کرنا	وہ پیار سے بابا نے کسے دفن کیا تھا
زینب کے اوترنیکی بھی پھر آئی جو باری بند	منہ اپنا سوے کرب و بلا کر کے پکاری
اے بھائی کھان ہو میں تمہارے گئی واری	تم آ کے اوتارو تو بہن اوترے تمہاری
اہود و رہ مگر صاحبِ اعجاز بڑے ہو	آؤ بھیاں اور روک کے چادر کو کھڑے ہو
زینب کو صدارتِ روح برادر کی یہ آئی بند	خواہر ترے ہمراہ بھیاں آیا ہے بھائی
موجود ہے یہاں روحِ شہِ کرب و بلائی	تم شوق سے اوترو اسد اللہ کی جائی
سب جانتے ہیں صاحبِ عصمت تو بڑی ہے	مادر مری روکے ہوئے چادر یہ کھڑی ہے
سہیٹی اوتری شہِ مظلوم کی خواہر بند	داخل ہوئے سب اہلِ حرم گہ میں کلمے سر
فضہ نے کیا فرشِ سیہ بادلِ مضطر	سہ رنگے حرم بیٹھے گئے آ کے برابر
اوس فرش پہ تو قافلہ اہلِ عزت تھا	اور سامنے ٹوٹا ہوا اسبابِ دہرا تھا
صغرا کو لئے گود میں عباس کی مادر	زینب کے قرین آنکے بیٹھی اوسی صف پر
چپکے سے کھاروتی ہو کیا زینب مضطر	صغرا کو تسلی دو کہ مرتی ہے یہ دختر
جس وقت کے حال اپنی بیٹی کا سنا ہے	کچھ منہ سے نہیں بولتی سکتے ساہو ہا
زینب کو تو کچھ ہوش سرد پا کا نہیں تھا	کنے لگی لاؤ ہے کھان فاطمہ صغرا
ایسا نہ ہو مر جائے وہ شہید کی شیدا	بھائی کی نشانی کھان پاؤنگی میں دکیا

جب تیغ لگے پر شب بیکس کے چلی تھی	صغرا کی سفارش مریاں جانے لگی تھی
عباس کی مادر نے یہ زینب کو بتایا	دیکھو تو مری گودی میں صغرا کو غش آیا
تب چہرہ سے زینب نے بھی پلے کوٹلایا	پلٹا کے ہتھیجی کو گلے سے یہ سنایا
اس سن میں اوٹھا باپ کا سایہ تری سر سے	ہے ہے تو بچہ کر نہ ملی اپنے پدر سے
سینہ مرا پھٹتا ہے نہ روا سے مری پیاری	اب داد خدا شرمین دیو لگا ہماری
تب عرض کی صغرا نے بصد نالہ وزاری	یہ تو مجھے بتلا دو وہو پی تم یہ مین واری
کچھ مجھ کو مرے باپ نے پیغام دیا ہے	کچھ مجھ کو وصیت میں بھی ارشاد کیا ہے
زینب نے کھا وقفہ وصیت کا کھان تھا	فرمایا تھا مجھ سے یہ دم ترع کہ بھیتا
کہد بچہ صغرا سے کہ مزا ہوں میں پیاسا	پر تم کو میں پانی کی منا ہی نہیں کرتا
جب پیاس لگے شوق سے تم پیو صغرا	جب پیو تو یاد میں کیجیو صغرا
یہ سُنکے لگی کئے وہ شیر کی جانی	اے ابن علی ہاے تری تشنہ دہانی
پھر لوچا یہ زینب بصد اشک نشانی	کچھ میسر ہوئے باپ کی لالی ہونشانی
وہ بولین نشانی کوئی مجھ پاس کہاں ہے	اک داغ جگر کتنی ہوں یا آہ و فغان ہے
پھر وقفہ سے ارشاد کیا بادلِ غم ناک	لے آئے مان جا کے کی وہ خون بہری پوشاک
حاضر کیا وقفہ نے وہ پیرا ہن صد چاک	زینب نے یہ صغرا سے کھا سر پہ اوڑا خاک
یہ پیرا ہن خاص حسین ابن علی ہے	تحفہ ہر ہی اور نشانی بھی ہے
ان کپڑوں کو سونگھو یہ لہو کس کپڑا ہے	یہ فاطمہ کا دودھ لہو ہو کے بھٹا ہے
جسدِ رجبہ کمر و ن سے یہ ملبوس چٹا ہے	بھائی کا بدن بھی یوں ہی غریب ہوا ہے
اور سب کے سوا حلق بہ ایک تیغ چلی ہے	جس سے کہ ہوا تیغ حسین ابن علی ہے

صفرانے وہ پوٹاک کلیجہ سے لگائی	اور میں یہ کرنے لگی شپیر کی جانی
ہے ہے سرے بابا یہ تری شکل بنائی	کس ٹٹلے سے مارا تمہیں خالق کی دوبائی
تم پر تو یہ کچھ ہوئی بے اداس فرین	اور بے چین فطرت زہہ پٹی رہی گھڑین
سستی ہوں نشاء نہیں تیرون کا بنایا	سستی ہوں دم فوج بھی پانی نہ پایا
سستی ہوں کفن آپ کے لاشہ نے نہ پایا	سستی ہوں کوئی آپ کو روئے بھی نہ آیا
سید تھیں ہی زاد تو تھے مغموم و مزمین تھے	اور میں شہر میں کیا پاسے سلطان نہیں تھے

اے مجاہد آل محمد قہار واسے فدیکان اہلبیت رسول کو گارے درد الیسا بافرہ ہے جسک بیان
نہیں۔ مجمل بیان واقعہ کر بلا کا اور مقبرہ روایتیں دیوہان حادق البیان کی تو آپ سن چکے۔ اب جناب
تفصیل وار حال ہر ایک شہید کی لڑائی کا ہمیں مقبرہ ذرایع سے معلوم ہوا ہے مذکر کیا جاتا ہے۔

شہادت حضرت حُربین فرید ریاحی رضی اللہ عنہ

جب صفین کا زرار کی آراستہ ہو چکین اور فریقین کی نظریں ہمت تن انتظار رنگین کہ دیکھیں
کون بقت کرتا ہے اسوقت جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے جناب والدہ ماجدہ
رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ جب تک مخالف حرب میں ابتداء کرے خاموش کھڑے رہتا چاہئے
پس طرفین اسی فکر میں مستعد اور تیار کھڑے تھے کہ حضرت حُرب بن سعد کے پاس پہنچے اور
فرمایا۔ اے ابن سعد کیا تو خواہ مخواہ حسین ابن علی کے ساتھ صفائے کرب سے ہی کا۔ ابن سعد بولا
ہاں اس جنگ میں بہتے تن بے سر ہونگے جناب حُرب نے فرمایا۔ اپنا لکھوئی جواب تیار کئے
دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے کے لئے بھی تجویز کر رکھا ہے۔ ابن سعد نے کچھ نہ کھا
خاموش ہو رہا۔ حضرت حُرب کچھ نبولے میدان میں چلے آئے مگر جم کا ہر چوڑ بند لڑہ میں مبتلا تھا

دل کا ٹپنا ہی باہر سے محسوس ہوتا تھا یہاں تک کہ پاس کھڑے ہونے والے اس کے دھڑکنے کی آواز سنتے تھے۔ اونہیں کی قوم میں سے مہاجرین آؤش نے یا حضرت حمزہؓ کے بھائی مصعب بن زید نے اون سے کھا کہ جتنے کسی لڑائی اور معرکہ میں لگوا یا سخت زدہ نہیں دیکھا۔ ایسے مشہور دلدار اور اعلیٰ درجہ کے بھادر سپاہی ہو کے ڈرے جاتے ہو کوفہ کے دلیر دن اور تھنوں کا شمار کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے لوگ تمہارا نام لیتے ہیں۔ آج کیا سبب ہے کہ تم اپنے آپے میں نہیں ہو۔ حضرت خرقہؓ جو، برادر بھائی۔ میری یہ حالت خوف سے نہیں ہے بلکہ اس وقت دوزخ اور بہشت میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ دوزخ کو دیکھ کر میرا دل لپکلا جاتا ہے اور بہشت مجھے اپنی طرف کینہتی ہے۔ حیران ہوں کہ کیا کروں۔ ہاتھ پیر نہیں طاقت نہیں اور سارا جسم جھٹھرا یا جاتا ہے۔ توڑی دیر کے بعد خود بخود ایک نعرہ جگر سے کینچا اور فرمایا۔ اے بھائی۔ مژدہ ہو۔ میرے دل نے توجہ کو اختیار کر لیا۔ اتنا کھا اور گھوڑے کو اڑانے کے نام عالیہ مقام کے حضور میں جا اترے۔ پاسے مبارک کو بوسہ دیا اور التماس کی۔ اے ابن رسول اللہ۔ مجھے ہرگز یقین نہ تھا کہ یہ لوگ حضور کے قتل پر اوہ ہار کھائے بیٹھے ہیں میں جانتا تھا کہ دو چار دن میں یوں ہی غرقش ہو کے صلح ہو جائیگی مگر اب جو دیکھتا ہوں تو اوکا تھرو و طغیان حد سے بڑھ گیا ہے اسلئے میں خدمت مبارک میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ میرا قصور معاف کر دیں۔ میں اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ حضور نے مہربان ہو کر پناہ دست مبارک حضرت خرقہؓ کے سر اور منہ پر سپر کر فرمایا۔ اے بھائی خرقہ۔ بندہ ہر چند گناہ کرتا ہے مگر جب خداوند کریم جل شانہ کی بارگاہ کی طرف منہ کر کے اپنے گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو رحمت غفار جوش میں آتی ہے اور پشیمان و خجل کی امید پوری ہو جاتی ہے کیا تو نے سنا نہیں کہ ۱۔ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ ۚ وَهُوَ بِآذَانِهِ سَمِيعٌ ۚ ۲۔ جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اونہیں بخش دیتا ہے میں نے تیری تصفیر معاف کی

اب تو ذرا بھی اوسکا خیال دل میں نہ لا۔ آج کے دن بازار سعادت کھلا ہے یہ میدان جلوہ گاہ
شہادت بن گیا ہے۔ جا۔ اور اشیقا سے لڑنے کے لئے مستعد رہ تیرے لئے جنت موجود ہے
حضرت خرمجبت حسین سے حضور ہو کے میدان جنگ میں اپنا گمراہ کووانے لگے۔ اونکے بہائی
مصعب بن زید نے جو دیکھا کہ بھائی نے دنیا کو لات مار کے آخرت قبول کی اور پسا کے دامن
آل عبا کو مضبوط پکڑ لیا تو خود بھی گم پڑے کو دوڑا امام عالی مقام کے قدموں پر اگرے لشکر ابن سعد
یہ سمجھا کہ بھائی کو سمجھانے اور نشیب و فراز سو جانے جاتے ہیں۔ کوئی متعزز نہوا۔ حضرت مصعب
نے آتے ہی جناب حُر سے کہا کہ تم میرے بھی خضر راہ ہو گئے اور مجھے ظلمتِ کفر سے نکال کے
آب حیات معرفت کے کنارہ پہنچا دیا۔ میں بھی ان دشمنانِ اہلبیت سے بیزار اور تمہارا مددگار ہوں
یس حضرت خرمجبت کو دوبارہ امام عالی مقام کے پاس لاے اور حضور کے گلے سے ملا دیا۔

امام شعیب نے اپنے قتل میں لکھا ہے کہ حضرت حُر نے عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ
رات کو میں نے اپنے پدر بزرگوار کو خواب میں یہ کتنے ہونے سنا بیٹا حُر۔ تو ان دنوں میں کھان
کیا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے پدر مہربان۔ حسین ابن علی کو گرفتار کرنے اور روکنے گیا تھا
تاکہ وہ مدینہ واپس نہ جائیں۔ یہ سنتے ہی والد بزرگوار نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر وسیئہ
بیٹ لیا۔ مظلوموں اور ستم زدوں کی طرح واویلا مچا نیلگے اور مجھے فرمایا کہ دامصیبتا ہ اے حُر۔
تو نے یہ کیا کیا۔ نبی زادہ کے خون سے اپنے ہاتھ آلودہ کر بیٹھا۔ بیٹا۔ اگر آتشِ دوزخ میں جلنے
کی طاقت رکھتا ہے تو جا اور حسین سے لڑو۔ البتہ اگر شفاعت رسول خدا اور رضاے حق جل و علا
کا طلب گار ہے تو اونکے دشمنوں سے جنگ کر بیٹا۔ دونوں صورتوں کا انجام میں نے تجھے بتا دیا
یہ تیرے اختیار میں ہے جسے چاہے اختیار کر لے۔ یہ فرما کر والد تو غایب ہو گئے اور میری آنکھ
کھل گئی۔ دیکھتا گیا ہوں کہ تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہیں اور خود بخود لڑ رہا چلا جاتا ہے

اوسوقت سے غیر حال تھا۔ اب خدمت اقدس میں جو حاضر ہوں تو نہ خوف ہے نہ لرزہ اور نہ اضطراب
 اے جگر گوشہ فاطمہ زہرا۔ مجھے جہاد پر جان کی اجازت ملے تاکہ حضور کے دشمنوں سے لڑتا ہوا جنت
 میں جہاد داخل ہوں جناب امام حسین نے اپنے پیارے مہمان کا یہ سوال سنکر شرم سے سر جھکا لیا
 اور روکے فرمایا۔ بھائی۔ تو ہمارا مہمان ہے۔ ہم تیری کچھ خاطر و مدارات نہ کر سکے۔ دیکھتے ہیں دن کے
 ایک دانہ بھی اوڑکے ہم لوگوں کے منہ میں نہیں گیا ہے اور اس سخت گرمی اور لوہ اور دھوپ میں
 پانی کو ترستے ہیں۔ چوٹے چوٹے دودھ پیتے بچوں کی لبوں پر جان ہے۔ تجھ سے کیا کیا کہیں
 اے بھائی۔ تو بھان مزہ سے بیٹھ کر دیکھ۔ ہیر چڑیگی بہت لینگے۔ مہمان کو تو مہنگی اجازت
 دیتے ہو۔ میری چاتی پٹنی ہے۔ حضرت حُرنے امام ہمام کی یہ یکسی اور مجبوری دیکھ کے ایک
 لمبی آہ دل پر درد سے کھینچی اور روکے عرض کی کہ اے قاسم کوثر کے لال۔ صدقہ رسول اللہ کا
 مجھے اجازت ہو۔ میں سب سے پہلے حضور سے لڑنیکو آموجو دہوا تھا مجھے ہی شرماتا چاہیو نہ کہ لکھو
 میں چاہتا ہوں کہ میں ہی ہاروں بنکے سب سے پہلے آپ کے دشمنوں سے لڑنے جاؤں۔ جناب
 امام عالی مقام اونکی منت و زاری سے مجبور ہوئے اور اجازت جنگ دیدی۔ حضرت حُرنے جنگ
 تسلیم کی اور خوش ہو کر عازم میدان جنگ ہوئے۔

واضح ہو کہ حضرت حُرضی الصدقہ ابن زیاد کے لشکر کے سپہ سالار اور پڑے دلاور اور شجاع تھے
 لوگ اونکو لڑائی میں ہزار مردوں کے برابر سمجھتے تھے۔ آپ اسپ تازی نژاد صبار و فتار پر سوار
 ہو کر میدانِ رزم میں آئے۔ ابوالمفاخر نے اونکی جڑ کا ترجمہ فارسی میں لیون کیا ہے۔

منم شہیر دل حُر دم رباے	مگر بستہ پیش ولی خداے
منم شیر و شمشیر بُرآن بدست	کہ دارد بر شیر و شمشیر پاے

ابن سعد نے حُر کو میدانِ جنگ میں جب لیون گونجتے سنا تو چور کے پانوں کتنے۔ تھر تھر

کا پتہ لگا کیونکہ پانی اوسی کی طرف مڑا تھا۔ کہہ لگیا اور بیچ و تاب کھا کے عرب کے ایک نامی گرامی مشہور
 و معروف پہلوان صفوان بن خطلمہ کو اونکے سمجھانیکو بھیجا اور کہدیا کہ جہاں تک ہو سکے ملائیت نصیحت
 دلا سے دلدیری سے اونکو میسر کر پاس لے آنا۔ جو کسی طرح بنے ہی نہیں تو یہ مجبوری سراوتار لانے
 میں کسی طرح کمی نہ کرنا صفوان وہاں سے مستعد ہو کے حضرت حُر کے سامنے آیا اور کہنے لگا۔ بھائی حُر۔
 تم وہ ذکی و فزانہ ہو کہ لوگ تمہاری عقلمندی کی قسم کھاتے ہیں پھر خدا نے شجاعت اور دیریری بھی
 کوٹ کوٹ کے تم میں بھر دی ہے۔ تمہاری قدر دانی کیواسطے تو یزید سب بادشاہ اور غرت افزائی کے
 لئے ابن زیاد ساحل چاہتے تاکہ تمہارے جو ہر خدا داد دنیا میں آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں۔
 سپاہی کو نام اور نام آدمی سے غرض ہونی چاہئے تم نے فن سپہگری سے غلات یہ کیسی بات کی
 کہ صاحب ثروت سے منہ موڑ لیا اور حسین کے ساتھ ہو لئے۔ مجھے تمہاری اس حرکت سے بڑا ہی
 تعجب ہے حضرت حُر اوسکایہ کلام سنکے مسکراے اور فرمایا۔ صفوان۔ نہیں۔ میں نے جو کچھ کہہ لیا
 کیا ہے۔ پتھر تیری ہی عقل پر پڑ گئے ہیں کہ تو یزید سے ذرا بھی واقف نہیں۔ وہ بڑا فاسق اور محض
 ناپاک ہے۔ برخلاف اسکے حسین پاک اور پاکیزہ زادہ ہیں۔ اونکی والدہ ماجدہ کا عقد نکاح بشت
 میں باندھا گیا۔ اونکے والد بزرگوار علی رضی اللہ عنہ داماد رسول برحق تھے اور رسول مقبولؐ نے انہیں
 اپنے بائع کا پھول فرمایا۔ پہ تو ایسی سرکار کا دشمن اور ایسے مردود کا دوست ہے صفوان بولا میں یہ
 کچھ جانتا ہوں اور اس سے زیادہ بہت کچھ مجھے معلوم ہے لیکن مال و جاہ اور دولت تو یزیدی
 کی طرف ہے اور ہم ٹہمیرے سپاہی ہیں تو مرتبہ اور منصب دیکار ہے تقویٰ و طہارت اور علم و فضل
 ہمارے کس کام کا۔ حضرت حُر نے جواب دیا۔ کجخت تو جان بوجہ کے جیتی کمی نگلتا اور سمجھ سچ کے
 حق پر خاک ڈالتا ہے تیرا بڑا ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تیرا سر پر خوراسی میدان میں ٹھوکرین کھاتا پہنگا
 صفوان یہ سنتے ہی جل گیا اور بڑھکے ایک نیزہ آپکے ملا۔ حُر نے بڑی مردانگی اور تہوری کے ساتھ

اوسکے ٹکڑے کر ڈائے اور فرمایا۔ اے مردود سنبھل۔ اب مردوں کا وار ہے۔ یہ کھا اور ایسا ایک ہاتھ نیرہ کا مارا کہ چماتی سے گذر کے اوسکی انی گز بہریٹھ سے پار گذر گئی پھر پشت زین سے اوسی نیرہ پر اوٹھا کے لکارے کہ دیکھو۔ بھادرون کے یہ ہاتھ ہوتے ہیں۔ دونوں طرف والوں کی آنکھیں چاروں طرف سے ٹکے حضرت حُر کے ہاتھوں پر آ لگیں۔ اپنے اپنے کے گرد ہاتھ کو چکر دیکے اس جھٹکے سے اوسکو زمین پر مارا کہ ہڈیاں چور ہو گئیں۔ حضرت امام حسین نے یہ صفائی ہاتھ کی ملاحظہ کر کے فرمایا۔ شاباش۔ میرے عزیز مہمان شاباش۔ خدا تجھے نظر بد سے بچاے حضرت عباس بھی پھڑک کر بولے کہ وہ مارا۔ غرض کہ دونوں لشکروں میں شور مہونے لگا۔

صفوان کے تینوں بھائی طیش کھا کے بدلہ لینے دوڑے اور اکبر لگی حضرت حُر چمک کر دیا۔ حضرت حُر نے شیرز کی طرح گونجے اللہ کھا۔ ایک کے دو ال کمر میں ہاتھ ڈال کے خانہ زین سے اوٹھالیا اور سر سے اونچا کر کے سر کے بل زمین پر دے مارا کہ اوسکی گردن ٹوٹ گئی۔ پھر جبکہ دوسرے بہائی کے سر پر چوتلو کا ہاتھ مارا تو سینہ تک کو لیا۔ تیسرے نے دیکھ کر سوچا کہ آدمی آدمی سے لڑ سکتا ہے ملک الموت سے عمدہ برا نہیں ہو سکتا تو کدم میدان سے ہاگا۔ حضرت حُر نے فرمایا۔ اونا مرد۔ کھان جاتا ہے اگر بچ گیا تو تو بھی لوگوں کو ستاے گا۔ یہ لکڑا دیکے پیچھے لپکے اور پیٹھ سے نیرہ کی نوک سینہ کے پار کر دی۔ چاروں بھائی ایک ہی کہیت رہے۔

اب حضرت حُر نے ہاتھ جوڑ کے جناب امام حسین سے عرض کی حضور اب مجھے راضی ہوئے یا نہیں۔ دل سے میرا جرم معاف کر دیجیے۔ حضور نے فرمایا نعم انت احرامک استنک انک یعنی میں خوش اور میرا خدا خوش۔ بیشک تو آتشِ دفع سے آزاد ہے تیری مان ہی نے سمجھ سوچکے تیرا نام ایسا رکھا ہے۔ حضرت حُر یہ خذہ جان فزا اسکے خمال ہو گئے۔ گھوڑے کا رخ صفا اعدا کی طرف پیر کر خوش خوش جنگ میں مشغول ہو گئے اور کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ ناگاہ

ایک پیادہ نے دوڑ کے آپ کے گھوڑے کے پیر قطع کر دئے اور صفت اعداء میں بہاگے جانا
 لڑا چار جناب حُر پیادہ پاڑنے لگے۔ شعلہ غضب جان سوز اور آتش قہر غیرت افزہ آپ کی پہلے سے
 بھی زیادہ شعلہ ہو گئی۔

برہنہ صخرہ صخرہ لاسوراخ میگرد	برہنہ کان موئے راصد شاخ میگرد
-------------------------------	-------------------------------

جب اشتیاق نے آپ کو اس جوش و خروش میں دیکھا تو خوفِ جان سے بھاگنا اور نہ چہا نا
 شروع کیا۔ جناب امام حسین نے جو اپنے عالی قدر مہمان کو اس سرگرمی سے پیدل جنگ کرتے
 دیکھا تو ایک آراستہ و پیراستہ عربی گھوڑا اونکی سواری کو بھیج دیا۔ جب وہ حُر کے پاس پہونچا تو
 آپ نے تسلیہ بجالا کے کہا۔ اپنے آقا کی بندہ نوازی کے قربان کہ غلاموں کی ایسی ہمدردی فرماتے
 ہیں اور رکاب کو بوسہ دیکے او سپر سوار ہو گئے۔ جتنے شقی بہتر بکریوں کی طرح گھر آئے تھے اوس
 ہنر نرستان شجاعت نے سبکو ایک ہی ڈانٹ میں منتشر کر دیا اور چاہا کہ واپس ہو کے امام عالی مقام کے
 قدموں پر بھج جاپڑوں کیا ایک ہاتھ غیبی کی صدا کا نون میں آئی کہ اے حُر دلاور۔ خبردار۔ یہاں
 قدم نہ ہٹانا۔ جو رین تیرے قدم میں منت لزوم کے اشتیاق میں بیقرار ہیں۔ یہ سُنکے حضرت حُر
 امام امام کی طرٹ متوجہ ہوئے اور عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ۔ میں حضور کے نانا صاحب
 کی خدمت میں جاتا ہوں مجھے یحیٰ کی ہوا خوش نہیں آتی کچھ کہنا ہو تو فرمادیجئے رسول مقبول
 کے دربار میں گذارش کر دوں گا۔ جناب امام روئے اور فرمایا اے حُر تیری خوشی۔ جا تجھے خدا کو سونپا
 ہم بھی تیرے پیچھے ہی آتے ہیں۔ اس گفتگو سے اصحاب حسین میں رونے پٹنے کا ایک شور
 مچ گیا اور حضرت حُر نے پھر شکر مخالف پر گرا کے لے دے مچادی یحیٰ تک کہ نیرہ حُر نامدار کا
 ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ پھر آپ نے تیغِ خون آشنام نیام سے نکالی۔ بکرہ کبیر کے جس صف پر جا پڑتے
 تھے کائی کی طرح پھٹ جاتی تھی اور اللہ کے جس پر صفائی کا ہاتھ مارتے تھے سر سے سیدہ تک

لکڑی کی طرح کھل جاتا تھا۔ کہ بڑھ بلی نہیں کہ ایک کے دو نظر کو کہی نہیں پر حملہ کر کے کیلی ڈال دیتے
 تھے اور کبھی بجلی کی طرح سیرہ والوں کے ہوش و حواس کو دیتے تھے یوں اڑتے اڑتے لشکر خائف کے عہدار کے
 پاس جا پہنچے چاہتے تھے عہدار اور علم کے ایک ہی ہاتھ میں چار ٹکڑے کر دیں کہ شمر کو ایک دو ٹکڑے
 اپنے سر پر ملا اور سینہ کو ٹٹنے لگا۔ جسکی آواز دونوں لشکروں نے سنی اور زیادہ بند کی۔ اے نامردو
 کیا غضب ہے کہ ایک آدمی نے تم سب کو اونگلی پر چا رکھا ہے۔ ہزار دن ہو کے بھی تمہیں شرم
 نہیں آتی۔ فرات پاس ہے جاؤ ڈوب مرو خیر اگر تم سے اس شیر کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تو چاروں
 طرف سے ٹوٹے اس پر گر پڑو۔ اگر ایک ایک ٹٹھی بھی ریت ڈالو گے تو اسکی قبر میں بن جائیگی سینکر
 وہ مردود کچھ شرماء اور ٹٹیری دل کی طرح چاروں سمت سے ایک بہار کو حیر و حیر اور نیزہ و سنان سے
 زخمی کرنے لگے مگر وہ رے خر۔ جو ان مرد ہو تو ایسا ہو۔ تیو پر پیل بھی نہ پڑا۔ اونین دلیرانہ بیرون
 سے سب کو جواب دیتا تھا اور بڑے جوش و خروش سے اونین پیسے ڈالتا تھا۔ ناگاہ قسور
 بن کتنا نہ کا نیزہ سینہ خر پر لگا اور کام کر گیا۔ تاہم حضرت خر کے حواس بجا تھے۔ دیکھا کہ اس ضرب کی ٹکان
 سے قسور کے سر سے خود گر گیا ہے۔ موقع کو غالی نہ جانے دیا اور ٹٹپ کے ایسی ضرب دودستی
 ابن کتنا نہ کے سر پر پاری کہ پھوٹ کی طرح سینہ تک کھل گیا۔ اور قہر سو بیاں ہو کے اپنے گھوڑے سے
 زمین پر گرا اور اوپر حضرت خر پکارے یا بن رسول اللہ ادرکھی یعنی اے حسین مدد فرمائے۔
 حضور یہ دردناک آواز سنتے ہی بے چین ہو کر دوڑے۔ اس ہجوم میں سے اپنے مہمان کی لاش
 اٹھا کے صاف لے آئے اور اپنے لشکر میں لاکے رکھ دی پھر اپنے ہی دامن سے اس کے
 رخسار کی گرد صاف کی اور سوت ایک رتق جان کی جسم مبارک میں باقی تھی۔ آپ نے آنکھیں کھولیں
 اور اپنا سر جنتاب حسین کے زانوئے اقدس پر دیکھ کے سکاڑے اور عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ
 حضور مجھے راضی بھی ہوئے یا نہیں کہ جناب امام نے فرمایا۔ ”بھائی۔ تو نے مجھے نہایت خوشنود کیا۔

التجارتا ہوں کہ خدا ہی تجھے راضی ہو جائے، حضرت حُر نے اس مژدہ جان فزا کے صلہ میں اپنا نقد جان امام عالی جاہ کے قدموں پر نثار کر دیا اور سیدہ جنت کو سد ہارے۔
روایت ہے کہ حضرت امام حسین اور ان کے اصحاب لاش حُر پر بہت روئے حاکم شعمی نے لکھا ہی کہ جناب امام نے حضرت حُر کے مثنیہ میں تین شعر فرمائے۔ اونین سے ایک یہ ہے۔

لنعم انحر حربنی سباح

صبور عند مختلف السراح

ابوالمفاخر نے اون اشعار کا ترجمہ فارسی میں یوں کیا ہے۔

کہ جان کردہ برآل احمد نثار
شدہ بریراتی شہادت سوار
برآوردہ از جان دشمن دمار

خوشا حُر فزانہ تا مدار
زرخشن تکبہ فرد آمدہ
بشقی جگر گوشہ مصطفیٰ

مثنیہ

غش میں جو کا وہ گھوڑے کی گردن پہ ایکبار
تب یا حسین۔ ککے گرا حُر نا مدار

رگ کے حُر کے چٹنے لگی جب سو کی دہار
نیزہ کسی نے آکے جو ملا اقتضائے کار

اک آہ کی کہ عرش خدا تھر تھر اگیا

یہ سنکے ابرغِ دل سرور پہ چا گیا

رکھا زمین پہ پانوں کمین اور پڑا کمین
جانا مناسب آپکا اس فوج میں نہیں

رہوار سے اوتر کے چلے مضطر و خیرین
اکب نے رد و ذکر یہ کھایا امام دین

ہو حکم تو غلام اوٹھا لائے لاش کو

اتھا حضور جابین نہ حر کی تلاش کو

میسرے لئے شہید ہوا میرا میمان
میسرے بغیر اور نہیں کوئی اوسکایان

شہ نے کھا کہ تم مجھے روکو نہ میری جان
میتا ہے دوست خلق میں اسطرح کا گمان

میمان کو گلے سے لگانا ضرور ہے

خصمت کو اوس غریب کے جانا ضرور ہے

یہ ککے لاش پر گئے حُر کی بچشم تر اوس سے لپٹ کے رونے لگے شاہِ مجرب	وہ زخمی لوٹتا تھا پڑا ریگ گرم پرچہ زافو پہ اپنے رکھ لیا شفقت سے اوس کا سر
وہ جگمگاتی تھی چہرہ پہ اوس کے جو خاک کی	حضرت نے آیتین مبارک سے پاک کی
منہ اوس کا دیکھ دیکھ کے اس طرح رو رہے تھے اشکِ امام حُر کے جو رخسار پر پڑے	روتا ہے جس طرح کوئی فرزند کے لئے تب اوس نے آنکھیں کھولے۔ کی عرض شاہ سے
آغوشِ مین لئے ہوئے حضرت جو روئی ہیں	والدہ ٹکڑے سے کلیمہ کہہ رہے ہیں
اس بندہ پروری پہ ہوں سوجان سے قدا تشریف لائے آپ خوشامیرا مرتبہ	شفقت وہ مجہم بہ کی۔ کہ نہیں جسکی آسترا ممت از اس غلام کو نوین مین کیسا
لفز شِ مین تھا قدم مرا لیکن نبھال گیا	بیڑا مرتبہ ہی سے باہر نکل گیا
زخمی ہوں تیغ و تیر سے مین سر سے قادم کنے لگے یہ تب شبہ بیکس بچشم نم	کس طرح اڑھکے گرد پھرون یا شبہ اُم والدہ تو زخمی ہے اور ہے مجھ الم
کوئی نیچ رہیگا حسینی سپاہ مین	ہم سب شریک دروہین خالق کی راہ ہیں
مجرع جس طرح سے ہوا ہے ترا بدن جس طرح ہاتھ کٹ گئے ہیں تیرے تیغ زن	تلوارین یون ہی کما یگا تختِ دل حسن بیدار یون ہی ہو یگا عباسِ صف شکن
زخمِ سنان ہے تیرے دل درون کا	زخمی ہو یون ہی تڑپ یگا اکبر بھی خاک
جس طرح تیر ظلم ہے تیرے گلے کے پار بعد اوس کے مجھ کو زخمی کریں گے ستم شعار	مجرع یون ہی ہو گا مرا طفلِ شیر خوار جس دم گردن کا گھوڑے سے با جسمِ زخما
تویر چھی مارے گا کوئی تلوار مارے گا	چھاتی پہ چڑھ کے ستم مر اسوارے گا
زخمی جو تو ہوا تو مین آیا ترے قرین	آغوشِ مین لیا تجھے با خاطرِ حزین

زانو پہ تیسرا سر رکھا اے حربا یقیناً	لیکن چلیگی جب مری گردن پہ تیغ نین
جز یاس و یکسی نہ کوئی پاس ہو نیگا	زانو پہ رکھے سر کو مرے کون رو نیگا
ہو نیگا سوئے خلد روان جب تو نیکنام	لیجاؤ نگاہیں لاش تری تا درخیاں مہ
پہ اپنی یکسی کو کمون کیسا میں تشنہ کام	روندے نیگے میری لاش کو گھوڑوں سے اہل شام
بعد فنا بھی ہو نیگے بچ و محن مجھے	چالیس دن تک نہ ملیگا کفن مجھے
شہ نے جو حُر سے اپنی مصیبت یہ کی بیان	اوس با وفا کی آنکھوں سے آنسو ہو دیوان
قدموں سے شہ کے لٹنے لگا چشم خون نشان	ہچکی جو آئی موت کی غازی کو ناگھسان
آنکھیں بھر آئین ریت کا نقشہ بدلیگا	حسرت سے دیکھا شاہ کو اور دم نکل گیا

شہادت حضرت مصعب بن زید ریاحی رضی اللہ عنہ

جب حضرت حُر کے بھائی مصعب نے دیکھا کہ میرے بھائی نے جام شہادت نوش فرما کے روضۂ اقدس کی راہ لی تو اودھمکے منہ میں بھی بانی بہر آ یا اور امام عالی مقام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اتماس کی کہ آج اس سرکار سے خلدیرین کی جاگیر عطا ہو رہی ہیں۔ میں کیوں محروم رہ جاؤں مجھے بھی رن کی ضمانت تاکہ اس فقیر حقیر پر یہ مثل صادق نہ آئے۔

چومن سب اکس آوارہ سہزار وطن	فلک زوئے جدائی بہر دیارم سوخت
-----------------------------	-------------------------------

یہ ایک سخی اور قدر شناس کا دوبارہ ہے میں بھی اپنا ہنر دکھا دوں۔ جناب امام نے اونکو مستعد پانچ فرمایا۔ اگر تمہاری بھی خوشی ہے تو تم بھی اپنے بھائی کی طرح مجھے داغ دے جاؤ۔

پس حضرت مصعب نے مردانہ وار دشمنوں پر حملہ کیا اور انہیں سے بہت سے چھپاؤں کو دوزخ کی طرٹ روانہ کر کے خود شہید ہوئے اور حضرت حُر رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔

شہادتِ حضرت علی بن حریراحی

روایت ہے کہ حضرت علی بن حریر اسوقت تک ابن سعد ہی کے لشکر میں تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ میرے والد ماجد اور عم مکرم دونوں امام نام پر نثار ہو گئے تو نہایت یحسین ہوئے اور دنیا آنگھوں میں سیاد ہو گئی۔ اپنے غلام سے فرمایا کہ میرے ساتھ چل گھوڑوں کو پانی دیکھا لائیں۔ پس دونوں لشکر کو فہ سے باہر کر کے امام حسین سے آئے۔ حضرت علی گھوڑے سے اتر کر آداب بجالائے اور باپ کی لاش پر گر کے اپنا منہ اونکے منہ سے ملنے لگے۔ جناب امام حسین نے پوچھا کہ اے جوان مرد تو کون ہے۔ جواب ملا کہ حضور میں اس شہیدِ خنجر جناب کا بیٹا ہوں۔ علی میرا نام میری بھی یہی خواہش ہے کہ حضور کے قدموں پر نثار ہو کے الولد المحرق نقیدی بآئہ الغر کے معنی لوگوں پر واضح و آشکار کر دوں۔

پس کو نہار نشانِ پدر	تو بیگانہ خوانشِ مخوانشِ پدر
----------------------	------------------------------

جناب امام نے انکے حق میں دعا کی۔ حضرت ابن حریزات لیکے میدانِ دغا میں آئے اور جڑ پڑھنے کے اپنا مقابل طلب کیا۔ لشکرِ شام سے ایک پہلوان دریا سے آہن میں خرقہ سر سے پانوں تک ہتھیار لگائے انکے سامنے آیا۔ ابن حریزاد نے اسے دم بھی نہ لینے دیا ایک چشم زدن میں لوک نیرہ پراوٹھان زمین سے الگ کر کے زمین پر دم سے دے چٹکا اور فرمایا۔

ریاحی تزار دم نہ من بستہ ام	بسے دشتستانِ راسر انگندہ ام
من از والدِ خویش شرمندہ ام	چوا کشتہ شرمین چرازندہ ام

ناگھان ایک شخص نے برابر آ کے باپ اور چچا کی دشمنی کے باعث انہیں شہید کر ڈالا۔ جناب حسین نے یہ ماجرا دیکھ کے نہایت افسوس سے انکے حق میں دعائے مغفرت کی اور فرمایا

آفرین خدا کے برپا رہے + کہ تو پروردگار کے کہ تو زاد

شہادتِ حضرت زہرہ

یہ نام جنابِ حُر کے غلام کا ہے۔ جب اونٹوں نے دیکھا کہ میرے آقا اور آقا زادہ دونوں نے سفرِ آخرت اختیار کیا تو بتِ روئے اور اونکی آتشِ فراق سے کباب ہو کے گھوڑے کی عثمان کو فخر کے لشکر کی طرٹ پھیر دی۔ بہت سے اشیقاء کو عدم کا راستہ بتانے کے حضورِ امامِ مین اگر عرض کی اسے ابنِ رسول اللہ۔ میری گستاخی معاف ہو۔ اپنے آقا اور آقا زادہ کی مفارقت کا داغ میرے دل کو ایسا ناگوار ہوا کہ مین ضبط نہ کر سکا۔ ۷

نالہ راہِ چنبرِ نیخواہم کہ پنجانِ بر کشم | دل ہم گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

اسلئے ناچار پہلے اپنے دونوں مخدوموں کا غرض جی بھر کے ان لعینوں سے لے آیا ہوں جب میرے دلِ بے قرار کو قرار دیا ہوا ہے اب امید وار ہوں کہ مجھے اجازت ہو تاکہ آپ کے قدموں پر نشا ہو جاؤں اور میدانِ قیامت میں سرخرو اٹھوں۔ جنابِ امامِ شہدہ کام نے فرمایا۔ آفرین و مرجبا۔ تمک حلال اور دغا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اچھا تم بھی سدا رہو۔ حضرت زہرہ فطرتاً ہی سے جامِ مین پہولے نہ سماے نہایت سرور ہو کے لشکرِ اعدائے مین گمسکراد شجاعت دی اور تقدیر جان دیکے سعادتِ جہاد والی خریدی۔

اتمامِ حجت

جب یہ چاروں غازیانِ جانِ بنا زخمید ہو چکے تو جنابِ امامِ عالی مقام نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دی۔ اے اہلِ کونہ و شامِ خوب بھجولو اور یاد رکھو کہ ابتداء سے حربِ میری طرٹ سے نہیں ہوئی ہے۔ پہلے تمہیں نے میری جان لینے کے لئے مجھے قبر مارے تھے مین ابھی تک تم سے لڑنا پسند نہیں کرتا نہ جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ مین نے نہ میرے کسی ساتھی نے ابھی تک تمہارا

کوئی آدمی مارا ہے۔ یہ چاروں آدمی جو تم سے لڑ گئے تمہارے ہی لشکر کے تھے۔ تمہاری بیچھی اور سنگدلی کی برداشت اون غریبوں سے نہ ہو سکی اور بے اختیارانہ وہ تم سے بھڑ گئے۔ اسمین میرا کیا قصور ہے۔ بہائیؤ۔ اب بھی میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ کان کمول کے سنٹو کہ یہ کرتوت تمہارے اچھے نہیں ہیں ان سے باز آؤ اور اہلبیت نبوی کا خون زمین پر نہ بہاؤ۔ اودھر سے آواز آئی ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضور نے فرمایا۔ میں مکر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ مجھے زید کے پاس چلا جائیدو میں اوس سے گفتگو کرونگا اگر حق اوسکی طرف نکلا تو اوس سے بیعت کرونگا ورنہ ہم اور وہ جیسے بٹیکانٹ لیتے اودھر سے ایک بیدین نے جواب دیا کہ یہ بھی ممکن نہیں۔ اے حسین۔ تم خیرین زبان اور چابک سخن ہو۔ اپنی سانی سے اوسکو فریب کے جال میں پھنسا لو گے اور رہا ہو گے پھر فتنہ اور فساد کی آگ سے ملک کو پھونکنے لگو گے۔ ارشاد ہوا۔ خیر۔ مجھے اپنے جد بزرگوار کے روضہ مقدسہ ہی پر بیٹھ رہنے دو تاکہ مجاورت کے عبادت الہی میں مشغول رہوں۔ دشمنوں نے لکھا کہ ہم اسکو بھی نہیں مانتے۔ ممکن ہے کہ اجلات عرب کو تم جمع کر لو اور پھر مدعی خلافت بنکے جھگڑنے لگو۔

پھر حضرت امام حسین نے فرمایا کہ تم نے یہ دو باتیں تو میری قبول نہیں کیں۔ اے مجھے اور میرے اصحاب کو پانی ہی پلاؤ۔ دریا تو سہی کا حق ہے پھر ہم کین محروم رکھے جاتے ہیں۔ اودھر سے جواب ملا کہ پانی کا تو نام ہی نہ لو۔ جب تک زید سے بیعت نہ کر لو گے پانی کا ایک قطرہ نہ پاؤ گے۔

حسین۔ اور طلب آب۔ اے معاذ اللہ	تمام کرتے تھے حجت۔ سوال آب نہ تھا
--------------------------------	-----------------------------------

حضور نے فرمایا الحمد للہ اب حجت تمام ہوئی تاکہ تم قیامت کے دن کوئی عذر پیش نہ کر سکو۔

دل من پارہ گشت از غم نہ زانگو نہ کہ بہ گرد	اگر جاناں باین شاداست یارب پارہ تر بادا
--	---

اشقیاء بولے۔ یہ سب کچھ ہو چکا اب لڑائی تیار یاں کرو یہ سنگر جناب امام تثنہ کام نے آسان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تو تمہیں نشیب و فراز سب کچھ سمجھایا تمہیں اپنا بلبل اسوجتا نہیں

اب تم جانو اور تمہارا کام میں بری الذمہ ہوں۔ بسم اللہ ایک کے مقابلہ میں ایک آتا جائے تاکہ مردو اور نامرد کا فرق معلوم ہو اور نہر ہندی اور بے نہری کی تمیز ہو۔ صفت اعدا سے آواز آئی نعم الضفت یا بن فاطمہ یہ بات منظور ہے۔

مصلحت اوس منظوری میں یہ تھی کہ اول تو وہ لوگ یہ سمجھ ہوئے تھے کہ بہو کے پیار سے ہم سے کیا لڑینگے۔ بہمن درہینگے۔ دوسرے عربوں کی جنگ کا یہ دستور تھا کہ معرکہ جدا لڑتے ہیں اپنا نام و لقب آشکارا کر دیا کرتے تھے۔ اپنے اپنے قبیلہ و عشیرہ کے مفاد و آخر پڑی دہوم دہام سے بیان کئے جاتے تھے تاکہ سبکی نہر ہندیان دنیا میں یادگار رہیں۔ جب یہ بات مقرر ہو گئی تو جناب امام عالی مقام اپنے لشکر میں واپس تشریف لے آئے۔

شہادت حضرت زبیر بن حسان اسدی رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے بڑے غور و فکر سے اپنے کل لشکر میں سے جہان ٹکے ایک معرود و مشہور جنگ آور ستمی سامرازدی کو میدان کارزار میں بھیجا۔ سامرا سپہ نگار پر سلاح ملو کا نہ پہنکے سوا پہلو اور میدان میں آکے اپنے مرکب کو جولان اور گرم عنان کرنے لگا۔ پہرا اپنا نام پکار کے ہل من مہار کی صدا بلند کی اور سوقت زبیر بن حسان اسدی نے حضرت امام حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت لڑنے کی مانگی۔ عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ! سامرا صفت شکن اور جوان مرد ہے مجھے اسکے مقابلہ کو بھیجے پہرہ دیکھئے کہ کیا سناچا دکھاتا ہوں۔ یہ ساری ڈینگین جو اسوقت اسے میدان میں ماری ہیں معلوم ہو جائیں گی۔ آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ شوق سے سد بارو۔

واضح ہو کہ حضرت زبیر قبیلہ بنی اسد میں سوتے۔ یہ قبیلہ کہ بلاء کے نواح ہی میں سکنا پذیر تھا جناب زبیر مبارز مردانہ۔ دلاور فرزانہ اور تجربہ کار تھے۔ بہت سی لڑائیوں میں مظہر و منصور ہو چکے تھے

سامرنے اونکو اپنے سامنے جو دیکھا تو تھرتھرانے لگا مگر حیلہ بازی کے طور سے زبان نصیحت
 دراز کی اور بولا کہ اے زہیر تم ہر میدانِ شجاعت اور جنگِ دریا سے مبارزت ہو۔ تمہیں شرم
 نہیں آتی کہ مال و منال اور اہل و عیال تم سے چوٹے جاتے ہیں۔ اگر حسین کو تمہاری مدد سے
 فتح بھی ہو گئی تو تم اون سے کیا لے لو گے ہماری طرف آنلو دیکھو یہاں سب کچھ ہے۔ مال لو۔
 خلعت لو۔ جاگیر لو۔ منصب لو اور ظاہر ہے کہ ہم سپاہیوں کو نام و مرتبہ ہی چاہئے۔ جناب زہیر نے
 فرمایا۔ اے ناکس و ذلیل۔ بے شرم تو ہے اور مجھے نادان بتاتا ہے۔ تجھے یہ بھی نہیں معلوم
 کہ تو ایک سید غریب الوطن ہو کہے پیاسے کے فوج کرنے اور خاندانِ ختمِ المرسلین کی تباہی
 کی واسطے تیار ہے اور دنیا کی نعمت فانی کو سعادت جاوید کے بدلے اختیار کرتا ہے۔ سامر کے
 جواب میں کچھ کھا چاہتا تھا مگر حضرت زہیر کے کانوں نے اس کے کفر کو سننا پسند نہ کیا اور آہستہ سے
 ایک نیزہ اس کے سینہ میں لگا جو گدڑی کے پیچھے نکل گیا۔ سامر نے فوراً گھوڑے سے گر کر جان دیدی
 جناب زہیر نے ابنِ سعد کے مقابل ہو چکے آواز دی۔ اے اہل عراق و شام جو مجھے پہچانتا ہو
 پہچان لے اور جنہیں جانتا ہے تو کان کو لے سنلے کہ میں ہوں زہیر بن حسان الاسدی۔ میں
 جان سے ہاتھ دھو کے تمہارے سامنے آیا ہوں اب تم میں سے کوئی اور میرے مقابلہ کو نکلے
 دیکھیں بخت کسی یاری کرتا ہے اور تکبوت کسے خاکِ مذلت و خواری میں ڈالتی ہے۔ مخالفت
 یہ نام لگانہ اتفاقِ سن چکے تھے اور شجاعت و دہد بہ حضرت زہیر کا وہ نہیں معلوم تھا۔ لرز گئے اور اپنے
 اپنے سر نیچے کر لئے۔ کوئی نادان سے لڑنیکو مستعد نہ ہوا۔ ابنِ سعد نے اپنے لشکر کو لکھا کہ اے
 نامردو۔ یہ کیا بے حیثی ہے۔ تم میں کوئی ایسا نہیں جو اسکا سامنا کر سکے اور پہلوانوں کے اس
 مجمع میں اسکا نام بلند ہو۔ یہ سنکر کوفہ کا ایک رئیس نصر بن کعب جو ثلث سو ارون سے تنہا لڑ سکتا
 تھا گھوڑا کودا کہ ابنِ سعد کے پاس آیا اور کھا۔ اے سردار میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت زہیر کے

مقابل آموچو دیہا اور بولا کہ اے عرب کے بھادر۔ تو کیوں اپنی قسمت کی دولت و شمت پر جان بوجھ کر لات مارتا ہے اور اپنے چچا زاد بھائیوں کے خون میں ہاتھ بہرتا ہے۔ تو میرے ساتھ چل تجھے امیر طویل ابن زیاد کے پاس بھلون گا۔ سچ تو یہ ہے کہ خاستانِ نکبت و کلفت سے نکلنے کا کھانا دولت و راحت میں پہنچ جائیگا۔ جناب زہیر نے جواب دیا۔ اے لعین۔ آلِ زیاد کی خدمت دین کے دامن میں بدعت کے غار اور لچا دیتی ہے اور دربار حسین کے باغ میں ہر وقت شجرِ معرفت دریاے حقیقت کے کنارہ پر کھینچا رہتا ہے۔ نصر سمجھ گیا کہ ایسے لوگ کب دولت کے پسندہ میں پہنستے ہیں کوئی ایسی تدبیر کرنا چاہئے کہ باتوں باتوں میں دھوکھا دیکے اسے مار لوں غرض کہ دھوکہ دہر اور دھوکہ کی چکنی چٹری باتیں کرنے لگا۔ حضرت زہیر سمجھ گئے کہ چال ہے۔ اسے ایک بات بھی نہ کرنے دی اور نیزہ کے ایک ہی اشارہ سے عدم کے سیدھے راستہ پر لگا دیا۔ پھر اوسکا بھائی صالح بن کعب میدان میں آیا۔ زہیر نے نیزہ سے اسے بھی ٹال بتائی۔ صالح اونٹنے نیزہ کو روک دینے لے ایک طرف جھکا اور نیزہ نے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ رہواری بھڑک اٹھا۔ صالح پشت زین سے زمین پر آیا مگر سپر کا ب میں اور بھار گیا کہ گھوڑے نے اپنی اوچل کود اور لکڑ کو ب سے جم کے چڑے چڑے کر ڈالے اور مار کی سب تمنائیں خاک میں مل گئیں۔

اسکے بعد نصر کا بیٹا کعب جو اپنے باپ سے بھی زیادہ دلیر اور شجاع تھا میدان کا زار میں آیا اور فریاد کی کہ میں اپنے باپ اور چچا کا عوض لینے آیا ہوں۔ جناب زہیر نے اسے سانس بھی نہ لینے دی نیزہ اس کے پیٹ میں بھونک دیا جو بیٹھیہ کے پار نکل آیا۔ زہیر نے مقتولوں کے اسلحہ کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کر کے پیادوں پر حملہ کر دیا اور اونکے پیچھے سواروں کی صف تک پہنچ گئے اور انہیں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ پھر مراجعت فرما کے میدان میں کھڑے ہوئے اور مبارز طلب کیا جو اونکے سامنے اکثر ہوتا تھا اوسکو ایک ہی اشارہ میں زمین کا پیوند بنا دیتے تھے۔

یعنی گمنام بھر کے اندر اندر ستائیس نامی سردار اور پلو انان نامدار کو ناپید کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صفحہ ہستی پر اون رستمون کا نام دلشان ہی نہ تھا۔

اس وقت ابن سعد نے حیرالاجار کی طرف متوجہ ہو کے کھا کہ تو میرا سچا لادریسے لشکر کی پٹ پناہ ہے۔ جا کے زہیر کو میسر پاس لے آجو مانگیگا پائیگا۔ جرنے جواب دیا۔ ہیما ت۔ ہیما ت۔ لوٹری شیرازیان سے کیا لڑیگی اور پتی شاہ باز کا سنا کیسے کر سکیگی۔ زہیر نبی اسد کا شجاع اور تن تنھا ہزار سوار سے لڑ سکتا ہے۔ مجھے اپنی جان سر پر وبال نہیں کہ اس سے مقابل ہوں۔ البتہ ایک ترکیب ہے کہ توستو سوار تین جنگمہ کین گاہوں میں چپا دو۔ میں اس کے سامنے جا کر تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کاوے دیتا ہوں نگاہ جب وہ تنگ ہو کر میرے اوپر چڑھ کر لگا تو سواروں کی کین گاہ کی طرف ہٹاؤنگا۔ چونکہ وہ مرد سپاہی اور بڑا دلیر ہے ضرور میرے اوپر چڑھ کر لگا۔ پہلی کین گاہ سے سو سوار نکلے اوپر حملہ آور ہوں اگر وہ اونہیں زیر و زبر کر کے مغلوب کر لے تو وہ سب کے سب دوسری کین گاہ کی طرف اپنا رخ پھیر دیں اور وہاں کے سوار باہر آئے اوپر ٹوٹ پڑیں اگر زہیر ادھر بھی غالب آجائے تو سب ملے تیسری کین گاہ کا راستہ لیں اور وہاں کے سوار اوپر گرین۔ شاید اس طرح سے زہیر مارا جائے پس اس لڑے کے مطابق تین سو سوار مکمل اور سب کر کے تین مختلف مقامات میں چپا دئے گئے اور جرنیر کی طرف چلا۔ حضرت زہیر بے خبر میدان میں کھڑے ہوئے اپنے مقابل کا انتظار کر رہے تھے مگر افسوس مدد نہ آفسوس۔ اب آپ کے تشنگی سے خشک اور منہ میدان کی خاک سے اٹھا ہوا تھا۔ ناگاہ جرنیر آئے دور آ کے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابن الاجار پاس آ۔ ہمارے تمہارے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ وہ بولا۔ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ سمجھانے آیا ہوں کہ تم شمع اور زیرک و دانا ہو۔ ابن زیاد کے پاس کیوں نہیں چلتے۔ مال و دولت سے غنی ہو جاؤ گے حسین کے پاس کیا دہرا ہے جو تجھے خوش کر نیگے تیری ہمت بلند کا اقتضا

تو یہ ہوتا چاہئے کہ اہل دولت سے پیوند کیا جاوے۔ جناب زہیر نے جواب دیا۔ اے ملعون غلاموں
زبان نبھال حضرت امام حسینؑ آسمان ولایت کے ہمارے ہمالیوں خال ہیں اور ابن زیاد و محض نابکار
اور بد سگال۔ کینہہ طبعیتوں اور دُون ہمتوں نے زمام اختیار اس کے ہاتھ میں دیدی ہے۔

جریرہ دندان شکن جواب سنکے خاموش ہو رہا اور خون جان سے پتھر کی طرح جہان کا تھماں
دہرا کر گیا۔ حضرت زہیر نے گھوڑے کو آگے بڑھا کے اوس پر چڑھ کر کیا۔ ابن الا جار ڈرتا کانپتا کینگاہ
کی طرف بھاگا۔ زہیر کی ہمت بلند نے اوسے بچکے بھاگ جانے دینا پسند نہ کیا اوسکے پیچھے
پیچھے چلے۔ ابھی دونوں کینگاہ تک پہنچنے بھی نہ پاسے تھے کہ زہیر نے جھک کر جالیا۔ اوسنے چٹخنا
چلاتا شروع کیا کہ لوگو۔ خدا کی واسطے دوڑو اور مجھے اس خونخوار کے ہاتھ سے بچاؤ اور گھوڑے سے
زمین پر گر کے بھاگا۔ زہیر ہی نیزہ تانے ہوئے اوسکے پیچھے تھے کہ سوار کینگاہ سے لٹکے اون پر
آن گرے اور تیر و تیر اور ستان و تیر و کی چپ و راست سے بوچھا کر دی۔ مگر واہ رے جوانمردی۔
جناب زہیر کے تیور پر ذرا ہی بل نہ آیا۔ نیزہ تان کے شیر و ن کی طرح اون سواروں کی طرٹ مخاطب
ہوئے وہ سب بدحواس ہو کر دوسری کینگاہ کی طرف بھاگے حضرت زہیر اونکے پیچھے تھے یہاں
کہ تین سو سواروں نے اون میں گمیر لیا اور شیت ربعی مردور نے نیزہ اونکے شانہ پر مارا کہ زرہ اونکی ٹپکئی
اور سخاں کا زخم کند ہے پر لگا۔ زہیر نے زخم کھاتے ہی شیت کی طرٹ جھک پڑے۔ وہ شقی اونکے
خوف سے بھاگ کر سواروں میں جا ملا۔ جناب زہیر نے نیزہ پستیا کے برق درخشاں نیام سے باہر
ٹکالی اور سواروں پر جھپٹ کر اونکے تن سے سر و ن کو چھانٹنے لگے۔

روایت ہے کہ اوس یکہ و تنہا دلیر نے اوس وقت پچاس سوار کاٹ ڈالے اور اپنے تین مبارک
پر توئے زخم کھائے۔ جب حضرت امام حسینؑ نے یہ صورت مشاہدہ فرمائی تو اپنے ملازمین سے
ارشاد کیا کہ جلدی جاؤ اور زہیر کی مدد کرو۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ علی رضی کے غلام

دش آدمیوں کے ہمراہ اودھر گئے اور اون سواروں میں سے بتوں کو قتل کر کے زہیر کو اونکے زخم سے باہر نکال لاسے۔ چالیس تیر دن سے زیادہ اونکے جسم پر لگے تھے اور زخموں سے مینہ کی طرح خون برس رہا تھا جب اذنین امام عالی مقام کے حضور میں لاسے تو آپ گھوڑے سے اتر کر اونکے سر ہانے اکٹھے ہوئے۔ زہیر نے جو انگلیں کہو لگے روئے منور دیکھا تو سراپا قدم مبارک پر گر کر کے عرض کی۔

خاکِ قدمِ دوست شادِ غم نیست کسے را	این عیش کہ امر و مرادِ قدمِ دوست
------------------------------------	----------------------------------

ارشاد ہوا۔ زہیر۔ تم نے میری بڑی خیر خواہی کی اور شرائط و قادیاری اور جو اندری میں تم سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہوا۔ اب تمہاری جو آرزو ہو مجھے بیان کرو تاکہ بجا لاؤں۔ زہیر نے جواب دیا کہ اے فرزند رسول۔ میری تقصیر معاف ہو۔ اب سرد اور صاف کا جام فرشتے میرے پاس لاسے ہیں میں پی لون تو حضور سے باتیں کروں۔ جناب امام ہمام نے اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لوگو۔ زہیر کا مقام اس وقت اسے دکھلایا جاتا ہے اور شراب بہشت یسین سے اس کے پاس اتنا شروع ہو گئی ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ واقعی زہیر کچھ غٹ غٹ پیئے چلے جاتے ہیں اور چٹخارے مارتے ہیں۔ بعد ازاں ایک آہ سرد بہر کے طوطی روح اول کا شکرستان قدس کو پرواز کر گیا۔ جناب امام روسے اور دعا کی یا اللہ العالمین۔ یہ اس جہان میں میرا ہمسایہ اور مصاحب رہے اور تاجان بھی اس سے خوش رہیں۔ پھر فرمایا۔

کچھ مجھ سے صحبت تو کر اے میرے وفادار	خون ہے ترے غم سے جگر اے میرے وفادار
رکھلے مرے زانو پہ سراسر اے میرے وفادار	نزدیک سے شاید سفر اے میرے وفادار
کچھ تجھ سے ملاقات نہ صحبت ہوئی بہاؤ	جی بہر کے نہ دیکھا تھا کہ نزوت ہوئی بہاؤ
کچھ بات کر اے یار وفادار ہمارے	اے عالم غربت کے مددگار ہمارے

اے صفت شکن اے صف درو جزا ہمارے	تا حشر تجھے روئیگے غمخوار ہمارے
رتیبہ ہے ترا سب سے دو بالا شہدائین	تیرا ہی تو حصہ ہے ان ایامِ مزائین
ختم ہو کے پکارے یہ حبیب ابنِ مظاہر	آہ ہوش میں اے منزلِ جنت کے مسافر
یتیم ہے بھائی ترا آقا تری خاطر	کرنور آئی کی زیارت دم آخر
دیکھ اپنا شرف آنکھوں کو کیوں بند کر رہے	فرزند نبی سر ترا گودی میں لئے ہے
سنگریہ صدا او سنے جو آنکھوں کو کیا وا	سر حضرت شہید کے آغوش میں دیکھا
جلدی قدم شاہ پہ شہ ملکہ یہ بولا	صدقے ترے الطاف کے اے سید والا
تلمیذ ترے زانو کا میسر ہوا آقا	ذرعہ تھا پہ اب مہر نور ہوا آقا
غش سے جو نہ کہلتے تھے مرے دیدہ پر غم	صحبت تھی مرے گرد عجب طرح کی اس دم
ارشاد یہ فرماتے تھے خود سیدِ عالم	لے۔ آئے ہیں یان پر ترے لینے کیلئے ہم
شہید کا جو دوست ہے پیارا ہے نبی کا	تو آج سے مہمان ہے رسولِ عربی کا
مجھ پر حسن و جعفر و حمزہ کا ہے یہ پیار	جس طرح دم نزع لگانے ہوں پرستار
ارشاد علی ہے ملک الموت سے ہر بار	ہاں رفق و مدار کہ ہمارا ہے یہ غمخوار
زخمی ہے جدا کیجیو یوں روح بدن سے	جس طرح اوٹھاتا ہو کوئی پہول چہرے
اک سیدہ ہیں سبز ردا چہرہ پہ ڈالے	دو حورین ہیں لٹکی ہوئی چادر کو سنبھالے
چلاتی ہیں مہمان کو لگے ظلم کے بھالے	ہے ہے پس فرما طمہ کے چاہنے والے
شہید پر غربت میں ستم ہو گیا ہے	اک دوست بڑا تھا سودہ کو ہو گیا ہے
ارشاد کیا شہ نے کہ سب کو ہے ترا غم	یہ میرے بزرگ آئے ہیں لینے تجھے باہم
آتی ہے جو رونے کی صدا خیمہ سے نس دم	ناموس محمدین سپا ہے ترا ماتم

انحوال یہ ہے زینب آوارہ وطن کا	جو بہائی کے مرجانے سے عالم ہو بن کا
اشک آنکھوں سے چٹکا کے پکا لاوہ وقادار	صدقہ ہے یہ سب آپکا اے سید ابرار
نازان نہو کیون اپنے شرف پر یہ گنہگار	جس کے لئے روئین حرم احمد مختار
رب مرا فلک سے برتر ہوا آقا	مین ثانی سلمان وایا ذیہوا آقا
یہ ذکر تھا ظاہر جو ہوئے موت کے آثار	تن سر دہوار زد ہوئے پھول سے خسار
زم بند ہوا کھول دئے دیدہ خوشبار	مرا کر سوئے شہسوار ہوا وہ نکو کار
بس دیکھ کے دیدار امام ازلی کا	رخصت ہوا مہمان حسین ابن علی کا
لاش ابکی اوٹھا کر شہ دین ڈیوڑھی پہلائے	پردہ کے اودھرا ہل حرم پیٹتے آئے
اوسکے لئے سیدانوں نے اشک بہائے	حضرت کی غلامی میں بڑے مرتبے پائے
عقیقی بھی سنور جاتی ہے جب کام ہوا یا	لیون عشق میں مرجائے تو انجام ہوا یا

شہادت حضرت عبداللہ بن عمر وکلبی رضی اللہ عنہ

جب حضرت زبیر غریب شہادت نوش فرما چکے تو دونوں لشکر منتظر کھڑے تھے کہ دیکھیں اب کون میدان میں آتا ہے۔ ابوالموئد نے روایت کی ہے کہ ابن سعد کے لشکر سے دو مرد مرکبان کوہ پیکر ہامون نور پر سوار ہوئے میدان جنگ میں آئے اور گھوڑوں کو گدائے لگے۔ ایک نے کھاکہ میں ہون لیا رسولائے زیاد بن ابیہ۔ دوسرے نے نعرہ مارا کہ میں سالم مولا کے ابن زیاد ہوں جسکی اجل سر پر کیل رہی ہو اور اپنی عمر سے سیر ہو گیا ہو وہ ہم لوگوں کے سامنے آئے تاکہ نیرہ کی طعن اور مصمام خون آشام کی ضرب سے اوسے زمین کا پیوند کر دیں۔ یہ سنتے ہی جناب بریر بن حصیر اور حضرت حبیب بن مظاہر جبین ہوئے اور عرض کی کہ اے فرزند رسول پاک

حکم ہو تو ہم ان نابکاروں کی زبان گدھی کے پیچھے سے نکالنے کا سختی کاغز چکادین۔ شاہزادہ
کوئین جناب امام حسین نے فرمایا کہ آپ دونوں صاحب مہر فی فراک تو قوت کریں۔ میں اور آدمیوں
کو بھیجتا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر و کلبی نے
حاضر ہو کر التماس کی۔ مجھے اجازت ہو۔ حضور نے جواب کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ایک صاحب
گندم گون۔ سرودہ۔ قوی بازو۔ کشادہ سینہ۔ میرے سامنے کھڑے ہیں۔ قریشی عت اذکی
پیشانی سے ہویدا ہے۔ ارشاد ہوا کہ شوق سے سد ہار و بیشک۔ تم ان دونوں اشتیاق کا ڈھیر
کردو گے۔ جناب عبداللہ تسلیم سجالا کے پایادہ شمع آبدار ہاتھ میں لئے ہوئے اون دونوں
سواروں کے پیچ میں آکر کھڑے ہوئے۔ دونوں غلاموں نے حقارت کی نظر سے انہیں دیکھ کے
پوچھا۔ تو کون ہے۔ جواب دیا گیا میں نبی کلب میں سے ہوں اور عبداللہ میرا نام ہے۔ غلام بولے
تو جا۔ ہم تجھے نہیں پہچانتے۔ تجھے نہ لڑینگے اور حسین سے جا کے کہہ دے کہ زہیر بن قیس
(قنبر) یا بریر ہدانی کو ہمارے مقابل میں بھیجیں۔ حضرت عبداللہ نے للکار کے جواب دیا۔ اخی ناکس
مردود۔ غلامو۔ تمہارے ایسے مغز چلنے لگے ہیں کہ سردار ابن لشکر اور مبارزان دلاور سے ہمسری کا
دعویٰ کرتے ہو۔ خبردار۔ اب اگر ان لوگوں کے نام پاک میرے سامنے زبان سے نکالے تو
چھاتی پر چڑھ کے خون پی جاؤں گا۔ مردود۔ اپنی حیثیت تو دیکھو۔ تم پاجی غلام اور وہ ہمارے سردار
ہو کے تم سے لڑنے آمین گئے۔ لاجول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تمہیں تو میں ہی بس ہوں۔
یاد رکھنا کہ موت مارے جاؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگر یہ گرمی۔ یہ لوہ۔ یہ دھوپ کا ترپا تا
اور سب سے زیادہ بھوک پیاس کی مصیبت ہم لوگوں پر نہوتی تو ہم آزاد لوگ تم غلاموں سے لڑنا
نار سمجھتے اب کبھی ایسی گستاخی نہ کرنا اپنے کھوار مثل کا نام زبان پر لایا کرو۔ یسا کرو یہ سخت تہن
سکر تاب نہ رہی اور غصہ میں آکر زہرہ کا وار حضرت عبداللہ پر کیا۔ انہوں نے وار خالی دیکھے تلوار

اوسکی رانپر ماری۔ ایسا زخم کاری لگا کہ طرفۃ العین میں یسا تر پکڑ پکڑے سے تلے تھا۔ عبد اللہ بجلی کی طرح تر پکے اوسکی گردن پر نظر آئے چاہتے تھے کہ سترن سے جدا کر لیں کہ سالم تلوار کھینچ کے اونکی طرٹ لپکا۔ یکایک لشکر امام عالی مقام سے شورا اوٹھا۔ عبد اللہ ہوشیار سالم کی تلوار تھمارے سر پر بونچی۔ عبد اللہ نے کسی کی بھی نہ ٹھنی اور تلوار کی نوک یسا رکے سینہ پر رکھ کے زور جو کیا تو پشکے پارتی وہ لعین اوسی وقت مرغ بسمل کی طرح تر پکے ٹھنڈا ہو گیا۔ اب سالم کی تیغ بھی اونکے پاس پہنچ چکی تھی حضرت عبد اللہ نے اوسپر ہاتھ ڈال دیا اور کچھ بھی اندیشہ نہ کیا۔ اونگلیاں تو البتہ کٹ گئیں مگر یسا رکے سینہ سے اپنی تیغ برائے نکال کے سالم کی گردن پر جو دیتے ہیں تو اوس لعین کا سر گیند سا لڑکتا ہوا زمین پر دوڑ جا پڑا۔ یہ دیکھ کے ابن زیاد کے سب غلام اکبار کی حضرت عبد اللہ پر ٹوٹ پڑے۔ اوس بہادر جوان نے اون میں سے بھی ہتھوں کو جہنم رسید کیا اور بت سے مجروح کئے آخر کو شہید ہوئے۔

شہادت جناب بریر بن حصیر ہمدانی رضی اللہ عنہ

روایت ہے کہ حضرت بریر زہدیزرگوار اور پیر پاکیزہ روزگار تھے۔ امام عالی مقام سے اجازت لیکر میدان جنگ میں نشر یضی لائے۔ نظم بلیغ اور رجز فصیح میں اپنا نام و نسب بیان فرمایا۔ بولے اے مردود نابکارو تم نے دنیا بے دلی کے عشق میں اپنی آنکھوں پر ٹیکری کیوں رکھ لی کہ مسلمانوں اور نذرند رسول آخر الزمان کے خون بہانے پر مستعد ہو گئے ہو مرنیکے بعد خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ کچھ بہت رکتے ہو تو میرے سامنے آؤ۔ دیکھو۔ تمہاری بیکرداریوں کی سزا تم کو کیسی کیسی دیتا ہوں۔ پس جو کوئی قدم آگے بڑھاتا تھا اوسکا سترن سے جدا نظر آتا تھا۔ اسی طرح کئی نامی کامی دلاور دشمنوں کے اپنے جہنم واصل کئے۔ اوس بڑھاپے میں ایسا لڑے کہ فلک

دو اسیان اور مرغ خنجر گذارا انگشت بندگان رہ گیا۔ یہاں تک کہ فحالت اونکی تیغ زنی سے تنگ آ گئے۔ ابن سعد نے بڑی سنت و سماجت سے ترغیب و تحریص دیدے کے زید ابن معقل کو اون سے لڑنے بھیجا۔ اون سے آتے ہی کہا کہ اے بریر۔ ہم سب کا تیری نسبت یمکان ہے کہ تو گلہاوی پر ہے حضرت بریر نے جواب دیا کہ اسکا امتحان بھی کر لے۔ او۔ ہم تم مباہلہ کریں۔ زید راضی ہو گیا اور دونوں نے ملکر ہاتھ اٹھاے اور دعا کی۔ خدایا۔ ہم دونوں میں سے جو راہ راست پر ہو وہ گمراہ پر فتح پائے۔ یہ کہہ کر دونوں مستعد ہو گئے۔ ابن معقل نے تلوار کا ہاتھ جناب بریر پر دیا وہ خالی گیا اور شیر ہاتھ سے چوٹے کمن سے الگ جا پڑی پہر جناب بریر نے نعرہ تکبیر کے ساتھ ایک ہاتھ ابن معقل کے سر پر رکھا کہ سیدہ تک تلوار اتر گئی۔ اب دونوں فریق کا حال روز روشن کی طرح سب پر منکشف و مہویدا ہو گیا۔

زید کے قتل ہونیکے بعد حضرت بریر خدمت امام میں آئے۔ حضور نے اون سے فرمایا کہ تم قطعی بشتی ہو۔ وہ پیر پاک اعتقاد اس بشارت سے خوش ہو کر بہرن کو سدھارے۔ بحیر بن اوس ضبی نے اون میں شہید کیا۔

یہ حال مشاہدہ فرما کے جناب امام ہمام نے بہت تاسف کیا اور فرمایا ان بریرا من عباد اللہ الصالحین۔ یعنی بیشک بریر خدا کے نیک بندوں میں سے ہے۔

روایت ہے کہ عبد بن جابر قاتل بریر کا چچا زاد بہائی تھا۔ اون سے بحیر بن اوس سے کہا کہ افسوس تو نے بریر کو مار ڈالا بہت بڑا کیا۔ خدا کی قسم۔ وہ مقرب درگاہ اللہ اور خواص اہل المدین سے تھے۔ یہ سنگر بحیر نہایت پشیمان ہوا اور کفار کے لشکر سے نکل براگا۔ یکایک اسانوف ادسکے دلپر طاری ہوا کہ فریاد کرتے ہی کرتے جان سے جاتا رہا۔



شہادت جناب وہب بن عبد اللہ الکلبی رضی اللہ عنہ

حضرت وہب جوان زیر بار و - نیکو - چہرہ تابندہ مثل ماہ اور زلفین آپ کی مانند سنبل ترو شک
سیاہ تین - نقاش قدرت نے دھوسا کم فاحسن دھوسا کم کے قلم سے نقشہ آپ کا کینچا اور
فی احسن تقویم کی لوح پر آپ کی تصویر بنائی تھی - سب سے زیادہ رونیکا مقام یہ ہے کہ آج کے دن
آپ کی شادی پھر سن شہ دن گذرے تھے کہ یہ قیامت کا عشہ آگیا - حضرت وہب کی والدہ
ماجدہ عمر رضی اللہ عنہا اونکے پاس آئین اور فرمانے لگیں کہ اے چراغِ جسم و جان و اے گلِ
روح و روان میں ایک ساعت بھی بغیر تیرے نہیں جی سکتی -

چو سیدار گروم توئی در ضمیمہ

چو در خواب باشم توئی در خیال

مگر سوچنے کی بات ہے کہ جگر گوشہ مصطفیٰ اس دشتِ کربلا اور گردہ اشقیامین گرفتارِ جفا ہو گیا ہے
بٹیا - میں چاہتی ہوں کہ تیرے خون کا شربت بیون تاکہ میرا دودہ تہہ پر حلال ہو - یاد رکھو کہ اگر تجھے
پہلے دلبند فاطمہؑ دینا سے اڑھکیا تو ہرگز ہرگز اپنا دودہ تجھے نہ بخشو گی - پس اے جانِ مادر -
تو حسین سے اجازت جنگ لیکر جا اور اپنا سر اون کے قدموں پر نثار کر -

حضرت وہب نے عرض کی - اے والدہ ماجدہ - مجھے آپ کے حکم کی تعمیل میں کوئی حجت نہیں
بسر و چشم شاہزادہ دو جان پر زبان ہونیکو موجود ہوں مگر رہے یہی خیال آتا ہے کہ اوس نئی
نوبلی دامن کے دل پر کیا گذریگی جس نے اس غربت میں میرا دامن پکڑا ہے اور میرے بعد اس
مصیبت میں وہ کسکی ہو کے ہسکی اور کون اوسکی ڈھارس بندہ ہانگا اگر حکم ہو تو میں اوس سے
مہر معان کراؤں - مان نے جو ایدیا کہ اے جانِ مادر - اوسکے پاس جائیکی تو میں ممانعت نہیں کرتی
شوق سے جاؤ مگر عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں کین ایسا نہ کہ وہ اپنی فسوں سازی اور جیلہ
بازی سے تجھے اپنے فریب کے جال میں پھانس لے اور تو سعادتِ سرمدی اور دولتِ ابدی سے

محروم بھیجے۔ جناب وہب نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا آپ خاطر جمع رکھیں میں حسین کی محبت میں ایسا منحور ہوں کہ اسکا فریضہ مجھے اس قصد سے باز نہیں کر سکتا۔ پس حضرت وہب نے اپنی دولہن کے پاس آکے فرمایا۔ اے بانوئے دمساز اور اے مونسِ دلتوازیں آج ابنِ رسول خدا پر اس دشتِ بلا میں مصیبتِ آپڑی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اونکی حمایت میں اشیقا سے لڑ سکے اپنی جان قربان کروں تاکہ فردائے قیامت کو خدائے اُمی اور شفاعتِ رسالت پناہی سے محروم نہ ہوں۔ یہ سنکر نوحہ و سوس نے ایک آہ سرد دل پر درو سے کینچی اور بولی کہ اے یارِ غمگسار اور اے انیسِ روزگار۔ شوقی سے اپنی جان بندگانِ حسین پر قربان کر۔ اگر شریعت نے عورتوں کو بھی جنگ کی اجازت دی ہوتی تو میں ہی تمہارے ساتھ چلکے ان بیدیتوں سے لڑتی۔ بیشک آج کے دن جو حسین پر تار ہو جائیگا قیامت کے دن بڑے بڑے رتبے پائیگا۔ چلو ہم تم دونوں شاہراہِ عالم کی خدمت میں چلیں اور تم ان کے سامنے مجھ سے یہ اقرار کرو کہ بغیر میرے بہشت میں قدم نہ رکھو گے تو میں ہی اپنا مرتبہ میں بخش دوں گی۔ حضرت وہب بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے امامِ عالی مقام کے حضور میں حاضر ہوئے۔ عروس نے تضرع و زاری اور خرج و بیقراری کے ساتھ عرض کی۔ یا ابنِ رسول اللہ۔ میں نے سنا ہے کہ جو شہیدِ مہربان سے فرشِ زمین پر گرتا ہے اسے حوریں اپنی بغل میں اٹھا کر بہشت میں لیجاتی ہیں۔ یہ میرا شوہر ہی اپنا حضور کی نذر کیا چاہتا ہے اس کے بعد یرمان میں بے یار و مددگار ہو جاؤنگی اگر بہشت میں بھی حوروں نے مجھے اس سے محروم رکھا تو میں کہیں کی بھی نہ رہونگی مگر میرا خداوند انکی گواہی کے ساتھ مجھ سے یہ وعدہ کر لے کہ میں بغیر تیرے جنت میں نہ جاؤنگی تو میں اسے جنگ کی اجازت دیتی ہوں اور مہربانیاں کرتی ہوں ورنہ مجھے انکار ہے۔ آپ کے میری یہ درخواست ہے کہ اس کے بعد مجھے حرمِ محترم کی نوڈیون میں بہرتی کر لین۔ جناب امام اور انکے اصحاب علیہم السلام اس عورت کے اس کلام پر ڈیک مار کے روپڑی اور سامانِ حشر نظر آنے لگا۔

لوگوں نے جون توں خیمہ میں لیجا کے ڈالا۔ عروس نے شوہر کے سر کو زانو پر رکھ کے اشکوں سے منہ دھو کر شرمیلا کیا۔ یوسے نے دوست جو داغ میں پونجی اوٹھ بیٹھے اور فرمایا کیا حال ہے۔ رتی کی سی ہو
اوس دیکھاری غم کی ماری نے جو ایدیا۔ اسے آرام جان واسے انیس دل ناتوان۔

جہان غم فرسودہ دارم چون شالم آہ آہ	آہ درد آلود دارم چون نگریم زار زار
------------------------------------	------------------------------------

حضرت وہب اوس مصیبت زدہ کاسرانی بغل میں لیکر سمجھانے اور بہت بڑھانے لگے کہ
اتنے میں میدان جنگ کے صدا سے ہل من مبارز کان میں آئی۔ جناب وہب لپک کر گھوڑے
پر سوار ہو گئے اور الوداع الوداع کہتے ہوئے سدھارے۔ دولہن اونہیں دیکھتی تھی اور زار زار
رو کے یہ کہتی تھی۔

از پیش من آن ماہ جو تعجیل کسان رفت	دل نعرہ بردار و کہ جان رفت در وان رفت
------------------------------------	---------------------------------------

جناب وہب خیر بربان اور اژدہا کے دمانکی مانند تیغ آبدار و نیزہ جان خشکار ہاتھ میں لئے ہوئے
میدان کا زار میں داخل ہوئے اور نیزہ کی نوک سے اوس مبارز کو جو میدان جنگ میں تھا پشت
مکرب کے گر دیا۔ نام اوس کا حکم بن طفیل اور وہ بڑا شہسوار اور تجربہ کار تھا۔ آپ نے ایک ہی حملہ میں
زمین پر لائے ٹکڑے کر ڈالے۔ دونوں لشکروں سے ایک غل اوٹھا۔ اب کسی کی مجال نہ ہوئی
کہ آپ کا سامنا کرے۔ اس وقت حضرت وہب گھوڑے کو لٹکار کے لشکر دشمن کے قلب پر جا پڑے
اور دائیں بائیں حملہ کرنے لگے یہاں تک کہ لشکر خالف اوں کے جنگ کرنے سے تنگ آگیا۔ آخر ابن عبد
نے آواز دی اور تمام لشکر آپ پر ٹوٹ پڑا اور چاروں طرف سے ہاتھ بڑھنے شروع ہوئے۔ ناگاہ کسی کا
تیر آپ کے مرکب پر لگا اور وہ گرا۔ حضرت وہب پیادہ رہ گئے۔ دشمنوں نے موقع پا کر آپ کو زمین
پر گر لیا اور سر ہر ایک تن سے جدا کر دیا۔

والدہ ماجدہ آپ کی یہ ماجرا دیکھ کے دوڑیں اور سر کو اوٹھا کے کلیجہ سے لگایا اور فرمایا جان ما

اور اے تخت جگر - احسنت اب تیہ بری مان تجھے راضی ہوئی پھر اوس سر کو لا کے دو ٹمن کی گوبین
کر لے دیا۔ اوس چمپاری نے ایک چیچہ ماری اور اسی وقت سر دھو کے بیگئی۔

ایک روایت شیعہ میں یوں بھی آیا ہے کہ دو ٹمن فلک کی ستائی سر کو دیکھ کے میدان
میں چلی گئی اور شوہر کے خون میں لوٹنے کے خاک و خون اپنے منہ سے ٹٹنے لگی۔ شہر نے جو دیکھا تو
اپنے غلام کی طرٹ اشارہ کیا۔ اوس مردود نے عورت یسگناہ کا بھی ایک ہی ضرب میں کاٹا ماردیا
دوسری روایت یوں ہے کہ حضرت وہب کی مان نے بیٹے کا سر اٹھا کے اس زور سے
اونکے قاتل کے سینہ پر مارا کہ وہ اسی جگہ ٹڑپ کے رہ گیا پھر خیمہ کی چوب اٹھا کر کے فوج مخالف
کی طرف دھڑین اور تین آدمیوں کو مار ڈالا۔ جناب امام حسین نے بڑی مشکل سے آواز دیکے اونہیں
اپنے پاس بلالیا۔ اونہوں نے آ کے معذرت کی کہ اے فرزند رسول خدا۔ بیٹے اور بھوکے موتنے
مجھے کین کا نہ کر کیا معاف فرمائے۔ نور اللہ فرماتے ہیں کہ وہی زبان آہیں بہتی تھی اور کہتی تھی
واویلا۔ وہ زور جوانی میرا کیا ہوا اور نہ آج میں ان ظالموں کو بتا دیتی کہ اکلوتے بیٹے کی جوانی کو خاک
میں ملا دینا ایسا ہوتا ہے۔

شہادت حضرت عمرو بن خالد ازدی رضی اللہ عنہ

جناب عمر و بلند بالا و زیب القاتل تھے۔ بعد حضرت وہب کے مرکب تازی پر شہادۃ السج کے
میدان جنگ میں آئے اور شمشیر آتش بار سے خوب خوب جوہر موائگی ظاہر فرماتے سنان جان سنان
سے اوراق عمر دشمنان پر لگندہ کرتے اور ریزہ ریزہ ہوتے جاتے تھے الغرض بہتے فجار کو قتل کر کے
متوجہ ریاض جنت تھی من تحتھا اکانھا ہوئے۔

شہادت جناب خالد بن عمرو ازدی رضی اللہ عنہ

اونکے بعد اونکے صاحبزادہ حضرت خالد نے میدان کی طرف رخ کیا۔ وہاں کی خاک خون نامردان

سے نعل بختان کی طرح درختان ہو گئی اور صفحہ معرکہ تیغ آتش فشان سے خون فشان ہو گیا۔
آخرش اون کو بھی اہل انبی وعدوان نے ہر طرف سے گھیر لیا رکے حلقہ کوروانہ کیا۔ رُبا بھی

چون قطرہ نگرشتہ لہجان پیوست
فی الحال کہ جان داد بجانان پیوست

چون زورہ بنور شید درختان پیوست
جان بود میان و سے وجانان حایل

شہادت حضرت سعد بن حنظلہ مہمی رضی اللہ عنہ

جناب سعد آج تک کسی لڑائی سے پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ شمشیرِ حاتمہ کردارِ ہاتھ میں لئے
ہوئے میدانِ کارزار میں آئے عرصہ گاہ پہنچ کر کو خالی پا کے شیرِ غران کی طرح دھاڑے عینہ زمیں
کو خونِ اعداء سے گلزار کر دیا آخر بہت سی کوشش کے بعد شہید ہوئے۔

شہادت جناب عمرو بن عبد اللہ مدحی رضی اللہ عنہ

اونکے بعد حضرت عمرو بن عبد اللہ مدحی نے دریائے کشت و خون میں غوطہ مارا جدہر تیغ خون
آشام لیکر بھاگتے تھے اس وسیع زمین کا میدان دشمنوں پر تنگ ہو جاتا تھا۔ عاقبت الامر اون پر
بھی ایک جم غفیر نے زور کر کے کثرتِ تیرہ تیر سے روح پاک کو نشین خاک کے آشیانہِ انلاک
کی طرف روانہ کر دیا۔

شہادت حضرت حماد بن انس رضی اللہ عنہ

پھر جناب حماد نے آکے میدان میں اپنے اس بھارتیہ گورم غمان و جولان کرنا شروع کیا۔
سر ہائے دشمنان کو تن سے جد کر کے مثل گیند کے لڑکانے لگے۔ یہاں تک کہ بنائے صبر و قرار
دلِ اشعار سے مستہم ہو گئی اور لوگ الامان الامان پکارنے لگے جب کچھ بس نہ چلا تو وہی اپنے
بزولانہ ہتھکنڈے سے ایک شیر پر لا کھن آن کرے اور جناب حماد بال بختان و دل شادان
شہید و نین جا ملے۔

شہادت حضرت وقاص بن مالک رضی اللہ عنہ

اونکے بعد حضرت وقاص نے اپنے باپا کو تیر کیا اور پے درپے بارہ مردان کا رسی دشمنوں کے چن چن کے ناپید فرمائے کہ اتنے میں ایک خدا ناسناس نے بڑھکے آپ کو صفحہ رخاک پر گرا لیا اور تمگاہوں نے جسم پاک کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

ازنت بالو این سعادت کشید

جرعہ از جام شہادت چشید

شہادت جناب شریح بن عبیدہ رضی اللہ عنہ

بعد ازاں حضرت شریح میدان کی طرف متوجہ ہوئے۔ مرکب حینر گام۔ سمین نجام نے چپ و راست کی خاک اڑا کے ایک آندہ ہی کی کیفیت پیدا کر دی۔ اور شمشیر خارا خٹکانے خون اعداء سے سیلاب کی صورت ہوید کر دی۔ یکا یک گھوڑے کا پانوں پر پٹا۔ آپ زین پر گر پڑے اور فوج اشتیاء نے ہر طرف سے فراہم ہو کر جسم نازنین کو چور چور کر دیا۔

شہادت حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ

حضرت مسلم ایک مرد مردانہ اور شجاع لیکانہ ثابت راے اور لشکر آراے تھے جنگ آذربایجان میں کار ہائے عظیم سے مشرکون کا دم ناک میں کر چکے تھے اور کئی دفعہ قرآن مجید جناب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے پڑھا تھا۔ حضرت اسد اللہ الغالب اونکو ہمیشہ اپنا بھائی بتاتے تھے وہ جناب امام عالی مقام سے اجازت لیکر ماتند بہر چو شان اور عذر و نشان کے مخالفوں کے سامنے آئے اور جڑ پڑھی۔ اون میں سے ایک ظالم صف کے باہر آ کر کے اون سے لڑنے لگا۔ آپ نے اوسکے حملہ کو رو کر کے نیزہ پہاڑے راست میں مارا جسکی ٹوک جانب چپے گذر گئی۔ امام ہمام کے لشکر سے شور مکیا اور نعرہ صلوات بلند ہو کر آسمان تک پہونچا اور سارے لشکر اشتیاء کے سر نیچے نظر آئے۔ دوسرے ہمار نے بھی ابن سعد کے حکم سے آکے واقعہ مرگ چکھائیے سراسر بھی

آگے اپنے مردہ ساتھیوں میں جا ملا۔ القصہ یوں ہی ایک کے بعد دوسرا آتا تھا اور حضرت مسلم
 اور سب ملک الموت کی حراست میں سپرد کر دیتے تھے یہاں تک کہ متواتر اپنے پیچاس تاہی
 گرامی دلاور ابن سعد کے ترشح بیدار بن گئے اور نکلے بعد چپہ آدمی یا ہم نکلے جناب مسلم کے مقابلہ کو
 نکلے آئے اور نہیں ہی سید ہادونہ کو رو نہ کیا۔ جب یہ کیفیت دیکھی تو فوج مخالفت پر لرزہ طاری
 ہو گیا اور کسی کو ہمت نہ رہی کہ اکیلا بڑے ہوئے شیر کا مقابلہ کرے۔ ناچار ابن سعد نے کل لشکر
 کا دھاوا بول دیا۔ جناب مسلم بن عوف جو زخم کاری کہا کے زمین پر گرے۔ جناب امام حسین اور
 حضرت حبیب بن مظاہر فوراً دوڑ کے اونکے سر ہانٹے اکھڑے ہوئے۔ ایک رقی جان باقی پاکے
 جناب امام نے پکارا کہ اے مسلم۔ ایک گروہ تو ہمارے یاروں کا جنت کو سد ہارا۔ کچھ لوگ ابھی
 اور باقی ہیں اور نہیں بھی مرگ کا انتظار ہے۔ تم رنجیدہ نہ ہوتا۔ ہم بھی کوئی دم میں تمہارے پاس
 آے جاتے ہیں۔ سب نکلے نا تاجان کی خدمت میں چلین گے حضرت مسلم نے یہ آواز سن کے
 انگٹیں کھول دیں۔ مسکرا کر شاہزادہ کی طرف دیکھا اور عرض کی۔

اے خوش آن رہے کہ دروے چون تو ہم رہے بود

اور وقت حضرت حبیب ابن مظاہر پورے اے مسلم ابشر! بالجنة یعنی بشارت ہو تمہیں بہشت کی
 حضرت مسلم نے جواب دیا بشارك الله بالجنة یا حبیب یعنی اے حبیب ابن مظاہر خدا تمہیں
 بھی جنت دے۔ یہ سن کر حضرت حبیب نے رونا شرعی کیا اور فرمایا کہ ہاے افسوس۔ اے مسلم
 اگر مجھے خبر ہوتی کہ تمہارے بعد میں زندہ رہو گا تو تم سے وصیت کی درخواست کرتا۔ حضرت مسلم
 نے فرمایا کہ بہائی تمہارا رنج فصول ہے۔ میری وصیت بھی سنکو۔ لڑائی میں ان مردودوں کے
 آگے آگے ہرگز پیٹھ نہ موڑنا خبردار کوئی دقیقہ شجاعت و مردانگی کا باقی نہ رہ جائے اور حسین کو
 اپنے سامنے کھڑا کر کے اور دھمکا دھمکا کے ان ظالموں کے گلوں پر چھری پھیرنا یہاں تک کہ

شاہزادہ کوٹھن پر نشانہ ہوا و سپہ تمہارے جیتی ہوئے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ حضرت حبیب نے جو ابدیا۔ برب الکعبہ ایسا ہی کرونگا تمہاری وصیت بدل و جان میں نے منظور کی۔ حضرت مسلم نے اونہیں و عادی اور امام عالم مقام سے عرض کی کہ اب بن رسول اللہ میں خصمت ہوتا ہوں۔ حضور کے نانا جان اور والد بزرگوار کو آپ کی آمد آمد کی اطلاع کرونگا یہ کہہ کے آنکھیں بند کر لیں اور جنت کو سدھارے۔

روایت ہے کہ جس وقت حضرت مسلم بن عو سبہ اسدی شہید ہوئے تو ابن سعد کے لشکر میں اکثر لوگوں نے شور مچایا کہ وہ مارا اور بہت خوش ہوئے شیت بن ربیع نے جو اونہیں کے لشکر میں تھا اونہیں گالیاں دیں اور کہنے لگا کہ تم اس شخص کی موت پر اظہار شادمانی کرتے ہو جس نے جنگ آذربایجان میں مشرکوں کی صفیں درہم دبر ہم کر دیں اور کسی سے منہ نہ پیرا مجال نہ تھی کہ کوئی اس کا سا منکرے۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایسے شخص کے ضایع ہونے پر خوشی مناتے ہو۔ حیف صد حیف کہ شیت بن ربیع قتل مسلم پر تو اپنی فوج کو لعنت ملاست کرے اور شاد ہونے سے روکے مگر سبط ستودہ رسول اور فرزند پسندیدہ بتول کے قتل پر استین چڑھا ہے تیار ہو۔ افسوس اون لوگوں میں انصاف ہی نہ تھا۔

شہادت حضرت ابن مسلم بن عو سبہ اسدی رضی اللہ عنہ
نور الائمہ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت مسلم کے فرزند و بلند نے دیکھا کہ باپ نے شربت شہادت نوش فرمایا تو تلووار ہاتھ میں لی اور روتے ہوئے لڑتے چلے۔ جناب امام نے پکارا۔ اے فرزند۔ واپس چلا آ۔ میں تجھے لڑائی کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر خدا خواستہ تجھے آج آگہی تو مان تیری روتے روتے مرجائیگی۔ لڑکا غریب مجبور ہو کے چاہتا تھا کہ لوٹ آوے مگر ان کے فریاد مچائی اور کہا۔ بیٹا۔ اگر تو نے ایک قدم بھی پیچے رکھا تو عمر بہ تیری صورت نہ دیکھونگی اور

نہ کہی دودھ بخشو گی۔ اودھر ہی چلا جا۔ یہ ستمگر طرکامیدان جنگ ہی کی نذر بنا گا اور اسکی مان
بھی اوس کے پیچھے دوڑتی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ اے جان مار۔ اس دنیا کی تشنگی کی ذرا بھی
برواہ نہ کیجو۔ جان اپنی نرترساتی کوثر پر صدقہ کر دے۔ ابھی ابھی تو جام کوثر سے سیراب کر دیا
جائیگا۔ غرض کہ وہ شیر کا بچہ مثل ضعیف غضبناک میدان میں پہونچ گیا اور ایک ہی حملہ میں دشمنوں کے
یس آدمی مارے آخر کار خود بھی شہید ہوا۔ ظالموں نے اوسکا سر کاٹنے اوسکی مان کے آگے
پھینک دیا۔ اوس دل سوختہ نے پیارے بیٹے کا سر گود میں لے کے بہت گریہ و زاری کی۔

شہادت جناب ہلال بن نافع بجلی رضی اللہ عنہ

اب ہلال بن نافع رن کو جاتے ہیں۔ نام نامی اگرچہ آپکا ہلال ہے مگر جمال جہان آرا حضور کا
بدر کامل کو بھی شرماتا ہے۔ امین دنوں میں آپکی ہی شادی ہوئی ہے توڑے ہی دن کے
دولما ہیں۔ ہاے افسوس جسوقت آپنے عزم جنگ فرمایا دولہا نے دامن بکڑا اور رکھا۔
ہرگز ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ جیتے نہ پہرو گے۔ حضرت ہلال نے چین بچین ہو کر بیوی کو جبر کیا اور فرمایا
اے ناقص العقل۔ دور ہو۔ مجھے نجات کے راستہ سے روکتی ہے میں تیری ہرگز نہ ستونگا
اور دوسروں کے کبھی ہڈیاں نہ رہونگا۔ میں نے تو حسین کی خدمت کے لئے مکرچست باندھ لی ہے
جناب ہلال بیوی کو اپنے سے دور کرتے تھے اور وہ لپٹی جاتی تھی اور آپکو کسی طرح نہیں چھوڑتی
تھی۔ آخر شیعہ تقصیر جناب امام کے حضور میں پہونچا۔ آپ بھی بیوی کے ہی طرفدار بن گئے اور فرمایا
اے بھائی۔ اس نئی دولہا کا دل کباب نہ کرتیرے بعد یہ کسکی ہو کے رہیگی۔ ابھی اسنے
اپنے سہاگ کا کوئی پہل نہیں پایا ہے اور تو نے ولین مرغی شتان لی میں نہیں چاہتا کہ تم
دولوں اوٹھتی جوانی میں درد فراق کے صدمے سہو۔ حضرت ہلال نے عرض کی۔ اے
ابن رسول اللہ۔ مجھے آپ ہرگز یہ امید نہ رکھیں کہ آپکو اس مصیبت جانکاہ میں چھوڑ کے

عشق بازی اور عشرت سازی میں مصروف رہو لگا۔ بہلا آپ ہی فرمایا کہ اس حالت میں قیامت کے دن آپ کے نانا جان سے مجھے کچھ امید ہو سکتی ہے۔ اگر وہ مجھ سے شکایت کریں تو پھر میں کیا جواب دوں گا۔ حضور کو مجھے اجازت دینی پڑی گی اور میں کسی طرح اس عورت کی نہ مانوں گا اسے بکنے دیکھے رو دو ہو کے چپ ہو رہیگی۔

پس جناب امام ہی مجبور ہوئے اور حضرت ہلال نے خود فولادی سر پر رکھ کے اور سپر دُور مانند جرم دست منور میں لیکے ترکش تیروں سے بہرا ہوا کمر سے باندھا اور تیغ یا فی جو ہر دار عاصم آٹا جھیل کی۔ بدر ساطع اور برق لامع کو نہ راتے ہوئے میدان جنگ میں آکے چکا چونکہ ڈال دی اور رجز نصیحا نہ بیان فرما کے اپنا نہ مقابل طلب کیا۔ لشکر شام سے تیس اونکے سامنے آیا ابھی وہ پاس ہی نہ آئے پایا تھا کہ جناب ہلال تیر کمان میں لگانا نہ تاک کے جو چوڑتے ہیں تو او کی سپر چیمہ تا ہوا سینہ سے پار ہو گیا۔ پشت سے نکلنے پیچھے جاگرا اور سوتا راو کی زمین میں بیوست ہو گئی۔ لشکر ابن سعد حضرت ہلال کے ہاتھ کے اس زور پر کانپ گیا۔ کسی دوسرے کو جرات نہوئی کہ سامنے آے۔ حضرت ہلال نے ادن دنیا طلبیوں کی یہ بزدلی دیکھ کر مخالف کے قلب پر حملہ کیا۔ ہر ہر تیر نے اونکے ایک ایک امیر کو اور ہر ہر خدنگ نے ایک ایک خدنگ کو بھیاں کر دیا۔ روایت ہے کہ اتنی تیر آپ کے پاس تھے کوئی خالی نہیں گیا ادن سے اشی ہی اوجی آپ نے مارے۔ جب تیر تمام ہوئے تو شمشیر برائے باری آئی۔ جو وقت وہ ناگن میان سے باہر آئی ہے تو دشمنوں کے سر اند ہی کے آمون کی طرح زمین پر گرنے لگے اور تلاطم عظیم برپا ہو گیا۔ اتنے میں طارح جان پاک نے ستادی غیب سے صدائے ”اس جعی الیٰ ما بک“ جو سستی آوازیں نا دخلی فی عبادہ کی طرف توجہ کی اور جناب ہلال شہید ہو گئے۔



شہادت حضرت عبدالعزیز بن رضی اللہ عنہ

اوسکے بعد جناب عبدالعزیز بن میدان میں آئے اور اٹھائیس سیدینوں کو تہ تیغ فرما کے خود بھی

اعلیٰ علیین کو سدھارے۔

شہادت یحییٰ بن سلیم المازنی رضی اللہ عنہ

حضرت یحییٰ مرد پسندیدہ اور شجاع کا رویدہ تھے۔ بڑھ بڑھ کے لشکرِ اشقیاء پر وار کرتے تھے

اور دُعا بھی دیتے تھے لِلّٰہِ سَابِغَاتُ الْعَالَمِیْنَ۔ کہتے جاتے تھے۔ دم بہر میں لشکرِ مخالف کے میمنہ کو

زیرِ درز کر دیا پھر آتشِ جنگ میسرہ میں جا لگائی آخر الامر شہید ہو کے دارالسلام میں جا پہنچے۔

شہادت حضرت عبدالرحمن بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن عروہ جز پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور فرمایا

میں تیس آدمی دشمنوں کے قتل کے لئے ناگاہ کسی کا تیر پیشانی مبارک پر لگا۔ آپ نے اوسے تو

نکال کے پھینک دیا اور اوسی حالت میں بارہ آدمی اور مار کے شہید ہوئے۔

شہادت حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ

اب جناب مالک بن انس جناب امام عالمِ مقام سے اجازت لے کے ابنِ سعد کے سامنے

آکھڑے ہوئے اور فرمایا اے عمرو اگر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو تو کہ تجھ سے

کسی زمانہ میں ایسا نامعقول کام بن پڑیگا تو میرے پیدا ہوتے ہی تیری گردن ٹوڑ دیتے۔

یہ روئے سیاہ تجھے نصیب نہوتا اور جہان تیرے وجودِ ناپاک سے پاک ہو جاتا لیکن سعدیہ بات

سننے نخلِ وِثْقَل ہو اور پکلا۔ کوئی ہے جو اس شخص کو گستاخی کی سزا دے۔ ایک آدمی

اودھر سے نکلا اور جناب مالک نے اوسے قتل کر کے دروازہ موت کا قحطِ الفون کے لئے کہو لیا

اور اہلِ شام کی صبحِ اقبال کو ظلمتِ ادبار سے تاریک کر کے جنت کا راستہ لیا۔

شہادت حضرت عمرو بن مطلق الجعفی رضی اللہ عنہ

اونکے بعد حضرت عمرو بن مطلق زبان فصیح اور بیان ملیح سے رجز پڑھتے ہوئے میدانِ نبو میں تشریف لائے جس طرف تیغ اڑ رہا پیکر لیکر جبک پڑتے تھے آدمی کا نشان تک نہیں رہتا تھا یہاں تک اپنے کوشش کی کہ دشمنوں کو چاروں طرف ملک الموت کی صورت نظر آنے لگی آخر شربتِ شہادت پر فانیض ہو کے اپنے یارانِ گذشتہ سے جا ملے۔

شہادت جناب قیس بن مہبہ رضی اللہ عنہ

روایت ہے کہ حضرت قیس بن مہبہ شیر خکاری اور پلنگ کو ہساری کی طرح یہ رجز پڑھتے ہوئے لشکرِ اعدا کے سامنے پہنچے۔

کیوان تر سردار و گیسر
گرد و بخم کت را سیرم
یا کے نبود اگر بمیرم
در خلد برین بود سیرم

من قیس مہبہ ام کہ در جنگ
گر رستم زال زندہ گردو
دردوستی حسین و آتش
امروز شوم شہید فردا

کمان کین بازوے باتمکین مین ڈالے اور کند گیر و دار تر اک مین لگائے بازوے توانا کی قوت سے میدان کی خاک کو دشمنوں کے خون سے لالہ زار کر دیا۔ پھر میرہ لشکر سے ایک کوئی سردار دن سے لڑنے نکلا اور تاب مقابلہ اپنے مین نہ پا کے سامنے سے ہٹا گا حضرت قیس بھی اوسکے پیچھے صوا کی طرف چلے۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ بہت سے سوارانکے پیچھے جائیں سوارا بھی روانہ بھی نہ ہونے تھے کہ جناب قیس نے اپنے دشمن کو جالیا چاہتے تھے کہ تیرہ لگائیں اتنے مین سوار بھی جا پہنچے اور پیچھے سے زخم لگانے شروع کئے اور شہید کر ڈالا۔ وہ سردار کوئی صحیح و سلامت اپنی جگہ آگیا۔

شہادت جناب ہاشم بن عتبہ بن وقاص اور حضرت فضل

بن علی اور اون کے ہمراہیوں کی رضی اللہ عنہم اجمعین

اس وقت ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ جناب امام ہمام کے دائیں ہاتھ کی طرف سے ایک سوار استپاڑی
نزا پر بیٹھا ہوا گنگا جمنی برگستوان اوپر ڈالے باؤتیز رنار کی طرح چلا آتا ہے سبز خشتان چہرہ
مریخ کی مانند درخشان ہے اور ایک خود افسر کیوں سے بھی عمدہ سر پر ہے شمشیر پانی زہریلا
بکھی حائل کئے ہوئے اور نیزہ مار اترقم سے زیادہ ہیبت ناک ہاتھ میں لئے تھا۔ کمان کیانی
بازو میں ڈالے مثل شیر تریان اور اردہاے آتش فشان دشمنوں کے پرے کے سامنے چاک
لٹکا رکھ اے لعینو۔ اگر تم نہ جانتے ہو تو جان لو اور تم نے نہ سنا ہو تو خوب کان کو لکے سٹلو اور
جو نہ دیکھا ہو تو دیکھ لو کہ میں تمہارے روسیاد سپہ سالار یعنی ابن سعد نایکار کا چچا زاد بھائی
ہاشم بن عتبہ بن وقاص ہوں۔ یہ کہہ کے پھر لشکر حسین کی طرف مخاطب ہوا اور بولا السلام علیک
یا بن رسول اللہ۔ ملاحظہ ہو کہ میرے حقیقی چچا کا بیٹا ابن سعد آپ کے قتل پر استین چڑھا ہے
سامنے کھڑا ہے اور میں آپ کی خاک پا پر سر تریان کئے دیتا ہوں۔ آپ پر روشن ہے کہ جنگ
صفین میں میں نے اپنے چچا کے ساتھ بڑے بڑے کار نمایان کئے تھے۔ اس وقت مجھے
اجازت حرب مرحمت ہو۔

پس شانہ اودہ کونین سے اجازت لے کے حضرت ہاشم پکارے۔ اے فوج اشیاء میں تم میں
کسی کونین چاہتا۔ یہ کہہ چچا کے نام کو دہا لگانے والے ابن سعد کو میرے سامنے بھیجو۔ ہم
دونوں گہری گہر کے آپس میں فیصلہ کر لیں گے۔ ابن سعد نے ہاشم کے جگر خراش طعنے چوستے
تو اوزنے لگا کیونکہ وہ ہاشم کی لڑائیاں سن چکا تھا اور اونکی دلیری و مردانگی سے خوب واقف تھا

پس مٹھ چھا گیا اور اپنے لشکر کی طرف متوجہ ہو کے بولا کہ یہ میرا بہائی ہے میں اس کے سامنے جانا مناسب نہیں سمجھتا تم میں سے کون ہے جو مجھے اس کے ہاتھ سے رہائی دے۔

آخر سمعان بن مقاتل حاکم حلب ان کے سامنے آیا جسے یزید نے دمشق سے ہزار سواروں کے ساتھ ابن زیاد کی مدد کو بھیجا تھا۔ مرد کار دیدہ اور سردور کم زمانہ چشیدہ تھا وہ کہنے لگا کہ اے بزرگ زادہ عرب۔ تیرے بہائی ابن سعد کو ابن زیاد نے ملک سے اور طبرستان دیدیا ہے اور حسین کے پاس نہ ملک ہے نہ مال تجھے اون سے کیا ملے گا تو بھی اپنے بہائی سے آمل تاکہ تیری قسمت بھی اوج موج پر آجائے۔ ہاشم نے جواب دیا اے کینہہ ناکس۔ اس دو تین دن کی فانی زندگی کا کیا اعتبار ہے نہ دنیا والوں کے دولت و اقبال کو ثبات و قرار ہے۔

گفتم بکے کہ چیت دولت گفتا	روزے دوسرے دو باشند باقی ہمت
---------------------------	------------------------------

اے سمعان دیدہ انصاف کہو لگے دیکھ اور ہمت کی باقی رہنے والی نعمتوں کی طرف نظر کر کے اس مردار دنیا سے رگدڑ کو کتوں کے کمانے سے بچ رہی ہے اور فرزند مصطفیٰ و نور دیدہ مرتضیٰ کی خدمت میں آجائے کہ دولت و رضا اُمی اور سعادت نامتناہی حاصل ہو۔ سمعان کی سمجھ میں یہ باتیں بھلا کب سماں میں۔ بولا۔ اے ہاشم۔ تجھے نہ اپنے چچا زاد بہائی سے شرم آتی ہے نہ ابن زیاد کا ڈر ہے باپ کے نام اور قبیلہ کی ناموس میں دہبا لگانا ہے اسے لگائے۔ تو ایک ہی خیال پر مغرور اور روش عقل و معاش سے دور ہے۔ ہاشم نے جواب دیا۔ نفرین ہے ابن زیاد پر جس نے میرے بہائی کو جال میں پھانس کے دین کو دنیا کے عوض بکوا دیا۔ میں عالی ہمت ہوں۔ دنیا کو آخر سے بدے لیتا ہوں معیوب فانی کو دیکے مرغوب باقی خریدتا ہوں۔ تم لوگوں کو جاہ فانی پر ناز ہے جو جلد ہی سے گزر جائیگا بعد اوس کے عذاب الیم اور عقاب عظیم میں گرفتار ہو کے سر پٹھو اور دانت پیسو گے۔ سمعان بھی اس کے جواب میں کچھ کہتا چاہتا تھا

مگر حضرت ہاشمؑ پر ہم کے بولے کہ اے ناستودہ اطوار۔ توڑنے آیا ہے یا بحث کرنے۔
 خبردار ہو۔ تیرے جاہ و شتم کو تو اسی وقت میں مٹی میں ملا کے دیتا ہوں اور انشا اللہ تیرے
 مایہ ناز و زید و این زیاد و ابن سعد وغیرہ بھی چند ہی عرصہ میں اپنے کئے کو پہنچیں گے۔ یہ فرما
 گھوڑے کو لٹکارا۔ دونوں کے نیزے باہم لٹگئے ہاشم نے نیزہ کو تو پسینکدیا اور تلوار سنبھالی
 اس وقت میں سمعان جلیبی نے اپنا نیزہ ہاشم کے سینہ کی طرف راست کر لیا تھا کہ حضرت ہاشم
 نے پشت نشین اور اسکے نیزہ پر ماری۔ وہ اُسکے ہاتھ سے چوٹکے دوڑ جا پڑا۔ سمعان چاہتا
 تھا کہ تلوار کھینچے لیکن ہاشم نے اسے مہلت نہ دی اور ایک ہاتھ صفائی کا اس کے سر پر ایسا دیا
 کہ صمغ خون آشام نے خانہ زین تک دو ٹکڑے کر دئے ایک گھوڑے کے اوپر اور ایک اوپر
 لکڑی کے حصوں کی طرح آن رہا۔ سپاہ امام دین پناہ سے غفلت بکسیر کا بند بھوجا جناب ہاشم
 ابن سعد کے سامنے جا کے پکارے۔ اے میرے چچا زاد بہائی۔ آج کے دن میں خدا کی عجب
 و غریب قدرتیں مشاہدہ کر رہا ہوں تو یہی اون پر غور کر لے یعنی جنگ اُحد کے دن عرم کرم حضرت سعد
 بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تیرے والد بزرگوار تھے جناب رسالت آب پر جان نذا کر رہے تھے
 و شمعون کو بڑے بڑے تیر لگاتے تھے اور آنحضرت صلم کے پاس تک اونکو نہیں پٹکنے دیتے تھے
 حضور نے جناب چچا صاحب کی یہ جان نشاری اور خیر خواہی معائنہ فرما کے اونمیں دعادی اور شہر
 بخت فرمایا۔ میرے باپ عقبہ بن ابی وقاص نے اوسدن پھر لب و دندان رسول اللہ پر مارا جس
 چہرہ مبارک مجروح ہوا اور فانت ٹوٹ گئے آنحضرت صلم نے اوس کے لئے بد دعا کی۔ آج ایسے
 متبرک باپ کا بیٹا دشمنوں کے ساتھ ملا ہوا فرزند رسول اللہ کی جان لینے کی فکر میں ہے اور
 کافر کا بیٹا اہلبیت رسول پر جان نذا کرنے کو تیار ہو۔ آج جُحُجُحُ اُحُیُّ مِنَ الْمِیْتِ وَجُحُجُحُ الْمِیْتِ مِنَ الْحَیِّ
 کے معنی میری سمجھ میں بخوبی آگئے۔ اوسدن زبان معجز نشان سید عالمیان کی تیرے باپ پر

ہاتھوں میں لی لیں اور زرد لون کی طرح دور سے تیر پھینکنے لگے۔ دو ہزار تیر ایک ساتھ تین دن تک بہو کے پیاسے پر آتے تھے اور جناب فضل کے وہی دم خم تھے ذرا نہ گہرا تے تھے۔ جد ہر جبک پڑے استقبار کے پرے کافی کی طرح بیٹ جاتے تھے مگر حق سبحانہ تعالیٰ کو اس اڑالی کا جو نتیجہ کرنا منظور تھا وہ تو ہو کر رہتا اور نہ ان جہنجلما سے ہوئے شیر دن نے اپنی سی کرنے میں تو ذرا کسر نہ رکھی۔ خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے کہ جناب فضل کا گھوڑا بگڑ گیا اور آپ پیادہ رہ گئے۔ قوم تمھارے چاروں طرف سے گھیر لیا عاقبت الامر اپنے دنیا کی سراسر بے اعتبار سے عقبی کے دارالقرار کا راستہ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جناب امام عالی مقام کے بھائیوں میں۔ سے پچھلے پچھلے جناب فضل ہی نے شریعت شہادت چکھا اور شہنشاہ اور سوختہ جگر سائی کو ٹرکے پاس پہونچے جب لشکر ابن سعد نے ان دسوں دلاوروں کو شہید کر لیا تو نعمان ابن مقارن کی مدد کو چلے آئے ہزار سواروں کے ساتھ حضرت ہاشم کو گھیر رکھا تھا۔ جناب ہاشم نے بیکوٹنگ کر دیا تھا اور پیادہ و سوار کی جانیں پے درپے جا رہی تھیں۔ جد ہر گھوڑے کی باگ موڑ دیتے تھے بوئے مرگ اعداء کے دماغوں میں بھر جاتی تھی اور ہاتھ پیر ہو لکے بیکار ہو جاتے تھے۔ جطرن حکم کرتے مخالفوں کے سینہ دہر کے موت کی صورت تنکنے لگتے تھے۔ نعمان ہر وقت سپاہ کو لٹکارتا تھا کہ کوشش بلیغ عمل میں لاؤ اور میرے بھائی کا عوض لو اسی حالت میں ہاشم لپکے اور جاتے ہی نعمان کی دوائی کمر پکڑ کر خانہ زین سے اٹھکا کے زمین پر دے پٹکا کہ ہڈیاں تک چورا ہو گئیں۔ مرغ روح قالب شوم سے پرواز کر گیا۔ پھر علمدار کو بھی ضرب تیغ سے نعمان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ علمدار کا زمین پر گرنے کا نظریا۔ نعمان کی سپاہ نے جیب اپنے سردار کو مردہ اور علم کو زمین پر دیکھا بہاگ نکلی اور نعرۃ الحمد را محمد را محمد آسمان تک پہونچایا ابن سعد نے جو یہ حالت دیکھی تو اپنا لشکر لیکے دوڑا اور زاریوں کو راہ سے ہی لوٹا لایا۔ پس تین چار ہزار آدمی جناب ہاشم کے گرد مجتمع ہو گئے

آپ نے زخم بے انتہا کھائے تھے۔ تمکن سے چور اور پیاس سے مجبور بہر کے ایک حملہ دیرانہ کے بعد شربت شہادت پیکے خلعت سعادت ابدی پہنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہادت جناب حبیب ابن مٹاہر رضی اللہ عنہ

حضرت حبیب مرد با جمال و کمال اور پیر کمرن سال تھے۔ قرآن مجید کے حافظ بے بدل اور حدیث شریفی کے عالم با عمل تھے۔ شام سے کلام المدثر شروع کرتے اور فجر کی نماز کے بعد صبح ہوتے ہی ختم کر لیتے تھے۔ جناب ختم المرسلین کی صحبت سے مشرق اور خاص ائمین کی زبان سے سنکے حدیث و قرآن یاد کیا تھا۔ جناب علی مرتضیٰ او کو بہت معزز و کرم سمجھتے تھے جس وقت حضرت حبیب نے جناب امام عالی مقام سے آ کے اجازت حرب طلب کی تو آپ نے ایک ایسی درودنا چیخ ماری کہ سننے والوں کے کلیجے ہل گئے اور فرمایا اے حبیب۔ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو۔ میں تم کو اپنے نانا جان اور پد بزرگوار کی یادگار جانتا ہوں اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ علاوہ برین تم بڑے ہوتے جہاد کی تکلیف سنا ہے۔ جناب حبیب نے جواب دیا۔ اے سید و سرور۔ بڑھوں ہی کو اڑنے کی گھاتیں خوب معلوم ہوتی ہیں۔ تجربہ انکا و قاتل حرب و ضرب کا ماہر اور حقائق جنگ سے آشنا ہوتا ہے۔ میری خواہش یہی ہے کہ قیامت کے دن آپ کے جان تشارون کے ساتھ میرا خسر ہو جناب امام منہ ڈھانک کے بہت روئے او چار و ناچار انہیں اجازت دی۔ جناب حبیب میدان میں آئے اور یوں فرمایا۔

حبیب منٹا ہر منم مرد	برائگی سنم از آتش و آب گرد
سرے دارم از دوستان پُر و نا	دے دارم از دشمنان پُر و نادر

جناب حبیب نے ایسی سخت جنگ کی کہ لشکر شام و تگ رگیا۔ ناگاہ بنی تمیم میں سے کسی نے تلوار انکے منہ پر ماری وہ گر پڑے۔ چاہتے تھے کہ اوٹیں لیکن حمین بن نمیر نے سر پر دوسری

ضرب لگائی۔ اوسکے ساتھ ہی آپنے آواز دی یا ابن رسول السدوڑ وادراپنا جمال جہان آرا مجھ
 دکھا دو۔ یہ عاشق نرا آپکا آپسے جدا ہوتا ہے جناب حسین سنتے ہی اسطرح دوڑے جیسے شمع
 کی طرٹ پر دانہ جاتا ہے جب پاس پہونچے ہیں تو حضرت حبیبے آنکھیں کھولیں اور عرض کی۔

پیرانہ کسٹیدم سرور رہ سگانت	موتے سفید کردم ہاروب آستان
صل تو جان ومن ہم دارم پیدہ جانے	حرفے بگو کہ بادا جانم فداے جانت

اے شاہزادہ دو عالم۔ اپنے نانا صاحب اور ابا جان سے جو کچھ کہنا ہو مجھ سے کہہ دیجئے جناب
 امام نے اوکو بشارت برشت دی اور وہ پیر پاک ضمیر اس فخر وہ دلپذیر کو سنتے ہی آخرت کو سفر فرما گئے

پیری میں جو دکھلائی جو انون کی شجاعت	تھرانے لگے عضو بدن گشتگی طاقت
دم چڑھ گیا گرمی سے۔ ہوئی پیاس کی شدت	دل سے کہا اب عالم فانی سے ہے نصرت
کتے تھے تن و جان غمہ و لیکر کے حدتے	ہر زخم پہ نعرہ تھا کہ شہید کے صدقے

چھاتی ہی چینی تیر دن سے اور فرق دو پارا	رگ رگ جو کٹی پھر نہ رہا ضبط کا یارا
شیرازہ اجڑاے بدن کھل گیا سارا	گرتے ہوئے گھوڑے سے یہ آقا کو پکارا
یان آپکا آتا مری بخشش کی سند ہے	اے شیر آہی کے پس وقت مدد ہے

ناگاہ صغین چیر کے آئے غمہ ویشان	دیکھا کہ وہ مظلوم کوئی دم کا ہے ممان
لاشہ سے لپٹ کر یہ پکارے بصد افتان	اے دوست مرے حیری مجھ کے مین قربان

دکھلا دو مجھے زخم کھان کماہیں بہائی	چھاتی سے لپٹ جاؤ کہ ہم آہیں بہائی
اس عالم پیری میں نہ منہ جنگ سے موڑا	کس طرح نہ روؤں تیرا احسان ہے تھوڑا
میں نے تو نے زن و فرزند کو چھوڑا	فرقت نے تیری۔ آہ۔ کر کو مری توڑا

تہا کوئی لاکھوں سے لڑائی نہیں کرتا	وہ تو نے کیا مجھ سے کہ بہائی نہیں کرتا
------------------------------------	--

آقا کی خدا سنکے او سے ہوش جو آیا جب	گردن کے تلے زانو سے شپیر کو پایا
انگوٹوں سے کھپ پائے مبارک کو لگایا	اکبر کی طرف جوڑ کے ہاتھوں کو سنایا
کچھ اپنے نکھواریہ احسان نہیں کرتے	حضرت پہ اٹھا کے مجھے زبانِ نبین کرتے
للمد۔ مرے واسطے آنسو نہ بھاد	شہزادہ عالم مرے کام اس گھڑی آؤ
محبوب خدا سے ہیں خادم کو اوٹھاؤ	حیدر یہ کھڑے ہیں مجھے قدموں پہ گراؤ
بوئے حسن سبز قبا آتی ہے مجھ کو	فریاد کی زہر کی صدا آتی ہے مجھ کو
یہ کہتے ہی بس گلشنِ دنیا سے سد ہارے	لٹکی رہی ہونٹوں پہ زبانِ پیاس کے مارے
بازو کو ہلا کر شہِ مظلوم پکارے	چوڑا ہمیں اسے یار و قادر ہمارے
ہم رہ گئے تم سے دغا کر گئے بہائی	صدقہ ابھی ہوتے تھے ابھی مر گئے بھائی
ہے ہے مرے عاشق۔ مرے شیدا مرے یادور	ہے ہے مرے سلمان۔ مرے مقدار و ابا زور
ہے ہے مرے رستم مرے فیضِ عمر و صفدر	ہے ہے مرے عمار۔ مرے مالکِ اشتہر
تازیت ترے ہمیر میں فریاد کرونگا	خنجر کے تلے ہی میں تجھے یاد کرونگا
پھر لاشِ درخیمہ پہ لائے شہِ عالم	سر پہیٹ کے فرمایا کہ اسے زینب پر غم
میدان میں حبیب ابن مظاہر ہوئے بیدم	ماٹم کر دیس کا پچھا کر صفتِ ماتم
یاں رو نکواو کے زن و فرزند نہیں ہیں	مظلوم ساز کے اگر ہیں تو ہمیں ہیں
روایت ہے کہ بدیل بن حریم نے جناب حبیب کو شہید کر کے سر مبارک اپنے پاس محفوظ رکھا۔	
چوڑا تھا جب یہ لڑائی ختم ہو گئی تو سرِ مٹھر کو اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹکا کے بدیل مکہ	
پہونچا۔ وہاں اوسکا ایک دوست حضرت حبیب کا جانی دشمن تھا بدیل چاہتا تھا کہ سر اوسکی	
نذر کرے۔ قضا را جناب حبیب کے صاحبزادہ مکہ کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ بدیل پہونچا۔ اوتھوں	

میریافت کیا یہ سرکسا ہے۔ بدیل نہیں جانتا تھا کہ یہ مرحوم کے خلف الصدق ہیں بے ساختہ
 جو اب دیکھا کہ حبیب ابن مظاہر کا معرکہ کر بلا میں انہیں قتل کر کے سر کو بطور تحفہ اپنے فلان دوست
 کے لئے لایا ہوں۔ صاحبزادہ کے دل سے بے اختیار ایک دہوان اوٹھا جالانکہ نابالغ
 تھے فوراً ایک بہاری پتھر زمین سے اوٹھا کے بدیل کے سر پر مارا کہ بیجا اور کانکل پڑا اور وہ
 گموٹے سے نیچے آن رہا صاحبزادہ نے سر پا پکا گموٹے کے گلے سے کمولا اور
 گورستان معلیٰ میں دفن کر دیا۔ اب تک وہ مزار اس العجیب کے نام سے مشہور ہے۔
 شہادت حضرت حرہ (حریر) غلام آزاد جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
 جناب حریر اگرچہ حبشی غلام تھے مگر دل اونکا مہر و ماہ سے زیادہ روشن تھا۔ میدان جنگ
 میں پیادہ پالیون فرماتے ہوئے آئے۔

بیس خصم کھجیان شود از ضرب حسام
 بستودہ شاہ نام اگر چند غلام
 و امروزی آید بشہادت ہمہ کام

چون من سوے میدان شجاعت بزم
 بگزیدہ مردانم اگر چند سیاہم
 فردا بود آسان بشفاعت ہمہ کارم

مردانہ حملے کئے اور بہادری قتال عمل میں لائے آخر شہید ہوئے حیات جاودانی پائی۔

شہادت حضرت زبیر بن مہاجر جعفی رضی اللہ عنہ

اونکے بعد جناب زبیر نے میدان مبارزت میں قدم رکھا اور محاربہ و مقاتلہ میں داو مردی و
 مردانگی دی آخر الام حیات مستعار کے لباس سے عاری ہو کر جامہ خانہ عنایت حضرت باری
 میں داخل ہوئے۔

شہادت جناب انیس بن معقل صحبی رضی اللہ عنہ

حضرت انیس نے محاربہ میں آنکے جوے خون بہا دی۔ دشمن الامان اور انھار پکارتے تھے

آپ مدح حسین اور اپنی قوم کے مناقب بیان کرتے جاتے تھے اور اعداء کے گلوں پر چہری پھیرتے جاتے تھے آخرش روح مقدس تنگنا سے جسمانی سے نفاسے ریاض روحانی کی طرت پر وارز کر گئی۔

شہادت جناب عابس بن شیبث الیشاکرمی اور اون کے غلام کی رضی اللہ عنہما

ایہا الیہین جاتے وقت حضرت عابس نے اپنے غلام جناب شوزبے کو چاہا۔ بولو۔ تم کیا چاہتے ہو۔ اونہون نے عرض کی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہمراہ چلوں۔ اور ان مردودوں کو بڑھ بڑھ کے قتل کروں۔ جناب عابس نے فرمایا کہ مجھ اور آفرین سے تمہاری ہمت اور وفاداری پر۔ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ یاد رکھو۔ آج کے دن خداوند کریم حسینؑ کو عظیم دیگا۔ آج جو کچھ تمہیں کرنا ہے اسکی خوشنودی کے کام کر لوکل کوئی عمل ہم سے نہو سکے گا۔ جناب شوزبے نے جواب دیا۔ اے میرے بلند ہمت خواجہ۔ آپ بیچ فرماتے ہیں یہ وقت فرصت کا بہاری عمر میں غنیمت ہے چلو جو کچھ ہو سکے کر لیں۔ پس دونوں بالاتفاق امام عالی جاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عابس نے دست بستہ ہو کر عرض کی۔ اے ابا عبد اللہ۔ میں دنیا میں آپ سے زیادہ کسی کو عزیز نہیں رکھتا ہوں آج تک کوئی خدمت مجھ سے حضور کی نہو سکی پس نجاست سے دل پاش پاش ہے۔ چاہتا ہوں کہ آج موقع ہے حضور پر نشان ہو جاؤں اور پہرہ بیکار صورت اچکوند و کلاؤں۔

چکو نہ سز نجالت بر آدم برد دست	کہ خدمتے بسز ابر نیامد از دستم
--------------------------------	--------------------------------

جناب امام حسینؑ نے آفرین فرما کے افرین جنگ کی اجازت دی۔ جناب عابس اپنے غلام کے ساتھ صفت اعداء کے سامنے آئے۔

مقتل دنیوری مین ربیع بن تمیم نے روایت کی ہے کہ مین عابس کی جنگ بہت سے مکون
مین دیکھ چکا تھا مین نے جو دور سے اون مین جوش و خروش کے ساتھ میدان مین آتے دیکھا
تو کانپ گیا اور پکا لاسے بدبختو۔ خبردار ہو شیار۔ اس وقت وہ شخص تمارے دانت جھاڑنے
آتا ہے جس نے شیر تریان اور پیل ومان کو بار بالکار کے مار ڈالا ہے۔ اسی اتنا مین جناب عابس
قریب آگئے اور پکارے رَجُلٌ رَجُلٌ یعنی مرد کے مقابل مین مردہ آدے۔ لشکر مین
شام میری آواز سن چکے تھے چوہے کا بل تاکنے لگے کیسی ہمت نہ ہوتی تھی کہ مرتے کے سامنے
آے۔ جان دینے والوں اور بہاڑے کے ٹٹوؤں مین یہی فرق ہوتا ہے جب ہی کتے بلیوں
کی سی موت زیادہ مارے جاتے ہیں۔ ابن سعد یہ پس و پیش دیکھ کر چلایا کہ تم کیوں اس سے
نہیں لڑتے۔ اگر زہدلی سے ایک کی جرات نہیں ہوتی تو سب ایک بارگی ٹوٹ پڑو۔ یہ
سننے ہی سب کے سب اونکی طرف چلے عابس نے جو یہ حال دیکھا تو خود سے راور زہ تن سے
اوتار کے پسینگی اور بہارے لشکر کی طرف لپکے شیوذب پیچھے پیچھے اونکی حفاظت کرتے
جاتے تھے۔ خدا کی قسم۔ چالیس آدمی میرے دیکھتے دیکھتے اونہوں نے خاک مین ملا دئے۔
ربیع کہتا ہے کہ مجھ سے اور عابس سے ملاقات تھی مین نے اون سے کہا کہ اے یا
عزیز تم اس طوفان بے تمیزی مین تنگے چلے آتے ہو نہ سر پر خود ہے نہ جسم پر زہ۔ کیا تم
موت سے بالکل نہیں ڈرتے۔ حضرت عابس نے کہا۔

چو من در بحر بحر انم زخو زری متر سائم

آخر کار لوگوں نے اطراف و جوابے اکٹھا ہو کے ایسے ایسے زخم کاری دایین بائین اور
پیچھے سے دونوں صاحبوں کے گائے کہ خواجہ و غلام دونوں دارالمقام سے دارالسلام
کی طرف متوجہ ہو گئے۔

شہادت حضرت حجاج بن مسروق رضی اللہ عنہ

یہ صاحب لشکر امام عالمیہ مقام کے مؤذن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکابدار تھے شانہ زادہ کونین سے اجازت لے کے رن کو سدھارے۔ کمان مانند قوس قزح اور تیر مثل آہ مظلومان لئے رجز پڑھتے ہوئے میدان میں پہنچے۔ آتش خم شیر آبدار سے دشمنوں کو پھونکتے لگے یہاں تک کہ سپاہ مخالف نے تنگ آکر تیر پر شام شروع کیا اور جناب حجاج شہید ہوئے۔

شہادت حضرت سیف بن حارث بن سریع اور جناب مالک

بن عبد سریع رضی اللہ عنہما

یہ دونوں صاحب باہم چچا زاد بھائی تھے۔ روتے ہوئے جناب امام ہمام کے قدموں پر آن کر اپنے دریافت فرمایا کہ خیر تو ہے روتے کیوں ہو۔ دونوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم آپ کی مصیبت پر روتے ہیں۔ دشمنوں نے حضور کو سب طرف سے گیر رکھا ہے اور دوست اور سکو دفع نہیں کر سکتے اسلئے کلچہ مشہ کو اگیا اور ہم روتے لگے۔ جناب امام نے اونکی ہمدردی پر آفرین کی اور انکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پس وہ دونوں دلاور مانند شیر ترغصبناک میدان میں آئے اور بہت سے سوار اور پیادوں کو عرصہ حیات سے دروازہ قتل و قنات پر پہنچایا۔ آخر کار خود بھی اس ظلمت خانہ پر وحشت و ملال سے نہر بہت آباد قرب ذوالجلال میں پہنچے یہاں ہارہ عالم و عالمیان اور نوجوانوں کی لاشوں پر بہت روئے اور غفور منان سے اونکی آمرزش کیواسطے استدعا کی

شہادت ایک غلام ترک کی

اونکے بعد ایک ترک غلام جو قاری قرآن اور حافظ صحیفہ قرآن تھا روئے خشنودہ اور چہرہ آفتاب کی طرح تابندہ رکھتا تھا آیا اور جناب امام حسین کے قدموں پر گر کے کہنے لگا۔ یا بن رسول اللہ نفسی نفسک الفداء یعنی میری جان آپ کی جان پر قربان ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشیاء

ہرگز نہ باز آئیں گے اور ہمارے لشکر میں سے کوئی بھی نہ بچے گا۔ مجھے بھی اجازت ہو کہ اپنی جان آپ پر قدا کر کے سیدہ جنت کو چلا جاؤں حضور نے فرمایا کہ میں نے تجھے زمین العابدین کے لئے خریدا ہے تو ان سے اجازت طلب کر میں تجھے اجازت نہیں دے سکتا حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اوس دن مرض کا اشتداد تھا اور بیہوش بستر پر پڑے تھے۔ غلام آپ کو بدقت ہوش میں لایا اور عرض کی۔ اے میرے خمدوم زادہ آپ پر خوب روشن ہے کہ فاطمہ زہرا کے چاند پر آج بڑی مصیبت کی گھڑی ہے۔ میں نے فرزند رسول سے رنگی اجازت مانگی تھی۔ ارشاد ہوا کہ تو میرے نور بصر کی ملکیت ہے ان سے اجازت لے اس لئے آپ کے آستان عرش نشان پر حاضر ہوا ہوں اور امید ہے کہ حضور اس ناچیز کو سعادت ابدی اور فیض سرمدی سے محروم نہ کریں گے جناب زین العابدین نے فرمایا کہ میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا تجھے اختیار ہے جو چاہی سو کر۔ وہ ترک نیکو خصال پاکیزہ جمال خیمہ سے باہر آیا اور سب اہلی و موالی اور اہلبیت کے اپنے قصود معائنہ کر کے کہنے لگا۔ عرض میری آپ سب بزرگواروں سے یہ ہے کہ قیامت کے دن مجھے فراموش نہ کریں اور اپنے ساتھ بہشت میں لے چلیں۔ آپ لوگوں کی خدمت میں جو تقصیریں مجھے ہوئیں انہیں دل سے محو کر دیں۔ اوسکی باتوں سے اہلبیت میں ایک کہ ام ٹر گیا اور غلام نے پھر خدمت امام میں حاضر ہو کے سارا حال عرض کر دیا۔ حضور نے اسے رن کی اجازت دیدی۔ جناب زین العابدین نے جو سنا کہ میرا غلام میدان کو گیا ہے تو حکم دیا کہ میرے خیمہ کا پردہ اوٹھا دو میں خود بیٹھ سکے اوسکے ہاتھ دیکھو نگا پس پردہ دو کر دیا گیا اور شاہزادہ صاحب اپنے غلام کی نرم آرائی ملاحظہ فرمائے لگے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ترک زنا سرشگفتہ اور چہرہ مثل ماہ دو ہفتہ لئے ہوئے نصف اعداؤ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ جاتے ہی شمشر برق نشان اوسکے سامنے چمکائی اور پکارا۔ ہے کوئی۔

جوابی جان سے ہاتھ دھو کے میرے آگے آئے۔ کہی تو عربی میں ریز پڑتا اور کبھی ترکی زبان میں یون کہتا۔

اے حسین اے گھر روحانی	نسخہ کمرست سجانی
منم آن ترک کہ سلطان باشم	گر تو ام ہندوئے حضرت خوانی
تیغ بردست من از محبہ ز تو	بر سرہ خصم کند ثبانی
چہ شود اگر تو بر سرے خوش خویش	سرخ روئے ابدم گردانی
روئے بر روئے من نخلین نہ	چون کنم ترک سہارے فانی

اوسى وقت ایک متحد الشکر مخالف سے نکلکے اوس سے لڑنے لگا۔ بہادر ترک نے چشمزدن میں اوسے مار گرایا۔ پھر تلوار اور نیزہ اور تیر سے اوسنے دشمنوں کو آڑے ہاتھ لیلیا اور بہت سے رستم خانوں کو دوزخ کی دعوت کے لئے سوغات بھیج دیا۔ آخر شواہس آکے حضرت زین العابدین کے قدموں پر آن گرا اور عذرت کرنے لگا کہ حضور کیا کروں مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔ پیاس جان نکالے لیتی ہے ہاتھ پائوں کو چلنے نہیں دیتی۔ ورنہ میں اکیلا ان دنیا کے کتوں کے لئے کافی تھا۔ صابر ادہ نے اوسکی بہت تعریف کی اور فرمایا۔ بہائی مت گہرا۔ سائی کوثر بڑی خاطر کے ساتھ تجھے سیراب فرمائیں گے۔ وہ وفادار صادق دل اس شردہ سے باغ باغ ہو گیا اور حضرت زین العابدین کے قدم چومے اور اہلبیت سے پہرا پنے تصور معانت کر کے چلا گیا۔ نیمہ میں اوسکی مفارقت سے واویلا مچی ہوئی تھی۔ اُسنے جاتے ہی رن کی زمین کو سر پر اٹھالیا اور اون سیاہ کارون کو خاک میں ملائے لگا جیب اون سے کچھ نہ بن پڑا تو طیڑی دل کی طرح گمیر کے اوسکے مزرعہ حیات کو چاٹ گئے۔

حضرت امام حسین اوسکے گرتے ہی اوسکے پاس جا پہنچے۔ لا کے جنا بازین العابدین

کے خیمہ کے دروازہ پڑا لیا۔ اس کے سر کو زانو پر رکھ کے آنسو بہانے لگے اور منہ اپنا اس کے منہ سے ملا دیا۔ اور جناب زین العابدین بھی اسی شدت مرض میں لڑکھڑاتے ہوئے اور سکے سر ہانے اکھڑے ہوئے۔ غلام نے آنکھیں کمولیں تو کیا دیکھتا ہے کہ سر میرا جناب امام کے زانو سے میرا رک پر ہے اور سر ہانے حضرت زین العابدین اکھڑے ہوئے روتے ہیں خوش ہو گیا تبسم کر کے دونوں باپ بیٹوں کو سلام کیا اور نیت کو سدھارا۔

شہادت حضرت خظلہ بن سعد عجل رضی اللہ عنہ

پھر جناب خظلہ بن سعد شامیوں کے آگے آئے اور ندا کی اسے لوگو۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہیں قوم نوح کا سا عذاب اور گروہ عاد و ثمود کا سا عقاب نہ نازل ہو۔ جاؤ۔ لہذا اپنے ظلم و تم سے توبہ کر کے قتل حسین سے وگزر کر و تاکہ مستحق عقوبت نہ ہو۔ تاگاہ امام حسین کی آواز کان میں آئی کہ اے خظلہ خاموش ایسی باتیں زبان سے نہ کلاؤ۔

یہ لوگ تو مستحق عذاب الہی اور عقاب نائنہا ہی ہو چکے تمہاری باتیں انکی سمجھ میں نہ آئیں گی انہوں نے بہت سے میرے اصحاب اور دو بیٹے مار ڈالے اب میرے سر کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں انکی اصلاح ناممکن ہے۔ حضرت خظلہ نے فرمایا۔ صداقت یا ابن رسول اللہ اب میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔ امام حسین بولے بہتر ہے تم اس مقام کو سدھارو جو دنیا و مافیہا سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت خظلہ پکارے کہ اب میں آپ کے اہلبیت کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں امید ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ مجھے آپ لوگوں سے بہشت میں ملائیگا۔ جناب امام عالی مقام نے آمین کہی اور جناب خظلہ نے تلوار صاف تھ کر دار سنبھال کے مخالفوں پر حملہ کیا اور دانت چاغت دی یہاں تک کہ شہید ہوئے۔



شہادت جناب نیریدین زیاد الشعبار رضی اللہ عنہ

حضرت ممدوح نے آٹھ تیر لشکر اعدا کی طرٹ چلائے۔ ہر تیر پر جناب امام عالی مقام اللہم سدا ورامیۃ واجل ثوابہ الجنتہ فراتے تھے یعنی خدا یا اس تیر کو نشانہ پر پہونچا اور چلانے والے کو جنت نصیب کر پس آٹھوں سے آٹھ آدمی مارے آخرش مخالفین نے غلبہ کر کے تیر اجل کا شکار بنا لیا۔

شہادت حضرت سعد بن الحنفی رضی اللہ عنہ

یہ صاحب محمد ضیفہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار دن میں تھے۔ جناب امام سے اجازت لیکر خدمت ہوئے۔ سعد باد پانچو شروام پر سوار ہو کے تیغ خون آشام اور نیزہ خطی لئے ہوئے میدان میں آئے جو اونکے سامنے آتا تھا نیزہ کی طعن سے فنا ہو جاتا تھا اور جو نزدیک پہونچتا تھا آپکی تلوار سے منہ کی کٹا تا تھا آخر الامر رقم اجل نے اونکی زندگانی کے صحیفہ پر بھی رقم کل من علیہا فان لکدی۔

شہادت حضرت نجبادہ (جنادہ) بن حارث اور اونکے فرزند کی رضی اللہ عنہما

اونکے بعد حضرت جنادہ انصاری مکمل و مسلح ہو کے میدان جنگ میں تشریف لائے بہت سی کوشش کر کے اور لڑا بڑے شہید ہوئے۔

پھر اونکے فرزند و بلند جناب عمرو بن جنادہ بموجب کلام حکمت نظام اولد سلا بیہ میدان کارزار میں آئے اور بہت سے اشتہاء کو زین کا بیوندر کے اپنے والد ماجد سے جاملے۔

شہادت جناب مرہ بن ابی مرہ غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت مرہ غفاری شیر خکاری کی طرح لشکر اعلا پر چپٹے اور اپنی مردانگی سے سپاہ کو فہ

وشام کو زیرِ زیرِ کر دیا۔ جس بدگوہر کے سرخس پر تیغ جو ہر دار لگاتے تھے اڑھہ کے پانی بھی تو نہ مانگتا تھا جب لوگوں نے یہ آفت آسمانی نازل ہوتے ہوئے دیکھی تو ہر طرف ہجوم کر کے تیر پر سائے لگے اور حضرت مرہ حبیب دارنا پائدار سے جات تجری من تحتہا آلاء نہاں میں پہنچ گئے۔

شہادت حضرت محمد بن مقداود و عبد المہدین ابو دیانہ رضی اللہ عنہما
یہ دونوں صاحب آپس میں بڑے دوست تھے دونوں باہم ملکہ میدان میں آئے اور حرب و فہر کر کے بہتے اعداء کو تہ تیغ بیدار کیا۔ چاہتے تھے کہ شانہ زادہ کو تین کی خدمت میں حاضر ہوں کہ راستہ ہی میں کفار و اشرا نے گمیر لیا۔ امیر المؤمنین جناب علی مرتضیٰ کا غلام سعد مہدی بن ربیع - اشعث بن سعد - عمرو بن قرطہ - عطفہ اور حماد کے اونٹنی مدد کو چلا چونکہ اعداء کی کثرت نے حد و حساب تھی یہ آٹھوں بزرگوار بہشت گاہ بہشت کی سیر کو سدھارے۔
رضوان اللہ علیہم اجمعین -

خلاصہ

ابتک یا لان و ملازمان حسین میں سے حریمین صاحبوں نے شہادت پیا اور بڑی بڑی بہادریاں دکھائیں حتیٰ تو یہ ہے کہ مکر کر بلائے اسلام کے شیر وں کا خاتمہ کر دیا۔ اسکے بعد کوئی ایسا نہ رہا جسے ہم شجاع کہہ سکیں خدا اس دنیا طلبی اور خود غرضی کا منہ کالا کرے جسے ایک صفت شجاعت کی بالکل قوم سے اڑا دی۔ اب سوائے زین العابدینؑ شہرہ عزیز اور ایک دوست اور ایک غلام جناب امام عالی مقام کے پاس باقی ہے سوا نکاح حال بھی سن لیجئے۔

جہان جامہ صبر برتن درید
فلک گشت چرخ شورش و غلغلہ

چونو بیت بآل پیمبر رسید
زمین شد پراز فتنہ و دلولہ

جب جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میکہ یا رونا اور ہوا خواہوں میں سے کوئی نہ رہا تو ایک آگ آپ کے دل شے متعل ہوئی اور آہ و زناک کینچی اور بیہوش ہو گئے اہلبیت میں ماتم ہونے لگا۔ جب آپ کو کچھ ہوش آیا تو لوگوں نے یہ بجا کہ رفقا جسے حسین کو اس غدر کی آگ نے خاک میں ملا دیا اب امام علی مرتبت کو اس کا رنج ہے کہ میکہ عزیز و قریب بھی میرے ہاتھ سے جاتے ہیں پس سب نے متفق اللفظ ہو کر نور دیدہ صدر مستدرسالت اور سرور سینہ شاہِ عرصہ ولایت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ایک دن سب کو مزا ہے کوئی باقی نہ رہیگا اس سے بہتر ہے کہ مرد و زن میں نام کر کے مرین۔ آپ کے رفقا اور اصحاب نے وہ وہ نام لکے کہ صفحہ تاریخ پر یادگار رہیں گے پھر ہم آپ کے خون و جگر ہو کے کیوں اس ناموری سے بے بہرہ رہیں ورنہ ساری دنیا ہمیں طعنے دیگی کہ یا رتو شاربو گئے مگر عزیزوں نے حسین کے ساتھ کچھ نہ کیا چپکے بیٹھے دیکھتے رہے کل نہ مرے آج سہمی حضور پہلا غم نہ کریں ہمیں ایسے شجاعوں کے بعد جنکے افسانے یاد رہیں گے اور دنیا و دنیاوی وفاداری اور شجاعت کی قسم کھائیگی۔ اب جیتا بدفرہ معلوم ہوتا ہے۔ جناب امام یہ سنکے روئے اور اونکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

نادیدہ صورت فرزندِ آدمِ راجہ شد

ناشدہ روز قیامت اہل عالم راجہ شد

شہادت حضرت عبدالمدین مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما
شاہزادہ کوئین کے اقارب قریبین سب سے پہلے حضرت مسلم بن عقیل کے تحت جگر
جناب عبدالمدین اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ چچا جان۔ میرے والد ماجد اور بھائی
سب سے پہلے جنت کو سدا رہے ہیں مجھے اونکی سفارفت سے چین نہیں۔ پہلے مجھے رنکی اجازت
ملے جناب امام نے جواب دیا۔ بیٹا۔ اب تک مسلم اور تمہارے دونوں بھائیوں کا دفاع میکہ دل سے
دور نہیں ہوا۔ تم میرے سامنے سے دور ہو میں تمہارے ہجر کی تاب نہ لا سکتا لگا۔ تم یادگار

مسلم بن عقیل ہوتا ہمارے باپ کا ہی داغ میسرے لئے کافی ہے۔ جانمن۔ اپنی مان کا ہاتھ ہاتھ میں لو اور جد ہر خدا لیا سے چلے جاؤ۔ یہ لوگ تو میری جان کے خواہاں ہیں تم سے متفرغ نہ ہونگے۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ۔ اوس معبود پاک ذات کی قسم۔ جسے تمہارے نانا کو رسول برحق بنایا۔ حضور مجھے ربکی رضادین تاکہ آپکی خدمت میں درجہ پد رپاؤں جیسے والد ماجد نے سب سے پہلے آپ پر جان قربان کی ویسے ہی میں بھی چاہتا ہوں کہ حضور کے سب اقربا سے پہلے آپ پر نثار ہو جاؤں۔ جناب امام نے اونٹیں پیٹنے گلے سے لگا کر فرمایا۔ اے سونسن ٹمگسا راورا سے میرے چچا زاد بھائی کی یاد دگا رہی میری آنکھیں میرے چہرہ کے نور سے روشن اور یسرا دل تجھ سے خوش و خرم تھا۔ اختیار ہے کہ یہ بھی مجھے حرام کر دے۔ دنیا میں تیری صورت اب مجھے نظر نہ آئیگی۔ اچھا۔ الوداع۔ جناب عبداللہ جزیر پڑھتے ہوئے میدان کو سدھارے۔ مرنج تیغزن کی طرح شمشیر آبدار چمکا کے فرمایا کہ تم میں جو اپنی زندگی سے سیر ہو چکا ہو اوسے میرے ساتھ پیجو۔ ابن سعد نے قدامہ بن اسعد انہ کی طرٹ دیکھ کے کہا کہ رفقاے حسین کا خاتمہ ہو چکا اب ہاشمی آنا شروع ہوئے ہیں اب ہیکو خوب تن دہی کے ساتھ لڑنا چاہئے۔ تو جا اور دیر نہ اس جوان ہاشمی کا مقابلہ کر کے میرے لشکر کی بلا دور کر اور کونہ دشام کے لشکر میں اپنا نام روشن کر دے۔ قدامہ پورے ہتھیار سجے گھوڑے پر سوار ہوا اور ابن سعد کی دلتوازی پر نازان ہو کے حضرت عبداللہ کے سامنے آیا۔ آپ نے تیرے اوسکی طرف چلایا۔ قدامہ نے اپنا گھوڑا ہٹا کے وار خالی دیا۔ اسی طرح آپ جب اوسپر حملہ کرتے تھے وہ سامنے سے بھاگ جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ ہر چند کوشش کرتے تھے مگر اوسکے برابر نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ آپکا گھوڑا کئی دن سے بوکا پیاسا تھا۔ ناچار آپ نے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا اور تلوار کینچ کے اوسپر جبکہ۔ پھر ہی اوسنے اپنے پاس نہ لایا

آپ لاجپارہو کے ایک گوشہ میں کھڑے ہو رہے۔ قدامہ نے جب دیکھ لیا کہ نیزہ آپ کے پاس نہیں ہے اور آپ بے حس و حرکت ایک طرت کھڑے ہیں تو سمجھا کہ ہمارے خوش ہو کر اپنے گھوڑے کو اڑ لگا پاس لگیا اور نیزہ اپنا آپ کے سینہ کی طرت راست کیا۔ حضرت عبداللہ جبکہ نیزہ اوپر ہی اور چلا گیا۔ پھر خانہ زین پر سنبھل کے ہو بیٹھے۔ قدامہ اپنے گھوڑے کو پہرہ پہ کرے گیا۔ چاہتا تھا کہ دوسرا حملہ کرے مگر حضرت عبداللہ نے فرصت نہ دی فوراً ایک ہاتھ تلوار کا او سکے منہ پر مارا کہ نصف کل او سکا صاف اوڑ گیا پھر ہاتھ مار کے کمر بند پکڑ لیا اور ٹھیکہ دیکے پشت مرکب سے اوٹھانچے ٹپک دیا اور خود او سکے گھوڑے پر سوار ہو کر غلام سے فرمایا کہ میرے گھوڑے کو واپس لیجا مجھے خدا نے تازہ دم مرکب عنایت کر دیا ہے۔

جب سلامہ بن قدامہ نے یہ حال دیکھا تو ابن سعد سے بولا کہ اے سپہ سالار۔ میں نے لڑائی میں تو بہت سی دیکھی ہیں مگر ایسا دلیر اور شجاع میری نظر سے نہیں گذرا۔ غرض کہ ساری سپاہ مخالف اس حرب ضرب کو دیکھ کر ڈر گئی اور کسی کو جرات نہ ملی کہ اسے شیر زبان کے منہ لگے۔ حضرت عبداللہ دیر تک منتظر کھڑے رہے لیکن کوئی باہر نہ آیا۔ پیاس سے لو گہرا ہی رہے تھے لشکر کے میمنہ پر جھک پڑے اور او سے دہم برہم کر کے اتنے سوار اور مرکب مارے کہ ڈھیر لگ گیا۔ اسی پہل میں خواجه نہروان کے لشکر سے بچا ہوا ایک آدمی حمیر حمیری نامی اور او سکا بیٹا کامل بن حمیر مارا گیا۔ اب میمنہ سے پھر کے آپنے قلب لشکر چمک گیا۔ تلوار سے آپکے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے اسی حالت میں میں آدمی وہاں بھی آپنے مارے جنہیں صالح بن نصیر ہی شامل تھا۔ وہاں سے پھر کے میسوی طرت رخ کیا اور دادرمانی دی۔ یہاں ابن سعد کے لشکر کے نامی پہلوان قدامہ حبشی کو قتل کیا۔ اب چاہتے تھے کہ اپنے لشکر میں واپس آئیں لیکن اٹنا سے راہ میں پیدا دون نے گیر لیا۔ جہاد و شقی نے پیچھے سے آکے آپکے

گھوڑے کے دو پانوں میں قلم کر دئے اور جناب عبداللہ پیدل رہ گئے۔

روایت ہے کہ نوفل بن مزاحم حمیری یا عمرو بن صبیح صیداوی نے تیر مارا اور حضرت عبداللہؓ نے

شہادت حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ

جب حضرت جعفر نے دیکھا کہ ہتیجا میرا قاتل خنجر جفا ہو کر جنت کو سدھارا تو زار زار روتے ہوئے
جناب امام کے پاس آئے اور اجازت جنگ لیکر رن کو سدھارے۔ جو مبارز سامنے آتا فوراً
اوسے بھان کرتے جطرف جھمک پڑتے تھے کشتوں کے پٹے لگا دیتے تھے۔ اس طرح
جب اون سگان مردم خوار کا دم ناک میں لگیا تو ایک بارگی خیر کی مانند گوی کے اونکے پیچ میں بھاڑے
اور طعن تیز و ضرب تلوار سے اونکے ہوش گم کر دئے۔ آخر الامر کشتی جیات اونکی گرداب اضطراب
میں غرق ہو گئی اور دریا سے شہادت میں غوطہ لگا کے گوہر شرف حاصل کیا۔

شہادت حضرت عبدالرحمن بن عقیل رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبدالرحمن نے دیکھا کہ بہانی کا چراغ زندگانی میری آنکھوں کے سامنے گل ہو گیا
تو تاب نہ رہی۔ مگر بہت چست باندہ کے مرکب تازی نژاد پر سوار ہوئے۔ شمشیر دشمن کش حاصل
کر کے میدان جنگ میں آئے اور آتش حرب سے خرمن جان دشمنان کو چھونکنے لگے۔

دوام بدان حسیہ مروکش	بعدم کشتی دست می کرد خوش
----------------------	--------------------------

آخر کار عبداللہ بن عروہ خثعمی کے تیرے شہید ہوئے۔ اور افسوس صد افسوس اونہیں کے
ساتھ اولاد عقیل کا خاتمہ ہو گیا۔

شہادت جناب عون و محمد پسران عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم

اب سر پٹینے کا مقام ہے کہ جناب سید معصوم اور امام مظلوم کی رائڈ بہن کے فرزندوں کی بابائی
بیارے بہانچے چوٹی چوٹی سی عمر دن میں مامون کا ساتھ چھوڑتے ہیں۔ حضرت محمد بن عبداللہ

تہا سانچہ کھر سے لگائے مامون سے مصہرین کہ حضور۔ امان جان دودہ نہیں بخشین گی۔ بہن جلدی اپنے قدموں پر سے نثار کر دیجیے۔ اور آہ۔ مامون کا سر نیچے ہے کہ کیسے یہ وہ بہن کے کلیجہ میں چھری بیونکدون۔ ناظرین بڑی وقت کا مقام ہے۔

ادس وقت عجب غم تھا شہ جین و بشکر کو	نے روح کو راحت تھی نہ آرام جب گر کو
کہو سکتے تھے بہائی کو نہ اکبر سے پسر کو	نے عون و محمد کو نہ شہ پسر کے قمر کو یہ
میوے تھے سب اک باغ کے پھول ایک چن کے	وہ بہائی کا بیٹا تھا یہ بیٹے تھے بہن کے
تاگاہ ہوا شور مبارز طلبی کا بند	پھر قصد لیتوں نے کیا بے ادبی کا
منہ سرخ ہوا غیظ سے ہمشکل نبی کا	راست بھی بڑھا فوج رسولِ عربی کا بند
حیدر کے نواسو تھے ہی ابرو پہل آیا	چوٹا تو یہ بگڑا کہ پرے سے نکل آیا
گہرا کے پکارے جو اسے سید ابرار	بس پیر کے گرے پائون پہ آقا کے وہ جزا
کی عرض بصد عجز کہ اسے کل کے مددگار	ہم دونوں غلام اب ہیں اجازت کے طلبگار
بتیا بہن دل جان لڑائی میں لڑتی ہے	اسے نور خدا۔ ذرہ نوازی کی گھڑی ہے
مرنے کو اگر پہلے گئے قاسم و اکبر	یا شاہ بہن دودہ نہ پچھ رہی بخشین گی مادر
شہر کی وہ تصویر یہ ہمشکل پیمبر	تو قیر اسی میں ہے کہ ہم صدقہ ہوں انہر
مالک ہیں خداوند ہیں سردار ہیں دونوں	ہم انکے بزرگوں کے نمک خوار ہیں دونوں
ہم دونوں غلام اکبر و اصغر کے ہیں یا شاہ	اُفت کو بس اب دل سے اوٹھا دیجئے اللہ
امان کا تو نازک ہے مزاج آپ ہیں آگاہ	بنتِ اسد حضرت باری ہیں وہ ذبیحہ
پوچھیں گی خفا ہو کے تو کیا اون سے کہیں گے	آزادہ ہو میں وہ تو کہیں کے نہ رہیں گے
عورت ہیں نہ خوبشہ مردانگی ہے ساری	شب کو بھی یہ فرمایا تھا ہم سے کئی باری

تم یہ نہ سمجھنا کہ میں عاشق ہوں تمہاری	بہائی سے مجھے جان - نہ اولاد ہے پیاری
کس کام کے پھر سچو تصدق نہ کرو گے	تب دودھ میں بخشو نگلی جو عزت سے مرو گے
یہ ککے جو رونے لگے زینب کے جگر بند	حضر نے کھائیں ہوں بہر حال رضا مند
کوئے ہین کسی بہائی نے ہم شیر کے فرزند	کس منہ سے کہوں آہ کہ ہو خاک کے پیوند
اتھنائی کا دکھ فاطمہ کالال سے گا	لاشہ کے اوٹھانے کو بھی کوئی نہ سہاگا
اکبر کو تو ہم شیر نے مین نے تمہیں پالا	مامون سے جدا ہوتے ہو جب ہوش نہ ہا
اب کون ہے غربت میں میرا تھا شے والا	دل کا کوئی ارمان بھی تم سے نہ ٹکا لا
دس سال ہی پور ہو زمین دونوں سنوین	دنیا سوا جمل لہجی شادی کے دنوں میں
دونوں سے یہ فرما کر ادھر روتے تھے شبیر	چپ بیٹھی تھی راندوں میں اودھر شاہ کی ہم شیر
سہرا نو پہ تھا فکر میں اور لب پہ یہ تقریر	محبوب کیا بیٹھوں نے ہے ہے میری تقدیر
میں جانتی تھی پہلے اجازت دہی لینے	اسکی نہ خبر تھی کہ دعا وقت پہ دینگے
باتوں نے کہا دونوں کی عمریں ابھی ہین کیا	نئے گھر سے وہ نکلے نہ کوئی سحر کہ دیکھا
میدان کی رضا دیتے ہو تنگے شہ والا	آزردہ نمون آپ یہ غصہ کی نہیں جا
سُن لیجئے گارن میں جو کچھ کام کریں گے	حیدر کے نواسے ہین بڑا نام کریں گے
فرمایا کہ ہاں جو مجھے تقدیر دکھائے	جی جاؤں گی مرکز جو وہ میدان سے آئے
کیون شاہ سے رخصت کا سخن لب پہ نہ لائے	کیا جانے کس فکر میں ہین وہ میرے جائے
جو چاہیں کریں بیٹو بچے قابل میں کہاں ہوں	اب وہ میری فرزند نہ مین دونوں کی مان ہوں
یہ ذکر تھا فتنہ جو خبر لے کے یہ آئی	فریاد کہ اب گٹھنی ہے زینب کی کمائی
لو میرے خوزادوں نے رضا جنگ کی پائی	اے نبوت علی روتے ہین اب آپ کے بہائی

مجھے بھی شریک شرمدا ہوتے ہیں لوگو	دو ہانجے مامون سے جدا ہو کر میں لوگو
قصہ سے یہ سنتا تھا کہ میں رونے لگے سب	اور خاک پہ سجدہ کو جھکیں حُصّتِ زینب
فرمایا کہ صد شکر برآیا میرا مطلب	عزتِ میرے بچوں کی تیرے ہاتھ ہی یارب
بہتر ہے جو اٹیکو وہ پیارے گھر دونوں	یہ خوش خبری آئے کہ مارے گئے دونوں
یانو نے کہا دیکھ تو لو اون کو بلا کر	فرمایا انہیں آئیں گے خود بر چسپان کہا کر
اصرار کیا سب نے تو گردن کو جھکا کر	فرمایا کہ اچھا کوئی کہہ آئے یہ جا کر
صدقہ گئی کچھ کام ہے یا ان آگے سدھارو	جاتے ہو تو خشکیں ججے دکھلا کر سدھارو
قصہ گئی اور خیمہ میں لالی اونہیں ہمراہ	آئے صفتِ مہر لرزتے ہوئے دو ماہ
قد مونپہ گرے ہاتھوں کو جوڑے جو وہ دیباہ	پیشا کے گلے کئے لگی نیتِ ید اللہ
مامون یہ خدا ہوتے ہوئے تم یہ خدا ہوتے	لو او کو میں اب تو نہ قصہ نہ خفا ہوں
لو بخشد یاد وہ سدھارو میرے پیارو	اوٹھے ہوئے گیسو تو سنوارو میرے پیارو
سیلی ہے یہ پوشاک اتارو میرے پیارو	دولہا تو بنا لوں میرے پیارو مر کے پیارو
خوش ہو گئی میں تب گونو نہ جبریں آن چڑھو گے	شادی ہے بڑی آج کبریاں چڑھو گے
فرما کے یہ لین دونوں کے چہروں کی بلائیں	اور تھام کے بازو کو پڑھیں آپ دعا میں
فرمایا کہ رخصت جنہیں ہوتا ہو وہ آئیں	لو بی بیو سب آؤ تو بچے میرے جائیں
رن میں یہ برات اپنی دکھانیکو چلے میں	دونوں دولتیں بیاہ کے لائیکو چلے میں
سب لی بیاہ آئیں جو کلیجوں کو سنبھالے	تسلیم کو جھک جھک گئے وہ نازوں کے پالے
جس وقت چلے خیمہ سے وہ گیسوؤں والے	دیکھ گئی ماں خاکِ عزا فرق پہ ڈالے
ڈیوڑھی سے جو دونوں دیکھتا نکل آئے	مزید یہ تھا ماں کا کلیجیا نکل آئے

حضرت محمدؐ نے پہلے میدان کا رخ کیا اور جزیرہ فخریہ پڑھی۔

ناگاہ یہ بڑھ کر پسر سعد پکارا	اے شیرِ دلو۔ نام و نسب کیا ہے تمہارا
تلوارین پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا	خالق نے ہمارے لئے دنیا کو سنوارا
خورشیدِ زین تاج سرِ عرشِ برینِ ہین	بھلا یہ شرف ہے کہ غلامِ شہِ دینِ ہین
دادا ہے شہنشاہِ دو عالم کا مددگار	سردارِ جہانِ فخرِ عربِ جعفرِ طیار
وہ حُشّہ طرازِ علمِ احمدِ مختار	آلودہ رہی خونِ مین جس شیر کی تلوار
ہاتھوں کے عوض حقِ سیرِ سوت لے لے ہین	اللہ نیچراؤ نکو زُمر کے دئے ہین
نانا اسد مددگارِ دو عالم	دین دارِ نمودارِ جہاں دارِ دو عالم
سلطانِ قضا منتظمِ کارِ دو عالم	سر تاجِ فلکِ جیفۂ زُستارِ دو عالم
سب اطرافِ عقل کے میزانِ ہین تکر تھے	عقدے وہ ہو نوحِ ل جو کسی سوزِ گم تھے
ہم دونوں تو اسے مین اوسی فیضِ رسانی کے	فرزندِ ہین ہمیشہ شہِ کون و مکان کے
دکھائیں گے جو ہر تمہین تیغِ دوزبان کے	بڑھ بڑھ کر اولٹا دیں گے پرے فوجِ گران کے
تم یہ نہ سمجھنا کہ یدِ اللہ نہیں ہین	ہم شیرِ تو ہین اگر اسدِ اللہ نہیں ہین
صاحبزادہ دین پناہ جزیریاں کر کے حرب پر چڑھ کے تو بقول ظالمانِ بیدین میدانِ جنگ کو دیر و ن کے مغز سے حرب کر دیا۔	
وہ مگر کیا تلوار اٹھا کر جسے ڈانٹا	اس نخل کو تلوار سے کاٹا او سے چھانٹا
گھماے جراحت کو عجب حسن سے بانٹا	نکلی نہ کوئی شاخ نہ او لچھا کوئی کانٹا
اب تک یہ ہوا باغِ جہانِ مین نہیں دیکھی	غل تھا کہ بہارِ اسی خزانِ مین نہیں دیکھی
آخر کار ظالمانِ نابکار کے نزعِ مین گہر کے بہشت کو سد ہار سے اور رامون اور راٹھمان کو	

اپنا داغ مفارقت دیکھتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جب حضرت عون نے بہائی کو قتل ہوتے دیکھا تو بے قابو ہو گئے فوراً تلوار لے قاتلان برادر پر حملہ آور ہوئے۔ بہائی کے قتل کر نیوالے کا ایک ہی ضرب میں فیصلہ کر دیا اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کی کہ مامون جان۔ میری تقصیر معاف ہو بہائی کی مگر نے مجھے نیخود کر دیا اور میں بے اجازت آپ کے وہاں چلا گیا ایسے ہی قدموں پر سرشار کر نیک حکم ہو جائے جناب امام نے ان کو اپنہ گلے سے لگا کے زحمت کیا۔ آپ نے میدان میں آتے ہی مبارز طلب کیا اور تیغ فولادی سے اون سہ کاروں کے گلے کاٹنے لگے۔

مارا اونہیں چن چن کے جو تھے فوج میں چیدہ	رہو اسے پامال تھے سہاے بریدہ
زیادہ تھے کمانداروں سے حضرت جو کشیدہ	بدکیش و خطا کار تھے سب زخم رسیدہ
سے ہوئے تیر کر آفت تھی جہان پر	پیکان نہ سری پر تھانہ چلہ تھا کمان پر

آخر الامر اس عاریتی زندگی سے ناراض ہو کر منزل بل احیاء عند سہم کو اپنے قدم مبارک سے آراستہ کیا۔ میدان میں دھل فتح بیٹھ لگا۔ جناب امام حسین اور حضرت عباس لاشے اٹھائے کو دوڑے۔

عباس نے نخصہ میں لعینوں کو ہٹایا	بجلی سے بھی کچھ بڑھکے گراتیغ کا سایا
پسپا ہو سے کفہ کوئی تاب نہ لایا	شہید نے لاشوں کو ترپست ہوا پایا
آلودہ خون دلو نہ کامل نظر آئے	گودیکے پلے خاک پہ بس نظر آئے
سرتابہ قدم چرتھے زخموں سے ترن زار	انگڑایان لینے سے رگین چمتی تین ہزار
پیکان تھ پہلو تھے کسی چہاتیوں کے پار	تلوارین تھیں قبضوں میں مگر ہاتھ ہی بیکار
لب پر یہ سخن تھا شہد والا نہیں آئے	دم ہونٹوں پہ آئے مگر آقا نہیں آئے

لاشون کے قریب آکے پکارے شہ ہقد	اے بہانجو موجود ہے یہ بیکس فبے پر
یہ گرم زمین اور یہ گل سے تن انور	ریتی سے اوٹھا کر مرے زانو پہ رکھو سر
مامون سے عجب وقت میں متہ موڑ رہی ہو	کتن آنکھوں سو دیکھوں میں کہ دم توڑ رہی ہو
اے شیر جوانو۔ مجھے طاقت تھی تمہیں سے	اے تیز زبانو۔ مجھے طاقت تھی تمہیں سے
اے مرتبہ دانو۔ مجھے طاقت تھی تمہیں سے	اے تشہہ دانو۔ مجھے طاقت تھی تمہیں سے
ساتھ اپنے جانو مجھے لیتے نکلے تم	کاندہ میرے تابوت کو دیتے نہ گئے تم
اکبر نے کھاعون کے بازو کو ہلا کر	بہیا تمہیں چلائے ہیں شہ اشک بہا کر
مامون کو پکارے ہی نہ تم برجسیان کہا کر	باتیں شہ والا سے کرو ہوش میں آکر
لوگزمین جلو بی بیان سب غش میں ڈھکتا	سرنگے پوپی نیمہ کی ڈیوڑھی پہ کھڑی اپنا
نہم ہو کے یہ چوٹے کو عذار پکار سے	اے تشہہ دہن احو مرے جانی مرے پیارے
کیا تشہہ میں زبان اینٹھ گئی پیاس کے مارے	چونکو کہ عجب حال ہے مامون کا تمہارے
ہاتھوں کو ذرا جوڑ کے کچھ بات تو کر لو	بیٹا شہ والا سے ملاقات تو کر لو
ستکریہ صدا ہوش میں آئے وہ دلاور	سر رکھ لئے گہرا کے شہ دین کے قدم پر
اٹکے تھے جوا دکھڑے ہو جو دم سینو نکلے اندر	دو چکیان لین دونوں صغیر ون نے برابر
خرد و س معالی کے مسافر ہوئے دونوں	کروٹ بھی نہ بدلی تھی کہ آخر ہوئے دونوں
گودی میں موئے وہ جنہیں اغوش میں پالا	آنکھیں تھیں لہوا ورجہ گر تھا تہ و بالا
بہل کی طرح گر کے جوڑ پے شہ والا	عباس نے تھا ماعلی اکبر نے سنبہرالا
وقت کا یہ تھا جوش کہ تہراتے تو شبیر	ہر مرتبہ لاشون سے پٹ جاتے شبیر
عباس نے کی عرض یہ بادیہ خونبار	خیمہ سے نکل آئین نہ سید انیان اکبار

یہ پچھلے انہیں خیمہ میں اب یا شہر ابرار رہ	بہتر ہے کہ مان دیکھ لے فرزندوں کا دیدار
لاشے جو نہ جائینگے تو غم کما یگی زینب	یہ قبر میں سوئے تو کمان پائیگی زینب
یہ سنتے ہی لاشے شہر والا نے اوٹھائے	خیمہ کے قرین دونوں کو روتے ہوئے لائے
غل تھا کوئی جلدی صفت ماتم کو بچائے	لو آئے شہنشاہ کی ہمیشہ کے جائے
چھوٹے کو علی اکبر دل گیر کئے ہیں	اک لاش کو خود حضرت شہر لے گئے ہیں
ناگاہ شہر عرش نشین لاشوں کو لائے	غل بڑا گیا سو سردین لاشوں کو لائے
تم کھڑے ماتم کے قرین لاشوں کو لائے	ہمیشہ تھی جس صفت میں وہیں لاشوں کو لائے
دونوں کا لٹانا تھا کہ غش کر گئی زینب	ہر بی بی یہ ثابت یہ ہوا مگر زینب
ہوش آیا تو کبر اسے کما رتوں کو سمجھاؤ	ہے ہے نکر و صاحبو ایک لحظہ ٹھہر جاؤ
عباس کی زوجہ سے یہ بولیں کہ ادھر آؤ	کیا روتی ہو کپڑے علی اکبر کے بدلواؤ
ہانوہن کہہ رہا ہے یہ کیا یہ خبر ہی ہے	سب خون سحرے لال کی پوشاک پہن
حضرت سے کہا آپ کو ایذا ہوئی یا شاہ	کس طرح لڑے دونوں غلامان ہوا خواہ
حضرت نے کہا مدح میں قاصر ہے زبان آہ	زینب مجھے یاد آگئی جنگ اسد اللہ
نانا کی طرح دونوں نوا سوں کو غم کی	بچوں کی تہی جنگ یہ قدرت تھی خدا کی
عباس نے کی عرض زبان لاؤں کمان سے	جو کر گئے یہ لال وہ باہر ہے بیان سے
لڑتے تھے اسی طرح علی فوج گران سے	افسوس کہ یوں اوٹھ گئے یہ شہر جہان سے
تلواریں جب انکی مجھے یاد آتی ہیں ہینا	دو بھیلیاں آنکھوں میں چمک جاتی ہیں ہینا
یہ سنتے ہی سُرخ سی رخِ زرد پہ چھائی	حضرت سے کہا آپکا صدقہ ہے یہ بہائی
کونین میں عزت میرے دل بندوں نے پائی	اب شاد ہوئی ان سے یہ اللہ کی جائی

اتنا مجھے پیارا تھا ہے اقبال پہ انکے	سیکس بہن خدا رحم کرے حال پہ انکے
فرما کے یہ لین اونکی بلا میں کئی باری	شانوں کو ہلا کر کے یہ آہستہ بکاری
کر تے ہیں امام دو جہان مدح تمہاری	یہ کیا ہے جو تسلیم کو اوٹھتے نہیں داری
صدقہ گئی یہ نیند ہر باغش میں پڑے ہو	بیٹھے ہیں حسین ابن علی اوٹھ کو ٹھہرو
کچھ آج رہے غفلت عجب اڑنند کے ماتو	باعث ہے یہ بچپن کا سب اڑنند کے ماتو
چونکو میری خاطر سے اب اسے نیند کے ماتو	پہر سوئیو آتی ہے شب اسے نیند کے ماتو
پہ کیا ہر چو بچپن کی یہ اتلا زنین بہن	گردن ہو کہیں ہاتھ کہیں پانوں کہیں بہن
اب ضبط کی طاقت نہیں امان کو سنبھالو	انگڑایاں لویا ت کرو نیند کو ٹالو
سینہ میں او بھٹا رہے دم اسے گیسو ورن والو	داری مجھے خدمت کے لئے پاس بلاؤ
میں ہو نگی تو راحت سے تمہیں یا نہ ملے گی	کیا گزری گی منزل پہ جو مان یا نہ ملے گی
پھلا لو سفر اور نئے لوگ نئی راہ	کس طور سے گزری نگی یہ تاریک شبیں آہ
صدقہ گئی رستہ سے یہی تم تو نہیں آگاہ	پہونچا سے تمہیں خیر سے فردوس میں اللہ
پڑہول ہر رستہ مجھے تشویش بڑی ہے	قربان ہو مان تیر کی منزل ہی اڑی ہے
لوٹ کے کوئی رستہ میں تو ڈریو نہ مری جان	ہاں کلہ تو حید پڑ ہے جابو ہر آن
اقرار نبوت میں فصاحت کلر ہے دیہان	دل بند ہو تم تین اماموں کے میں قربان
گستاخ ملازم بہن ولی ابن ولی کے	ہم آتے ہیں لشکر سے حسین ابن علی کے
اے عون خبر داورے چوٹے پسرے	شب کو یہ اکیلا کبھی نکلا نہیں گھر سے
رستہ سے نہ واقف ہے نہ غرت کے سفر سے	محروم رہو نگی میں صدا خیر و خبر سے
واماندون پہ ظاہر ہو یہ وہ بید نہیں ہو	اے دے خط آئیگی ہی امید نہیں ہے

اب کون میرے پہلوؤں میں سو بیگا بچو	مڑ بیگا کیجیہ مراد دل رو سے گنا بچو
یہ داغ تو دنیا سے مجھے کو بیگا بچو	دن جا کے شب آئیگی تو کیا ہو بیگا بچو
راحت کسی کروٹ کسی پہلو نہ ملیگی	مر جاؤنگی زلفوں کی جو خوشبو نہ ملیگی
دنیا کو نہ کیا تھا کہ موت آگئی تم کو	خیمہ سے نکلتے ہی اجس پالگئی تم کو
مان صدقہ ہو جنگل کی ہوا بھسا گئی تم کو	اے گلبدنو کس کی نظر کھا گئی تم کو
ہے ہے مجھے پوشاک شہانی نہ کمالی	صدقہ گئی امان کو جوانی نہ کھائی
غصہ ہوئی تھی تمہیں داری مجھے بخشو	مان اب نہیں۔ نوٹدی ہوں تمہاری مجھ بخشو
لب پر سخن عذر ہیں جاری مجھے بخشو	صدقہ سے غشی ہوتی ہے طاری مجھ بخشو
میں ہی تو یہ جانوں کہ دل افسردہ نہیں	لو کہدو بس اتنا کہ ہم آزدہ نہیں ہیں
یہ کہکے جو چاتی پہ دو ہتھ کئی مارے	سینہ ہوا شوق ہاتھ ہی نیلے ہوئے مارے
ہشکل نبی پانوں پہ گر کر یہ پکارے	بس والدہ اب رویو لاشہ پہ ہمارے
اب پیاس میں آبِ دم خم شیریں گے	بہائی نر ہے خلق میں ہم ہی نہ جین گے
گہرا کہ وہ محمد سہ عالم یہ پکاریں	مر جاے یہ ناشاد بلا لیکے تمہاری
بن بیا ہے ہو تم لاشوں کے پاس آؤ نہ دیا	تم روو گے اس پور سے میں کرتی نہیں نداری
باتو نہیں بھی کہہ میں کے پہلو نہیں نکلتے	آکھوں سے مری دیکھو انسو نہیں نکلتے
فرما کے یہ غش کر گئیں اور پہر ہو میں ہشیار	پوچھا کہ کدھر ہے علی اکبر مراد دلدار
بانو نے کھا شاہ سے بادیدہ خونبار	اب زرق بصارت میں ہی ہے یا شہ ابرار
ابکی جو غش آیا تو کد جا میں گی زینب	لیجائے لاشے نہیں مر جائیں گی زینب
یہ سنتے ہی لاشوں کو اڑھانے لگے سرور	راٹھ میں صفی ماتم سے اوٹھیں کہوئے ہو سرور

باتو نے کھڑے ہو کے ادھر روک لی چادر	چلائی سمجھ کر شہِ مظلوم کی خواہش
ٹھہرا ہی کیوں داغ دئے جاتے ہولوگو	ہے ہے مرے بچو نکو لئے جاتے ہولوگو
دیکھا نہیں جی بھر کے ابھی بیٹھوں کا دیدار	دونوں کی بھائیوں مجھے پہر لینے دو اکبار
چوٹے کو بھی چماتی سے لگا لے یہ دل انگا	مادر سے مگر نہوں یہ آئینہ زخا
اگر مین مرے کا یہ کو یہ پر آئی گئے جا کے	دینے دو کفن دونوں کو زہر کی ردا کے
در تک گئیں لاشوں سے پلٹنے کو کئے سر	پر لاشوں نے جانے نہیا خیمہ کے باہر
چلائیں درخیمہ کے پردہ کو ادھڑا کر	گاڑو گئے کھان بھائیوں کو اے علی اکبر
ڈر ہے کہ خفا مجھے مرے لال ہو جائیں	صدقہ لگی لاشے کہیں پامال نہ ہو جائیں

شہادت حضرت عبدالمدین امام حسن رضی اللہ عنہما

جب بہانجے امام مظلوم کے نہایت بیدردی کے ساتھ شہید ہو چکے تو بستی چون کے قتل ہوئی کی نوبت پہنچی اور حضرت عبدالمدین حسن پہوپی کے ولیدوں کے غم میں آنسو بہاتے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے عم مکرم۔ اب سینہ پر صبر کا پتھر نہیں دہرا جاتا مجھے بھی رنکی اجازت ملے۔ حضور نے فرمایا۔ اسے سخت جگر دے یا دو گار برور میں تپھر کا کلچہ اور فولاو کا جگر کھان سے لاؤں جو موئی مٹی کی نشانی سے کمدون کہ اپنا کلا کٹا نیکو چلے جاؤ۔ صاحبزادہ نے آپکو قسم دی اور بڑی مشکل سے رخصت ہوئے میدان میں آئے ہی قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ ابھی ابن سعد کے نزدیک پہونچنے ہی نہ پاے تھے کہ یاسی آدیوں کا فیصلہ تھا۔ ابن سعد نے جو ایک پھرے ہوئے شیر کو اپنی طرٹ چپٹے ہوئے دیکھا تو جان لیکر بھاگا۔ حضرت عبدالمدین نے میدان میں آکر موڑی دیروم لیا اور فرمایا کہ اب کوئی ہمارے مقابلہ کے لئے آے۔ جب ابن سعد نے دیکھا کہ مین بال بال بچ گیا تو یاگ پیر کے اگلی صف میں آیا اور لوگوں کو ادھڑکے

سامنے جانیکے لئے ترغیب و تحریص دینے لگا۔ کہ انہو کو نبی عبد اللہ کو ماریکا زور فصاحت و غلام و مرکب پائیگا۔ یہ سنکر بختری بن عمرو شامی اوسکے پاس آکے کہنے لگا۔ افسوس ہے۔ توفیق کی سپہ سالاری کا تو دعویٰ کرے لیکن ایک لڑکے کے ڈر سے بھاگتا بھرے کیمخت۔ تجھے شرم نہیں آتی کہ دوسروں سے موت کے منہ میں جانیکو کتا ہے اور خود اپنی جان چپا تا پتر ہے ابن سعد فرماتا ہے سرحد کا لایا اور جو ایدیا۔ اسے بختری۔ جان بڑی عزیز چیز ہے اگر میں اسوقت بہاگ نجاتا تو عبد اللہ بدیشک مجھے مار ڈالتا اگر تجھے یقین نہیں تو تو ہی اس لڑکے سے اولہ کر دیکھ لے۔ تو بڑی ہی دیر میں معلوم ہو جائیگا کہ ہاشمیوں سے اکتنا ایسا ہوتا ہے۔ بختری کو انکی یہ بات ناگوار ہوئی۔ کہنے لگا کہ رے کی حکومت تو تو لے اور ٹانگ برابر بچوں سے بھاگتا پتر ہے اور جان ہم لوگ دین۔ ابن سعد اسباب سے برہم ہو گیا اور بولا کہ ابھی تم لوگوں کی گستاخیاں ابن زیا کو دکھاتا ہوں۔ تم میرے اوپر طعن کرنے کو ہو یا تمہارا یہ کام ہے کہ جو میں حکم دوں اوسکی تعمیل کرو۔ اچھا۔ اسوقت جمعی کو عبد اللہ کے سامنے جانا پڑیگا۔ بختری ابن سعد کا یہ کلام سنکر اپنا سامنے لیکے رہ گیا اور اپنے پانچ سو سوار خاصہ لیکر جناب عبد اللہ کے سامنے آیا۔ یہ حال شاہدہ فرما کے جناب امام عالی مقام نے حضرت محمد بن انس۔ اسد بن ابی دجانہ اور جناب احسن کے غلام پیروزان کو بھیجے کی مدد کو بیجا۔ پیروزان سب آگے بڑھے بختری کے برابر جا کھڑے ہوئے اوسنے غلام کی اس جرات پر ناک ہوں سکڑ کے اونپر وار کیا۔ جناب پیروزان بھی اوس سے اکٹھے گئے حضرت عبد اللہ نے جو دیکھا کہ باپ کا غلام معرض خطر میں ہے تو نیزہ لیکر اوسکی مدد کو چلے۔ حضرت اسد و محمد بھی اونکے پیچھے ہی روانہ ہوئے پیروزان نے جو دیکھا کہ خود شانہ بہ صاحب میری طرف آتے ہیں تو سمٹ کے اونکے ساتھ ہو لئے ان سبوں نے حملہ کر کے بختری اور اوسکے پانچ سو سواروں کو نوک دم بگا دیا۔ یہاں تک کہ انکی مار سے وہ لوگ ہائے تو بہ

چماتے ہوئے قلب لشکر میں ابن سعد کے پاس پہنچ گئے اس وقت شیش رباعی نے پانچسو سواروں کے ساتھ صف لشکر سے جنبش کی اور لٹکار کے بختری اور اس کے ساتیوں سے کہا کہ اے نادر دو۔ تم ایک جم غفیر ہو کے چار آدمیوں سے بھاگ آئے جنہیں ایک تو اڑکا ہی ہے زون ہے ایسی زندگی پر۔ دیکھو سب میں جاتا ہوں۔ یہ کمکر اپنے پانچسو سواروں سے چاروں صاحبوں کو جاگیر۔ حضرت عبداللہ شیش کی طرف جھکے۔ جناب محمد و اسد بھی سایہ کی طرح ان کے ہمراہ ہو گئے اور ہر پیروزان نے دوبارہ بختری پر حملہ کر کے اس کے لشکر کے پرچے اڑا دیئے۔

ابن سعد نے خود لوگوں سے جنگ کر بلا کے بعد بیان کیا تھا کہ میں اس دن خود پیروزان کی جنگ کو دیکھتا تھا اور تعجب کرتا تھا کہ اُمّی۔ یہ کیا اسرار ہے اور ان بوکھڑوں پیاسوں میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی ہے خدا کی قسم۔ اگر ایک ایک کٹورہ پانی کا ان لوگوں کو لڑنے کے وقت ملجایا کرتا تو پھر یہ لوگ زید کی کُل فوج کے بس کے نہ تھے میرا لشکر تو درکنار یہیں نے بنا ت خود اس وقت کھڑے ہو کے گنا کہ اکیلے پیروزان نے ایک سو تیس آدمی تیر سے اور بیس تلوار سوار کے روایت ہے کہ جب پیروزان لڑتے لڑتے تھک گئے تو چاکہ خدمت امام میں جاؤں اثنائے

راہ میں عثمان موملی نے پیچھے سے نیزہ اونکی کمر میں مارا۔ وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر آئے اور گھوڑے نے بہاگ کے جھل کی راہ لی۔ لیکن واہ رے شجاعت۔ گر تھے ہی پیروزان نے نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ تلوار سنبھال کر سپر اپنی سر پر رکھ لی اور اشیقاء کے ساتھ پہرہ لے گئے۔ اسد بن ابودجانہ نے دیکھا کہ غضب ہوا۔ پیروزان پیادہ ہیں اور پہرہ اوئیں غصہ آگیا ہے۔ پس اپنے گھوڑے کو لٹکار کے فوراً ان کے پاس چاہو پنے اور پیروزان کے گرد کے آدمیوں میں سے جو وہ آدمی مار ڈالے۔ باقی بہاگ نکلے۔ حضرت اسد نے اون سے کہا کہ اے بہائی وقت تارک ہے۔ ہمت کر کے تم ہی میرے ہی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ پیروزان چڑھنا چاہتے تھے کہ غلام

پھر چاروں طرف سے گمراہے اور لڑنا شروع کر دیا حضرت اسد نے پیروزان کو کوچہ چوڑا کر دیا اور ان کے آگے ہو کے خود لڑنے لگے۔ اسی حال میں بختری نے پاس آ کے اون کے دایین پہلو میں نیزہ لگایا۔ او کی ٹوک بائیں جانب نکل آئی اور نیزہ ہاتھ سے گر پڑا۔ حضرت اسد چاہتے تھے کہ تلوار شبہا لیں مگر ہاتھ نے کام نہ دیا۔ ارزق بن ہاشم نے آ کے ایک ہی ضرب تیغ میں ان کا کام تمام کر دیا اور حضرت اسد جنت کو سدھارے۔

اسوقت حضرت عبداللہ بن حسن شیت ربیع کے ساتھ مشغول بیکار تھے اور شرفہ زخم او کی لگائے تھے آخر شہر یہاں تک کوشش کی کہ وہ لوگ اون سے تاب مقابلہ نہ لاسکے اور چلتے پھرتے نظر آئے۔ حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ پیروزان اور اسد کو لشکر اعداء نے گیر کر کما ہے پس اون کی طرف متوجہ ہوئے مگر آپ کے پو پختے سے پہلے حضرت اسد شہید ہو چکے تھے آپ کو بڑا رنج ہوا۔ اون کے قاتل کو نیزہ کی ایک ہی طعن میں ہلاک کر ڈالا۔ اسب لشکر اون کے خور سے بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت عبداللہ نے آگے بڑھ کے پیروزان کو زمین پر پڑا دیکھا کہ زخم مجھ سے ہاتھ اون کی طرف بڑھا دیا اور اون میں اوٹھا کے اپنے آگے زین پر ڈال لیا۔ گھوڑا چند ہی قدم چلا تھا کہ عاجز ہو گیا کیونکہ اس کے جسم پر ہی سوتیر سے زیادہ لگے تھے۔ اور بچا رہا ہو کما پیا سا تھا اور چاروں طرف بہت سی دھڑ دھوپ کر چکا تھا اسوقت دو آدمیوں کی برداشت اوس سے نہو سکی کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ او تر پڑے اور پیروزان کو بھی اوتا لیا۔ اون کے چچا حضرت عون بن علی نے پیچھے کوچہ پر زیادہ دیکھا تو گھوڑا دوڑا اون کے پاس آگئے۔ حضرت عبداللہ نے پیروزان کو اون میں دیا اور خود اون کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ حضرت عون تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ پیروزان زمین پر گر کے جان بحق تسلیم ہو گئے۔ حضرت عون و عبداللہ اون کی لاش پر بہت روے اور فرمایا۔

ترکِ احباب گرفتارِ بیکبار دروغ
باہانِ ایم بصد حسرت و تہوار دروغ

از غمِ حسرتِ یارانِ وفادار دروغ
بالب تشنہ بخونِ غرقِ بختِ ناموس

دوسری بار شاہزادہ عید العید نے دنیا و مافیہا سے دل برداشتہ ہو کے عتبانِ اختیار قبضہ پاک پروردگارین دی اور دشمنوں پر جبک پڑے مبارز طلب کیا لیکن کوئی بھی سامنے نہ آیا۔ ہر چند ابن سعد نے سرٹکا لیکن سہون نے سنی ان سنی کر دی۔ وہ بہت جہنم لایا اور عتہ بین تمام لشکر کو مغلفات سنائے گا۔ گالیان سنکر یوسف بن الاحجار سے نہ رہا گیا گھوڑا بڑھا او سکے پاس آیا اور کہا کہ تو بڑا بیجا ہے۔ حکومت کی سند اور سپہ سالاری کا عہدہ تو تو نے لے رکھا ہے اور گردن ہمارے کٹواتا ہے تو خود بڑھنے اس لڑکے سے دو چار کیوں نہیں ہوتا یقین ہے کہ اسی وقت حکومت رے اور سپہ سالاری کا فزہ آجائیگا۔ ابن سعد چاروں طرف کے طئے سنتے سنتے گبر لگیا تھا کیا ناہو کے کہنے لگا کہ مجھے ابن زیاد کا یہ حکم نہیں کہ خود لڑو بلکہ تم سب میری زیر حکومت کئے گئے ہو میں جسکو چاہوں میدان میں بھیجوں اور سے جانا پڑیگا۔ یوسف نے جواب دیا کہ اگر تجھے جنگ کا حکم ہوتا بھی تو تو کیا کر سکتا تھا۔ تو اور ابن زیاد ان لوگوں کو نظر نہیں آتے ورنہ کبھی کانہوں نے تمہیں ڈھیر کر دیا ہوتا اور یزید کے سامنے جا کھڑے ہوتے۔ چونکہ لاکھوں کا ہجوم ان کئی دن کے تشنہ لبوں کے درمیان حائل ہے اسلئے بے بس ہیں۔ ابن سعد اپنے لشکر والوں سے ایسی پتے کی سنکر کھٹ گیا اولال بیلاہو کے بولایس بس۔ خاموش اگر زیادہ بلیگا تو بکڑ کے ابن زیاد کے پاس بھجوا دو لگا۔ یوسف بن الاحجار ڈر گیا۔ گھوڑے کو اڑیگا حضرت عبد اللہ کے سامنے آیا اور شاہزادہ عالی قدر کے سینہ کی طرف نیزہ چلایا۔ آپ نے اسے رد کر کے اپنا نیزہ اس کے گلے پر ملا جسکی نوک گدھی کے پیچھے نکل آئی اور وہ اونٹنا زمین پر گر کے مر گیا۔

اوسکے بیٹے طارق بن یوسف نے باپ کا جو یہ حال دیکھا تو حضرت عبداللہ کے سامنے آکے واہی تباہی کہنے لگا اور جیسا وہ شرم کو ایک طرف کر کے گالیان دینی شروع کیں۔ حضرت عبداللہ نے نیزہ منہ سال کے طارق پر حملہ کیا۔ اوسنے بڑی سبکدستی سے تلوار چلائی اور شہزادہ کے نیزہ کے دو کورے چاہتا تھا کہ وہی تلوار آپ کے سر پر لگائے مگر آپ نے دست مبارک سے ایسا جھکا دیا کہ تلوار کن کہناتی ہوئی ہوا میں چلی گئی اور کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ حضرت عبداللہ نے دوسرے ہاتھ سے اوسکا گریز بیکر کے زمین پر جو دے پٹکا تو ہڈیاں پسلیاں سب چور ہو گئیں اب اوسکا چچا مدرک بن سہل بیتیجہ کے غم میں جھلایا ہوا آیا اور جناب حیدر کرار اور انکے فرزند ان نامدار کو نقش اور مغلطات سنانے لگا۔

لگے منہ ہی چڑا کر دیتے دیتے گالیان جھٹکا	زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجئے دہن بگڑا
--	--

حضرت عبداللہ نے برم ہو کر تیغ محوت اوپر لگائی کہ سر اور دونوں ہاتھ اور نصف بدن تو زمین پر آن رہا اور باقی جون کا توں کھوڑے پر دہرا گیا۔ آپ نے اوسکی ٹانگ کنہج کے زمین پر ڈال دیا اور خود اوسکے مرکب بیش بھاتا زنی تڑاؤ پر چڑھ کر فرمایا دیکھو۔ شجاعت اسکا نام ہے۔ اب کسی اور کو بھجوانے شکر خائف نے سر نیچ کر لئے اور ہول و ہیبت سے کانپنے لگے۔ حضرت عبداللہ نے جو دیکھا کہ کوئی نہیں آتا تو لاچار خود فوج اعداء کی طرف چلے۔ ناگاہ ایک بڑا مضبوط نیزہ زمین پر پڑا دیکھا اوسے اٹھالیا اور سر کے گرد پراتے ہوئے مسمیت پر جا پڑے۔ صفوں کو زیر و زبر کر دیا۔ بارہ آدمی تیرہ کی طعن سے مارے پھر جناب امام حسین کے پاس آکر بیکار بجایا عم العطش العطش حضرت امام عالی مقام نے فرمایا۔ اے چچا کے نو بیروا سے کسے کشت مگر خاطر جمع رکھ۔ تیرے دادا اور والد محقریب تجھے آب کوثر سے سیراب کریں گے اور تیرے دل کے زخموں پر راحت کامیاب کریں گے۔ حضرت عبداللہ اس بشارت سے مسرور ہو کے پھر میدان میں آئے اب پانچ ہزار آدمی

نے ایک ساتھ اونپر حملہ کیا اور نیزہ و تیر و تلوار سے لیکر اونہیں زخمی کرنے لگے آپ نے اونپر حملہ کر کے چاہا کہ زخم سے باہر نکلیں مگر نکل نہ سکے جناب عباس نے یہ حالت دیکھ کے علم حضرت علی کبیر کے سپرد کیا اور خود حضرت عون ابن علی کے ساتھ ہیتیجہ کی مدد کو دوڑے اور حضرت عبداللہ کو اون سے چوڑا لائے چونکہ جناب عبداللہ نہایت مجروح ہو گئے تھے گھوڑے کو اہستہ آہستہ چلاتے تھے۔ ناگاہ فیہان بن زہیر نے پیچھے سے آکے ایک ضرب اونکے شانہ پر لادی کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور عالم قدس میں قدم رکھا۔ حضرت عباس نے پیچھے پھر کے جو یہ حال دیکھا تو ایک ہاتھ فیہان کے ایسا مارا کہ سر او کا لٹکنا ہوا اور جا پڑا۔

اوسکے بیٹے حمزہ بن فیہان نے نیزہ جناب عباس کی طرف راست کیا مگر حضرت عون بن علی نے پیش دستی کر کے تیغ تیز سے نینوا اور ہاتھ حمزہ کا کاٹ ڈالا۔ جناب عباس نے اور کا کام تمام کر دیا اور حضرت عبداللہ کو جناب امام عالی جاہ کے خیمہ میں لے آئے۔ اہلبیت نے مرحوم کے جلال اور جوانی پر دنیا پٹینا شروع کیا اور ان نے آہ گرم سے کمر ڈال دیا۔

گنجے چنیں تہفتہ بزر زمین درلغ

از باغ ناز رفتن سروے چنیں درلغ

ہاے ایسا نحال گلشن کامرانی بہار جوانی کے شروع میں خزان اجل سے پژمرده ہو گیا۔

دردیدہ زریں اشک خاشاک افتاد

درداکہ دل از حادثہ عنناک افتاد

بے آنکہ رسیدہ بود بر خاک افتاد

نوبادہ بلغ عمر از شاخ امید

شہادت حضرت قاسم بن الحسن رضی اللہ عنہما

جب حضرت قاسم نے بہائی کی یہ حالت دیکھی تو روتے پیٹتے گریبان چاک کرتے چپا کے پاس آئے اور عرض کی۔ اے قبیلہ دو جہان اب مجھے مفارقت افریبا کی تاب نہیں رہی اجازت دیجئے تاکہ اپنے پیارے بہائی کے خون کا بدلا دشمنوں سے لون حضرت امام حسین نے

فرمایا کہ اُسے چچا کی جان۔ تو اس صحرائے مصیبت میں میرے برائی کی یادگار اور اینس دل و اغدار کے
میں تجھے اجازت ہرگز نہ دے گا۔ تیرے فراق کا داغ مجھے نہ سہا جائیگا۔ اتنے میں حضرت قاسم
کی ان نے آ کے اونکا واسن پکڑ لیا اور فرمایا۔

مرچوم سید نہ چون توئی مرچوم زیدہ ہم تو شو

اے بدم گرفتہ جا لطف کن از نظر مرو

قصہ مختصر جناب قاسم کو کسی طرح جنگ کی اجازت نہ ملی اب امام عالی مقام کے بہائیوں نے
محاربہ کا ارادہ کیا۔ حضرت قاسم مخموم و محزون روتے ہوئے خیمہ میں چلے آئے اور سر زانو چڑھ کر
بیٹھ رہے۔ اسی فکر و اندوہ میں آپ کو یاد آیا کہ والد ماجد نے انتقال فرمائیکے وقت ایک تعویذ میرے
بازو پر باندھ کے وصیت کی تھی کہ بیٹا۔ اپنی زندگی میں جب تجھ پر ملال بیشمار اور اندوہ بسیار ہو تو اسکو
کھول کے دیکھو اور جو کچھ اسمین لکھا ہوا ہے عمل کیجو بادشاہ الدوہ رنج دور ہو جائیگا وہ تعویذ آج تک
بجھنہ میرے بازو پر بندھا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آج کی سی مصیبت نہ جھپکھی پڑی تھی نہ پڑیگی
اوسے کو لکے دیکھنا چاہئے شاید کہ میری شکل آسان ہو جائے اس خیال کا داغ میں سماتا تھا
کہ حضرت قاسم نے وہ تعویذ کھول ڈالا۔ دیکھتے کیا ہوں کہ جناب امام حسین نے اپنے خط خاص
سے یون لکھا ہے۔ ”بیٹا قاسم۔ کربلا میں حسین پر جان نذا کر دینا مفتاح باب سعادت اور وسیلہ
اقبال و شہاد ہے۔ بیٹا جس دن تیرے پیارے چچا وشت کربلا میں شامیان پر دغا اور کوفت
بیوفا کے ظلم و ستم سننے لگیں تو اپنا سر اونکے قدموں پر تار کر دیجیو۔ خبردار۔ ایسا نہو کہ اونکے یا
اپنی مان کے روکنے سے لوگ میں بیٹھ رہے اگر ایسا کریگا تو نہ میں تیرا باپ ہوں نہ تو میرا بیٹا۔“
حضرت قاسم یہ وصیت پڑھ کے چونک پڑے اور زبنا خوشی سے تریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائیں
دونوں ہاتھوں سے دلوں بندہ رال کے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی لو چچا صاحب
میرے شکل خدا نے آسان کر دی۔ یہ لکھو وہ نوشتہ اُنکے سامنے پیش کیا۔ امام حسین نے مضمون

پڑھا اور خط بہائی کا پہچان کے آہ سوز تاک سینہ سے کینچی اور زار زار رو کے فرمایا اس نے جان غم
 بیشک تیرے باپ کی وصیت تیرے لئے یہی ہے اب میری مجال نہیں کہ تجھے روکوں۔ جاؤ
 اور اپنے والد ماجد کے حکم پر عمل کرو۔

مولانا کمال الدین حسین صاحب تفسیر حسینی فرماتے ہیں کہ اس وقت جناب امام عالی مقام نے
 فرمایا کہ بیٹا قاسم۔ مجھے بھی بہائی صاحب نے اپنے آخری وقت میں ایک وصیت کی تھی چاہتا ہوں
 کہ میں بھی اس پر عمل کروں تو طوی دیر کے لئے میرے ساتھ خیمہ میں چلے آؤ۔ یہ فرما کے نتیجہ کا ہاتھ
 بکڑ کر خیمہ میں رونق افروز ہوئے۔ اپنے بھائیوں حضرت عون و عباس کو طلب فرما کے مادر قاسم
 سے کہا کہ بیٹے کو اچھے اچھے اور نئے کپڑے پہناؤ جناب زینب سے کہا کہ میرے بہائی حسن
 کے کپڑوں کا صندوق لاؤ۔ حضرت زینب نے آئین۔ آپ نے عامہ امام حسن کا اپنے ہاتھ سے
 بہتیجہ کے سر پر باندھا اور ایک قیمتی جامہ اپنا اونہیں پہنایا۔ پہر اپنی بیٹی کا ہاتھ اپنے دست
 مبارک میں لیکے فرمایا کہ اے قاسم۔ یہ تیرے باپ کی امانت میرے پاس تھی میں اسے
 تیرے سر دے دیتا ہوں۔ یہ کہکے عقلمندی کا بہتیجہ سے کر دیا اور ہاتھ اس کا قاسم کے ہاتھ
 میں دیکر باہر چلے آئے۔ قاسم دولہن کا ہاتھ ہاتھ میں لئے ہوئے اور کامنہ تھکتے۔ تھے
 اور حیران تھے۔

پڑگئی اور یہ کیسی مرے اللہ نبی

اک آفت سے تو مگر کے ہوا تھا جیتا

اتنے میں ابن سعد کے لشکر سے ہل من مبارز کی صدا کان میں آئی۔ حضرت قاسم نے دولہن کا
 ہاتھ چوڑ دیا اور چاہتے تھے کہ خیمہ سے باہر آئیں مگر دولہن نے دامن تھام کے رکھا۔ اے
 میرے والی مجھے کسے چوڑے جاتے ہو اور کیا ارادے ہیں حضرت قاسم نے جواب دیا کہ عزم جنگ
 ہے مجھے اپنے والد پر سے صدقہ کر دو۔ دولہن نے دریافت کیا کہ فردا کے قیامت کو میں

تہیں کرمان پاؤنگی۔ فرمایا۔ اپنے والد بزرگوار اور دادا جان کے پاس مجھے دیکھ لینا اور اپنی
 آستین پہاڑ کے اونچے دی کراس نشانی سے مجھے پہچان لوگی۔ یہ فرما کے باہر نکل آئے اور اہمیت
 میں تاہم کاشور چکیا۔ جب جناب امام عالی جاہ نے دیکھا کہ حضرت قاسم مصاف کو جاتے ہیں تو
 فرمایا کہ اے جان غم۔ تو اپنے پیروں سے آپ قبر میں چلا ہے میں اس طرح تجھے نہ جانے دوں گا۔
 آ۔ تجھے اپنے ہاتھ سے کفن پہنا دوں۔ پھر گریبان اذکھا چاک کر دیا اور دستار کے دونوں سر
 دایین بائیں ٹٹکا کے کفن کی صورت بنا دی۔ تلوار اپنی ہاتھ میں دیکے میدان کو رخصت کیا۔
 حضرت قاسم نے وہاں پہنچ کے جبر پڑھی۔ اشہب تیز رفتار کو گرم عنان کر کے فرمایا کہ ہاں اب جسے
 انما ہو سکے سامنے آئے۔ جیادیر تک کوئی نہ آیا تو آپ نے مخالفین پر حملہ کر کے اذکھی اگلی صفوں کو
 درہم درہم کر دیا اور بہت سے دلیروں کو خاک میں ملا دیا۔ اعداء کے دل میں ایسا خوف پڑھا کہ کسی
 روبرو ہوئی کا قصد نہ کیا۔ آخر آپ نے تنگ ہو کے بھڑاؤ دی کہ اے ابن سعد جفا کار۔ تیرہ
 روز گار۔ تو نے بہت سے رفقا اور ہواداران حسین کو اس دشت کرب و بلا میں بہو کر پایا سا شہید
 کیا پھر اونکے خویش و اقربا کی باری آئی اب تھوڑے سے یکس و پریشان حال باقی ہیں اپنی ہی
 تجھے رحم نہیں آتا۔ اوکنت۔ روسیہ۔ تجھے لازم ہے کہ اپنا منہ کالا کر کے اپنے ان اخوان
 اشیاطین کو ساتھ لئے سہوئے کوفہ چلا جا۔ ہم بہو کے پیاسوں کا پیچا چوڑ دے اور اپنے
 کئے پریشان ہو۔ ابن سعد نے جواب دیا کہ تم لوگ بھی تو اپنی سرکشی۔ سرتابی۔ نافرمانی سے باز نہیں
 آتے اور یزید سے بیعت نہیں کر لیتے۔ حضرت قاسم نے یزید۔ ابن زیاد اور انکے امرا پر فرین
 کی اور فرمایا کہ استغفر اللہ حسین۔ اور ایسے فاسقوں فاجروں سے بیعت کریں گے۔ اے شقی۔ تجھے
 دنیا کے عوض میں دین کو بیچ ڈالا ہے اور اس عجز و غدار پر فریفتہ ہو کے مغرور ہو گئے ہو۔ سنلو کہ یہ
 بیوفا دو تین دن سے زیادہ کسی کے پاس نہیں رہتی۔ اے ابن سعد۔ میں تجھے پوچھتا ہوں

کہ کج تو نے اپنے گھوڑے کو پانی دیا ہے یا نہیں۔ او سنے کہا۔ مان دیا ہے۔ حضرت قاسم نے کہا۔ افسوس۔ اے ابن سعد۔ تو دعویٰ مسلمان کا کرتا ہے اور گھوڑے کو سیراب کرتا ہے لیکن شہ سواران میدانِ امامت تیرے سامنے ہو کہے پیاسے تین دن سے پڑے ہیں اور اطفالِ خور و سہال و ستورات اس گرمی میں پیاس کے مارے ایڑیاں گرڑتی ہیں مگر تو اذکما کم اللہ فی اہلبیتی پر عمل نہیں کرتا۔ ارے کینخت۔ ہم آغوشِ رسول اللہ کے پلے ایک قطرہ آبِ حرمین اور توشنگی قیامت کا کچھ خیال نہ کرے۔ اس مصیبت کے دن ساقی کو ترکو کیسے منہ دکھا۔ یہ سنکر ابن سعد کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی اور انکمون سے بے اختیار اشکون کی جھری برسنے لگی۔ چونکہ دین اپنا کوچکا تھا کچھ جواب نہ دیا اور اپنی سپاہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ اس سوار کو پچاتے ہو۔ یہ قاسم بن حسن ہے۔ تم ایک ایک اسکے سامنے نہ جاؤ بلکہ۔ بلکہ چاروں طرف سے گیسرو۔ لوگوں نے ترسان و لرزان اسی پر عمل کرینکا الادہ کیا۔ تدبیر میں دیر ہوئی حضرت قاسم نے جو دیکھا کہ کوئی مبارز نہیں آتا خیمہ عروس کی طرف چلے اور گریہ و زاری و خستہ حین کی سٹی۔ آپ نے اس کے خوش کرنے کو فرمایا۔

وداعِ عمر نزدیکست و دیدارِ آرزو دارم ❖

برون آندہ کے جاناں کہ بسیار آرزو دارم

دولہن جناب قاسم کی آواز سنکر دوڑی اور کھا۔

بیاکہ حمی و ہمت برودیدہ جاہ نشین ❖

خوش آمدی ز کجامی سی سیاہ نشین

حضرت قاسم اونگے پاس گئے اور فرمایا۔ اے انیس دل پر غم۔ سپاہ دشمن خیرگی اور ظلم پر مستعد ہے۔ فرصت بات کرنیکی نہیں۔ چاہتا ہوں کہ تیغِ آبدار کی صولت اور آتشِ شجاعت و جرات سے انکی شرارت کو فرو کردون پس میں معذور ہوں۔ چچا کی مصیبت دیکھی نہیں جاتی مجھے معاف کرنا۔ غرض کہ عروس سے رخصت ہو کر میدان میں اگر مبارز طلب کیا۔ کوئی بھی نہ آیا۔ آپ کی آتشِ غضب نے

اور اشتغال کپڑا۔ چار دفعہ میمنہ۔ میسہ اور قاب پر حملہ کر کے بہتے دلیروں کوئی اتاروا سکر کیا اور ہر باجیب حملہ سے فانی ہوتے تو میدان میں کھڑے ہو کر کسی کو طلب کرتے جب چوتھی دفعہ ایسا ہی کیا تو ابن سعد ازرق کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ تو زید کے لشکر کا سپہ سالار ہے اور ہر سال دس ہزار دینار اس سے لیتا ہو۔ دلاوران شام و عراق میں تیری شجاعت کا شہرہ ہے تو کیوں نہیں باہر جاتا اور اس جوان کا فیصلہ کر دیتا۔ ازرق نے جواب دیا۔ واہ۔ کیا قدر دانی ہے مجھے مصر و شام میں سب لوگ جانتے ہیں کہ اکیلا ہزار سوار کا منہ پیر سکتا ہوں۔ میں اس ٹانگ برابر بچھ سے لڑ کر اپنی مٹی خراب کیوں کرنے لگا تھا۔ اگر میں نے اسے مار بھی لیا تو میری کیا ناموری ہوگی۔ ابن سعد برہم ہو گیا اور بولا۔ اے نایک! تو اسے ٹانگ برابر رکھتا ہے نہیں جانتا کہ یہ جگر بند حسن مختبی اور نواسہ حضرت محمد مصطفیٰ کا ہے۔ یہ تیری چولین تک ڈھیلی کر دیگا۔ قسم ہے خدا کی۔ اگر یہ ہو کہ پاسبان تو ہم سے بات بھی نہ کرتا اور یوں ہی دہا دہ مجا دیتا۔ نا مردی سے بہانہ مت کر اور اس سے جا کے مقابل ہو اگر تو نے اسے مار لیا تو زید کے آگے محترم اور ابن زید کے سامنے ختم گنا جائیگا۔ ازرق بولا کہ میرے اگر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو گے تب بھی اسکے منہ نہ لگوں گا۔ ہاں اگر تمہیں ایسا ہی امر ہے تو میرے چار بیٹے شجاع و دلیر اور جبریہ بن اون میں سے کسی کو بھیج دو وہ جا کے اسکا سر اوتار لایا گیا یہ کہنے سے بڑے بیٹے کو بلا خود گھوڑے سے اتر پڑا اور اسے سوار کر کے اپنی تلوار اور سیکی بکھرین باندھی۔ پسر ازرق کیل کانٹے سے دست چاقو بند ہوزہ تنگ حلقہ اور خود فولادی اور ساقین و ساعدین لگا تیرہ خلی ہاتھ میں لئے اور سنہری ٹپکا باندھے میدان میں آن موجود ہوا۔ حضرت قاسم نے اس کے شکوہ اور آراستگی کا مطلق خیال نہ کر کے اپنے گھوڑے کو ہلکا را اور اسکے آگے پونچکے سینہ کی طرف نیزہ چلایا۔ اس نے فولادی سپر اپنے آگے کر لی۔ حضرت قاسم کے نیزہ کی نوک سپر پر ٹوٹ گئی۔ آپ نے

غصہ سے نیرہ پسند آیا اور تلوار کینچی اوسنے ہی نیرہ پسند کیا کہ تلوار سنہالی۔ آپ نے اسے اپنی سپر لیا وہ ڈوٹکڑے ہو گئی اور حضرت قاسم کا ہاتھ مجروح ہوا۔ لشکارا مہین سے حضرت محمد بن انس نے دیکھا کہ قاسم کے پاس سپر نہیں ہے بے اختیار دوڑے اور ایک فراخ دامن اور مضبوط سپر انہیں پہنچا دی۔ حضرت قاسم کی پشت دست پر جو زخم لگا تھا اوپر اپنا عمامہ بھاڑ کے باندھ دیا اور اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ جناب قاسم نے سپر ہاتھ میں لے اپنے دشمن پر حملہ کیا۔ ابن ارقم پر جا ہوتا تھا کہ اس کے تلوار لگاے مگر یکایک اس کے گھوڑے نے ٹھوکر ماری اور وہ دم سے زمین پر آن رہا۔ سر اسکا برسنہ ہو گیا۔ بال اس کے لیے لیے تھے حضرت قاسم نے گھوڑے سے جھک کے ہاتھ میں لپیٹ لے اور گھوڑے کو اوڑھایا۔ زمین سے اوٹھا چاروں طرف چکر دیکے چٹکیا اور گھوڑے سے پامال کر ڈالا۔ تمام اعضا اس کے چور ہو گئے۔ تلوار اسکی نہایت قیمتی تھی وہ آپ نے لیلیٰ پر نیرہ سنہا لے کر لے ہو گئے اور مبارز طلب کیا۔ ارقم بیٹے کی یہ خواری دیکھ کر بہت رویا۔

دوسرے بیٹے نے باپ کو جو روتے دیکھا تو بغیر اجازت لے ہوئے میدان میں چلا آیا۔ حضرت قاسم کے گرد ایک چکر دیا اور کہا۔ اے بے رحم۔ تو نے ایسے جوان کو مار ڈالا جسکی نظیر شام میں نہ تھی۔ حضرت قاسم نے فرمایا اے عدو والد۔ اب تجھے بھی اویس کے ساتھ کئے دیتا ہوں گے۔ کیا کیون جاتا ہے یہ کہہ کے نیرہ اس کے پہلو میں مارا جو دوسری جانب نکل آیا اور کباب کی طرح سب پر پیر کے زمین پر دے پٹکا۔

تیسرے بھائی نے یہ ماجرا دیکھ کے کپڑے پہاڑ ڈالے اور خاک سر سڑا لے کر ساند کی طرح خوب ڈکرایا اور باپ سے اجازت مانگی۔ باپ کو اس سے بہت محبت تھی اجازت نہ دی۔ اس نے باپ کی بات کا کچھ لحاظ نہ کر کے گھوڑے کو لٹکا دیا اور باپ پر زفرین کرتا ہوا میدان کا زار میں

اکثر ہوا حضرت قاسم نے جو اس کے ہدیائات سنے تو ہونے سے نیزہ اس کے شکم ناپاک
مین ہونکدیا جو پشت سے نکل آیا۔ وہ مردود جنم مین داخل ہو گیا۔

ارزق نے جب تین بیٹوں کا مرنا آنکھوں سے دیکھ لیا تو پچھا ٹکھا کے زمین پر گرا اور
گھوڑے سے نیچے آ کے اپنے سر کے بال اور ڈاڑھی نوچی اور خاک سر اور منہ پر ڈالنے لگا۔
رورو کے ہتیار تین پر سچے اور چاہا کہ قاسم کے آگے جاؤں۔ اتنے مین چوتھے بیٹے نے باپ سے
نہ کچھ پوچھا نہ گہما گہما حضرت قاسم کے برابر جا کر اہوا اور فحش گالیاں دینی شروع کیں۔ قاسم نے
اونکے جواب کی طرف التفات بھی نہ کی اور لڑنے کا قصد کیا۔ ابن ارزق نے اونکے نیزہ مارا۔
شاہزادہ نے اسے تلوار ماری جو سید ہے ہاتھ اور نیزہ کو قطع کرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی
اور وہ برگشتہ بخت بہا گا۔ خون کا فوارہ چھوٹتا جاتا تھا یہاں تک کہ اپنے لشکر مین پہونچکے
گھوڑے سے گر پڑا اور مر گیا۔

چاروں بیٹوں کے مرنے سے ارزق کے حواس خمسہ مین فرق گیا اور دنیا آنکھوں مین سیاہ
ہو گئی بہت جہنملا کے سلاح تن پر لگاے اور اسپ تازی نثار پر سوار ہو کے میدان مین آیا۔
اور بولا اے سنگدل بے انصاف۔ تو نے چار بیٹے میرے مار ڈالے۔ جھکا نسل و اماند تمام عراق
و شام مین تھا۔ قاسم نے کہا معاف کر مجھے غلطی ہوئی ورنہ اون مین پال لیتا وہ میرے پاس
مجھے پیار کرتے آئے تھے خیر اب بھی اسکی تلافی ہو سکتی ہے۔ اے۔ تو بھی بیٹوں کے پاس پہونچ جا
جب امام حسین نے دیکھا کہ ارزق خود قاسم کے مقابلہ مین آیا ہے زمین بیرون کے نیچے سے
نکل گئی اور سر پیٹ کے فرمایا کہ وہ پلٹن۔ جنگ آزمودہ اور شہور نامی پہلوان ہے میرے گلبدان
اور نازک تن سے اس کا مقابلہ کیسے نہیں کیا۔ پہر گھوڑے سے اتر کے عمامہ سر مبارک سے پسند کیا
اور قاسم کی نعتیابی کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ دونوں طرف کے لوگوں کی

انکمیں حضرت قاسم اور ارزق کی طرت تاک لگاے تھیں۔

ارزق نے نیرہ سنبھا لکے قاسم چمکے کیا قاسم نے بڑی خوبصورتی سے اسے رو کر دیا۔ پھر جو بندہ باندھتا تھا عجیب چلت پھرت اور پھرتی سے یہ اسے کو لے تے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں بارہ طعنوں کا رد و بدل ہوا۔ ارزق نے جملہ کے حضرت قاسم کے گھوڑے کے پیٹ میں نیرہ برہو نکدیا وہ غریب بے زبان و بہن ٹرپکے رہ گیا اور قاسم پیادہ ہو گئے۔ جناب امام نے محمد بن انس کو آواز دی کہ میرے ولید پر آج نہ آنے پائے جلدی اس کے پاس گھوڑا لیکر پہنچو۔ محمد بن انس جناب امام کا خاص گھوڑا لیکر ان کے برابر جا کھڑے ہوئے اور حضرت قاسم کو سوا کر دیا۔ وہ پھر ارزق پر حملہ آور ہوئے وہ شقی سامنے سے ہٹ گیا اور اب اون میں باہم تین طعن کا پھر رد و بدل ہوا جب کچھ مہس نہ چلا تو ارزق نے ہار کے تلوار نکالی اور قاسم پر حملہ کیا۔ جناب قاسم نے بھی تلوار میں تبرق سوزان کے نیام سے نکالی۔ ارزق نے خوب گھور کے دیکھا اور پوچھا۔ اے قاسم یہ تلوار جو تیرے ہاتھ میں ہے میری ہے میں نے اسے ہزار دینار میں خریدا تھا پھر ہزار دینار اور دیکے اسے زہر میں بھجوا دیا تھا۔ تیرے پاس کیسے آئی۔ حضرت قاسم نے جواب دیا۔ تیرا بیٹا اسکو بطور اپنی یادگار کے مجھے دیکھا ہے میں اسی کی آب کا شراب پیجے پلا کے بیٹوں کے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ اے ارزق تجھے ہم دروہا ہی ستے تھے۔ تو نے اپنے گھوڑے کا تنگ بھی اٹھا سے نہیں کہیں پتا قریب ہے کہ اس دارو گیر میں تو نیچے آن رہے۔ بڑا ہاڑ کے کے جُل میں آگیا اور خم ہو کے گھوڑے کے تنگ کو دیکھنے لگا۔ پھر کیا تھا۔ حضرت قاسم نے بجلی کی طرح ٹرپکے ایسی دو تہی کمر میں دی کہ لگدری کی طرح دوہو کے گر پڑا۔ دونوں لشکروں سے غل اٹھا کہ وہ مارا۔ حضرت قاسم اپنے گھوڑے سے اوچل کے ارزق کے گھوڑے پر جا برا بے اور جناب امام کے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے اپنے لشکر میں چلے آئے اور عرض کی۔ چچا جان اپنا گھوڑا خیر

جناب نام نہ گئے۔ لگے کے پناہ کیا اور پوچھا۔ جان بچا کر تیرا کیا حال ہے۔ نتیجہ نے عرض کی
 واعمال العطش العطش اگر ایک دفعہ پیاس بہر کے مجھے پانی لہجاسے تو اس تمام لشکر کو چکی میں
 پیس کے رکھ دوں۔ جناب امام حسین نے روکے تو مالک بن ابی صبر کرو۔ ذرا سی دیر میں تیرے دادا
 آب کوثر سے تجھے سیراب کر دینگے۔ باوجود خیمہ میں ہواؤ۔ تمہاری ماں نے رد روکے اپنا رخسار حال کر لگا
 جتا جتا سونے خیمہ کی طرف رخ کیا۔ وہاں اونکی ماں اور دولہن دونوں بیٹھی تھیں۔ دور سے
 سنا کہ والدہ ماجدہ گریا رہی ہیں۔ اسے فرزند ارجنہ والے آرام دل درد مند۔ تو کہاں ہے۔ بیٹا۔
 جلد اپنے دیدار عزیز سے میری آنکھوں کو روشن کر۔

رفتاری از دیدہ و سن بے سرو پایم بے تو

تو کجائی کہ ندانم کہ کجایم بے تو

دلہن بھی زار زار روتی ہے اور بھڑکاری کہتی ہے۔

برفت آن ماہ ماراد دل ازوے صد ہوس ماند

نم بجز این اویا جان شیرین ہنقس ماند

قاسم نے یہ صدائیں سنیں اور بے اختیار ایک چیخ ماری۔ اونکی ماں اور دولہن خیمہ سے نکل کے

اونکے پیروان پر پڑنے لگیں۔ حضرت قاسم نے اونکی بہت سی دلداری کی اور عرض کی۔ اناں جان۔

صبر تحمل اختیار کرو اور داعی ہی تشفی اور تسلی کرتی رہو۔ خدا کے تمہیں اجر نیک دیگا۔ آج فاطمہ کے

چاند پر فکرم کی گٹھا چارہ ہے جو اون پر اپنی جان قربان کر دیگا رسول عربیؐ اور اس کے منوں و شکوہ

ہوں گے۔ اے ماں۔ تم دل سے اپنے جگر بند کو اونپر صدقہ کرتی ہو تمہارے حشر کے دن بڑے

مرتبے ہوں گے۔ اے ندرت۔ دنیا چند روزہ ہے تمہیں بھی ایک دن اسکو چھوڑنا ہے اور اولاد بھی

ہمیشہ باقی نہیں رہتی باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَذْكُرُ وَجْهَ سَابِقِ دُؤَالِ الْجَلَالِ
 وَالْإِكْرَامِ پس دوری ضروری اور اضطرابی ہے اور مفارقت الابدی اور بے اختیاری ہے
 پر جب وہ نبات بہشت کے قیقن کے ساتھ ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے

نہ کہ روناد ہونا یہ کہے حضرت قاسم نے جانیکا غم کیا۔ مان کو بیٹھے کی این حکمت خیز باتوں سے صبر آگیا۔ بہو کے آنسو بھی پونچھ ڈالے اور فرمایا۔ اب نہ رو۔ خدا تیرے باپ کی بلا دور کرے۔

اسوقت جناب قاسم نے میدان جنگ میں آکے دیکھا کہ ابن زیاد کا چتر زرنگار اور مرصع ابن سعد کے سر لٹکا ہوا ہے۔ انہوں نے اوسکو تانا کا اور سیدھے قلب سپاہ کی طرف چلے۔ علم پرچو اوسکے پاس کھڑا تھا نظر جمالی اور ارادہ کیا کہ پہلے عمار کے پرچے اوڑا دواسی کو چورنگ نہ کیا تو مخرابی کیا ہے۔ پیادے سدا راہ ہوئے یہ اونکے ساتھ مشغول تھے کہ سواروں نے آن گیسرا اور تیر و نیزہ و گرز و شمشیر کے وار جگر بند حسن مجتبیٰ پر ہونے لگے۔ حضرت قاسم نے دیا سے حرب میں غوطہ لگا کے تیس پیادے اور پچاس سوار مارے اور سواروں کی صف درہم و برہم کر کے چاہتے تھے کہ باہر آجائیں مگر ان ظالموں نے راکب کو چوڑے کے مرکب کو تیروں سے چیدنا شرف عیا کیا۔ بے زبان غریب مجروح بہو کے گر پڑا اور اسی گر پڑ میں شیت بن سعد نے نیزہ سینہ مبارک پر مارا۔ حضرت قاسم نے اس حرب میں سٹائش زخم کھائے خون بہت سا ضائع ہو گیا آپ مایوس بہو کے پکارے ”يَا عَمَّالُ اَذْمِرْ كُنِّيْ اَذْمِرْ كُنِّيْ“ یعنی اسے چچا جان دوڑے۔ یہ آواز دردناک جب امام عالی مقام نے سنی تو بدحواس ہو گئے اور گھوڑے اوپر یا دون کی صفین چیرتے ہوئے بیتیجہ کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ ترن نازنین خاک و خون میں غرق ہے اور شیت سر ہٹا کھڑا چاہتا ہے کہ سترن سے جدا کرے۔ جناب امام نے ایک ہاتھ مکر پر ایسا دیا کہ دد بہو کے آدھا ڈھیر اور آدھا دو گہر گر پڑا۔ جناب قاسم نے انگلیں کمو لکے امام کا روئے منور دیکھا تو بسم فرما کے جان جمان آفرین کو تسلیم کی۔ امام عالی جاہ کے دل سے ایک خروش اٹھا۔

دیکھا کہ لاش لاتے ہیں سلطان بجزوہ
جلدی حرم میں جا کے پکاری وہ نوحہ گر

دولہا کی مان جو دہ پر کٹری تھی جبکے سر
چھاتی پہ مارے ہاتھ لہو ہو گیا جگر

تھیرا ہوتا تھا دیر سے شاہِ زمیں کے پاس	لوبی بیاب آتا ہے دولہا دوسلج کے پاس
عباس بھی یقین ہے کہ نوشتہ کے ساتھ تین	چپتی ہوں جو وہ بی بیان پر دیکھیں اڑکھ جائیں
بہنوں سے کدے کوئی کہ پڑھتی ہوئی دعائیں	دولہا بنے کو سایہ میں یاں آنچلون میں لائیں
اس دم کسی کے مزیا کا منہ سے نہ نام لیں	پہو پیاں کدہ ہرین ہاتھوں پہ سہیر کو تمام لیں
یہ ذکر تھا کہ سائے لاش آئی خون میں تر	ماقم کے غل سے ہٹنے لگا چرخ کا جگر
دیکھا اولٹ پلٹ جو دولہا نے تمام گھر	سند سے اوطھ کے خاک پہ آبدیٹی تنگے سر
افشان چٹرائی ماتھے کی گردنکوٹور کے	چٹکان میں پہ سہرے کی اڑلیوں کو توڑ کے
مل کے خاک چاند سے منہ پر جمال زار	پیٹا یہ منہ کہ غش ہوئی وہ تازہ سو گوار
میت وہیں لٹا کے ہٹے شاہ نامدار	مان لاش سے لپٹ کے یہ چلائی ایکبار
برپا ہٹے غل اور آنکھوں کو تم کو لے نین	مان صدقہ غش پڑی ہو دولہاں بولتھیں
روتی ہے ساس دیر سے مان چپتی ہے سر	کیسی یہ نیند ہے کہ کسی کی نہیں خبر
سونے کا یہ محل نہیں اسے غیرت قمر	اوطھ دولہاں کو لیکے چلو اب پدر کے گھر
سنرل پہ جا کے چین سر شام کیجیو	ٹھنڈی ہوا میں رات کو آرام کیجیو
قربان جاؤں نیگ کی بہنوں کو ہے طلب	ہنس ہنس کے باتیں کر کوڑے ٹھیکوں کو طری میں ب
گھٹ گھٹ کے دم نکلتا ہوا مان کو تھا موا	سوتے ہو کر تو سانس کے رکنے کا کیا سبب
دنیا سے کوچ سونے عدم کر کے آؤ ہو	اماں تو جانتی تھی کہ اب مر کے آؤ ہو
دولہا بس آج ٹوٹ گئی رائد مان کی اس	دولہا ترے الم میں ہوئی زندگی سے یاس
دولہا تجھے یہ بیاہ کی سہدی نہ آئی راس	دولہا تجھے میں روؤں کہ بیٹھوں دوسلج کے پاس
جیتے کا اب مزا نہیں دنیا نے ترستین	دولہا مجھے ہی پاس بلالے بہشت میں

اس درد کے بیان یہ جو رائد ون نے کی بنگا دوبار سر ٹپک کے کساوا صیبتا	چونکی ٹڑپ کے غش سے دولہن غم کی مبتلا چہرہ پہ اپنے دولا کے زخموں کا خون ملا
حسرت بھری نگاہ سے رخ پر نگاہ کی کرنے لگی یہ بین کہ اے میرے تاجدار	ماتے کو رکھنے پاؤں پہ اک سہراہ کی اُمید تھی کہ آؤ گے پہ گہر میں ایک یار
جھلتے ہیں غم کی داغ دلی پاش پاش کے صاحب میں اس رنڈا لیے میں کس سوجھا کروں	اب سات بار گرد پہ رنگی میں لاش کے جی پاتا ہے جان قدیم پر فدا کروں
ہر دم غریب راہ فنا کہہ کے روؤنگی ہے بچنے کی رائڈ کا جیتا بڑا ستم	تا شاد و نامراد بنا کہہ کے روؤنگی جلدی نکل چکے کہیں کبغت تن سے دم
سید ہی نہ وہ نظر نہ وہ گفت و شنید ہے صاحب کے چکے رہنے سے ہوتا ہوا دم	یہ بیرخی تمہاری وفا سے بعد ہے تھا موہا رہے ہاتھ کو سر پٹتے ہیں ہم چہ
نصرت کے وقت تک تو وہ کچھ تھا ہمارا پیار سہرے تلے بند ہا ہوا تھا آنسوؤں کا تار	مڑ مڑ کے ہکود کیہتے جاتے تھے بار بار مقتل سے آکے بات بھی بوجھی نہیں تار
دی تم نے عقد ہوتے ہی صاحب دعا مجھے صدقہ حسن کا اے مرے والی بلا مجھے	لے بس ہو آنکھ کو لے دیتی نہیں میں لوٹتی سے موت بولنے دیتی نہیں میں
ممکن نہیں کہ مجھ سے اس آفت میں صبر ہو یہ بین کر کے خاک پہ ٹڑپی بصد لال	کلے ہے جسم شکل دکھائی یہ کیا مجھے دولما بتا دے اپنی لحد کا پتا مجھے
	صاحب تمہاری پائی تھی میری ہی قبر ہو
	مٹی میں اٹکے وہ گندہ گیسوؤں کے بال

یا زونگارنی غیر ہے لوگوں دولسن کا حال	یا ہر سے آئین جلد شہشاہ خوش خصال
اشق ہو گیا ہر غم سے جگر ضبط خاک ہو	ایسا نہ کہ فاطمہ کبرا ہلاک ہو
وقتہ نے شاہ دین کو خبر دی کہ آئیے	عجاس ہی ادب ہی تشریف لائیے
لاشہ مراد والے بنے کا اوٹھائیے	دولہا کو لیکے گنج شہیدان میں جہائیے
سر پٹے بین آں بے غیہ کھڑے ہوئے	یاں ہیں دولسن کی جان کا لے پڑی ہوئے
یہ سنکے آسے روتے ہوئے شاہ کر بلا	مان تے دولسن کو گو دین جلد ہی اوٹھالیا
جا کر انک زمین پہ بیٹھا یا بھد بھکا	زینب نے سر پہ ڈال دی رنڈ سائے کی ردا
دولہا کی ساس خاک پہ تہہ لڑکھڑکی	جس جاتھی لاش مان دین غش کھا لڑکی
ہوش آیا جب۔ تو روکے پکاری وہ دفکار	بیٹا چلو سوار ہو جلدی یہ مان منار
باہر جہیز جا چکا اب کیا ہے انتظار	مجر کر و کھڑے ہیں شہنشاہ نامدار
کر لو سلام زینب گردن اساس کو	تسلیم کر لو آخری رخصت کی ساس کو
لو صاحبو قریب ہے اب تیسرا ہجر	رخصت کر دو کہ جائیں براتی سب اپنے گھر
لے لے جاتا ہے دولسن سے ہول لے بچہ تر	یہ بچہ مارے نیند کے ہے اب مر رہا
جلدی سوار یاں ہوں کہ عرصہ سوا ہوا	ڈیوڑھی پہ ہے دولسن کا محافظ لگا ہوا
بولی یہ روکے شاہ سے بانو نے خستہ تن	ہے ہے سلامی دے نہ سکی کچھ یہ بیو تن
دیو جو تم اسکے بدلہ سے قیمتی کفن ۔۔۔	شہ نے کھا کفن ہے یہی سن سن یہ سن
کمانیگے رنہیں دھوپ شہر بلا کر ساتھ	چلم کو دفن ہونگے یہ سیکس چپ کے ساتھ
نرما کے یہ جو رونے لگے شاہ خوش خصال	منہ بی بیوں نے ہاتھوں سے پیٹے بھد لال
نورے یہ تھے بلن کہ ہے ہے حسن کے لال	دیکھا گیا نہ شاہ سے اون غمزدون کا حال

تشریف گھر سے آپ ابھی یاں در چلے	لاشہ اوٹھا کے حضرت عباس (علیہ السلام)
پہو پیمان تو بال کوئے ہونے تین اوہل دہر	جاتی تھی مان جھکی ہوئی پیچھے برہنہ سر
چلاتی تھی کہ لٹ گیا لوگو حسن کا گھر	دوبلی بیان دولہن کو سنبر لے تین نوکر
بہنیں لہو ملے ہوئے تین روئے پاک پر	دولہا کا چوٹا بہائی تڑپتا تھا خاک پر
فصّہ جو تھام لیتی تھی کہتا تھا وہ سیم	تڑپین نہ کس طرح کہ جگر ہو گیا دینم
دل رو رہا ہے روح پر ہے صدر عظیم	جلدی کین بہن ہی اوٹھا لے بس اکیرم
ہے ہے شفیق بھائی جان گزیر گیا	سر کو پٹنے دو کہ باپ آج مر گیا

جناب امام حسین کے بہائیوں کی شہادت

اے مہاجر حسین۔ اوس دن اون ظالمان نابکار نے ایسی شرارت پر کارباندی تھی کہ بہائیوں کو بھتیجیوں اور اجائے باوفا کے بعد امام بیس کے بہائیوں کی نوبت آئی۔ حضرت قاسم کے بعد ابو بکر بن علی امام عالی مقام سے اجازت لے کے نکوسد ہارے۔ آپ بڑی شجاعت کے بعد اکیس زخم کھا کے قدامہ موصلی کے تیرہ سے شہید ہوئے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ عبدالعزیز بن عقبہ عتقری (غزوئہ یازجرین بدر خفی کے تیرے جنت کو سد ہارے۔

(۲) اون کے بعد حضرت عمر بن علی رخصت ہو کے میدان میں آئے اور بڑی کوشش اور جدوجہد کے ساتھ روضہ رضا کے پروردگار میں داخل ہوئے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ جناب عمر بن علی جنگ کر بلا میں موجود نہ تھے۔ علمائے نسب اسی قول کو صحیح بتاتے ہیں مگر مشہور یون ہی ہے کہ آپ کر بلا میں شہید ہوئے۔

(۳) پھر حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ سبط نبی کی اجازت سے حرب بکران کے بعد یزید ابطلی کے ہاتھ سے زخم گران کما کے بادا جل سے منطفی ہو گئے۔

(۴) اوسکے بعد جناب عون بن علی جو ایک خوبصورت - زیباسیرت - پاکیزہ نیت جوان تھے دشمنوں کی سپاہ کے قلب پر حملہ آور ہوئے۔ ابن الاحجار نے دو ہزار پیادہ و سواروں کے ساتھ اونمیں گمیر لیا۔ حضرت عون نے ذرا سی دیر میں اون بسکودرم و درم کر کے بگادیا اور جناب امام حسین کے پاس آئے۔ آپ نے اونکی شجاعت کی بڑی تعریف فرمائی اور کہا کہ تم نہایت مجروح ہو گئے ہو غیمہ میں آرام کرو۔ حضرت عون نے عرض کی اے برادر بزرگوار۔ احمد مختار کے سامنے جانیکے لائق ہی میرا منہ رہنے دو۔ پہر پیاس سے یوں ہی جان بلب ہوں کہ تک جیو لگا مجھے تو جانے ہی دیجئے۔ امام ہمام بہت روئے اور فرمایا کہ جناب امیر نے اپنی حیات میں اسپا دہم تمہیں دیا تھا اوسے کسوالو۔ پس وہ گھوڑا مکمل ہو کے آیا۔ آپ اوسپر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ صالح بن سیر اونمیں دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ باعث اوسکی دشمنی کا یہ تھا کہ صالح جناب علی مرتضیٰ کی خلافت کے زمانہ میں شرابیے مخمور حکمہ عالیہ میں گرفتار ہو کے آیا تھا جناب امیر نے حضرت عون کے ہاتھ سے اسی تازیانہ اوسے گلوایے اوسیدن سے کینہہ اوسکے سینہ میں جاگزین ہو گیا۔ انتقام کے لئے اوسنے فحش بکنا اور گالیان دینا شروع کیا۔ آپ اوسکی سفاهت سے غصہ میں آئے اور ایک ہی طعن نیرہ سے اوسے زمین پر گرایا۔ اوسکے بہائی بدر بن سیر نے اپنے بہائی کو اس خواری میں گرفتار دیکھ کے جناب عون پر حملہ کیا اور برابر آکے گالیان دینے لگا۔ آپ نے اوسکے منہ پر نیرہ مارا جو پیچھے نکل آیا پھر تیرا سوار یمنہ کے اور تیرا سرہ کے آپکے دائیں یا میں آگئے حضرت عون جدہر حملہ کرتے تھے میدان صاف ہو جاتا تھا۔ آخر لامڑی دیسری ظاہر فرما کے اور بت سے زخم کھا کے خالد بن طلحہ کے نیرہ سے زمین پر آئے اور فرمایا بسم اللہ و بآلہ و علی ملتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اے ابن رسول اللہ آپ ہی کے عشق میں دنیا میں آیا تھا اور آپ ہی کی وقایہ میں میدان آخرت کو جاتا ہوں۔

(۵) اب جناب جعفر بن علیؑ بہایون کے غم سے سراپیمہ ہو کے امام حسینؑ کی اجازت سے میدان میں آئے اور وہ انکی اور عزت و فزنگی کی خاطر دیکر شہید ہوئے۔

(۶) جبکہ بعد حضرت عبداللہ بن علیؑ ویدہ گریان اور سینہ بریان کے ساتھ شاہزادہ و وجہ کی خدمت میں آئے اور عرض کی اسے برادر منظم۔ بھائیوں کی مفارقت میں دنیا سیما معلوم ہوئی ہے اجازت ہو کہ میدان کو جلاؤں۔ جناب امام نے انہیں رنکا اون دیا۔ آپ نے ایک سوستر آویسوں کو قتل کیا اور ہانی بن ثویب مخضرمی کے ہاتھ سے زخمی ہو کے گھوڑے سے گریے اور رجات جنات کی طر متوجہ ہوئے۔

(۷) شہادت جناب حضرت عباس بن حضرت علی رضی اللہ عنہما جب حضرت عباس ابن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو علمدار حسینی تھے دیکھا کہ میرے بہائیوں کا یہ حال ہوا تو سیل خون آنکھوں سے بہاتے ہوئے جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے انجی۔ علمداری تو میری قیامت کے دنپڑ گئی اب مجھے اجازت ہو حضرت امام عالی مقام نے روکر فرمایا کہ یہ کسے لشکر کی قوت حمین سے تھی اب تم ایک ایک کر کے مجھے اکیلا چھوڑے جاتے ہو حضرت عباس نے عرض کی۔ اے فرزند رسول اللہؐ میری جان آپ پر سے قربان۔ دل میرا زندگی سے تنگ آیا ہے۔ ان ظالموں نے آئینہ سینہ کو نجار آلود کر دیا ہے چاہتا ہوں کہ اپنی داد ان شتمکاروں سے لون اور اشیاء۔ یہ کوٹہ اور شکار ان شام کو تیغ انتقام سے جہنم روانہ کروں۔ سب رفیق طریق اور عزیز و قریب ساتھ چھوڑ چڑ کر اپنی منزل مقصود کو سدھار گئے۔

مہچو نقش کفت پانام و نشانم باقیست

کاروانم ہمہ بگذشت ز میدان شہود

جناب امام نے فرمایا غیر اب جاتے ہی ہوں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اور ان سے کہتا

تاکہ پھر جنت تمام ہو جائے۔ اگر وہ تمہارا کتنا نہ مانیں تو اعلان سے لڑائی شروع کر دینا۔ پس چند باتیں
اون سے فرما کے اجابت حرب وہی حضرت عباس مبارز نامہ اور شجاع عالی مقدار تھے۔ ثارت
باز وحید کرار سے میراث میں پائی تھی اور مع کون اور مخالفوں میں کسی کسی سے نہیں ہٹے تھے
نیک تیرا نصبار قتار پر تیغ سرخ رہی سپر کئی اور خود رومی پٹنگے۔ مانہ ہوئے۔

کس غیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے	رن ایک طرف چرخ کس کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے	ہر قصر سلاطین زمین کانپ رہا ہے
نغمہ بکف دیکھ کے حیدر کے پس کھو	جبریل از آسمان سینے ہوئے پر کھو

جب حضور میدان جنگ میں پہنچے تو عثمان، عسپ، کینچی اور فرمایا۔ اسے قوم ستمگار۔ یہ سید
دوسرا دروزند ستودہ ہمیں فرماتا ہے کہ تمہارے عزیزوں۔ بہائیوں اور ہواداروں کو مار ڈالنا۔
خون پاک بہتے بزرگان دین اور صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا زمین پر بھادیا اب
مجھے اتنا پانی دید کہ میرے بچے اور عورتیں پی لیں اور پیاس انکی بجھ جائے۔ میرا بچا چوڑو
تاکہ میں اپنے پانی ماندہ آدمیوں کے ساتھ روم یا ہندوستان کی طرف چلا جاؤں اور جزیرہ
عرب اور ولایت حجاز کو تمہارے لئے چوڑووں۔ وعدہ کرتا ہوں کہ فردا سے قیامت کو میں تمہارے
ناشی نہ دیکھتا تمہارا خدا۔ وہ جو چاہے تمہارے ساتھ کرے جیہوت جناب عباس نے
یہ پیام جان سوزاؤں لوگوں کے سامنے بیان کیا تو لشکر مخالف میں ہائے کاشور بھگیا۔
کہ کہ لوگ خاموش ہو رہے اور کچھ اول فلول کہنے لگے۔ بیٹھے نہایت پیشانی ہوئے اور ایک
گروہ زار و قطار رونے لگا۔ مگر شمر بن ذی الجوشن۔ شیت ربیع اور جبرین الاحبار یہ تین آدمی سب
آگے آن کھڑے ہوئے اور یوں۔ اسے ابن ابی تراب۔ اپنے بہائی سے جا کے کہہ دیا کہ اگر تمام
روئے زمین پر پانی ہی پانی ہو جائے تو بھی آدمیوں سے ایک قطرہ ہم تمہیں نہ دینگے۔ ہاں اس وقت

تم یانی پاسکتے ہو جبکہ نرید سے بیعت کرو اور ابن زیاد کے مطیع و متقاد ہو جاؤ۔ جناب عباس اور پسر
نفرین کرتے ہوئے واپس آئے اور جواب انکا امام ہمام کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور نے
سر جھکالیا اور انکھوں میں آنسو بہا لائے۔ ناگاہ خیمہ سے فریاد و فغان کی آواز آئی اور صدائے اعطش
اعطش آسمان تک پہنچی۔ حضرت عباس الطہیبت کی گریہ و زاری سنکر ٹرپ گئے رشک کا زہر
پڑا۔ نیرہ ہاتھ میں لے دیا سے فرات کی طرف چلے۔ اور زاریا کہ یا تو یانی لاؤنگا یا خود دیا
نخن میں غرق ہو جاؤنگا۔

روایت ہے کہ چار ہزار آدمی فرات کے کنارہ پر محافظ مقرر تھے انکے علاوہ دو ہزار پیادے
اور دو ہزار سوار اس یوم عشرہ کو متعین کر دئے گئے تھے کہ پسر ساقی کوثر کو پانی نہ پہنچنے پائے
حبس وقت حضرت عباس نے دریا کا رخ کیا یہ چار ہزار آدمی سد راہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو
تم مسلمان ہو کا نر۔ انکھوں نے جواب دیا۔ ہم مسلمان ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا۔ مذہب اسلام میں
کب رواج ہے کہ جنگی جانور چرندے پرندے کتے اور سوتوپانی بیسین لیکن فرزند ان محمد مصطفیٰ اور
جگر گوشگان فاطمہ زہرا سے رہیں۔ تمہیں تشنگی قیامت کا بھی کچھ اندیشہ ہے یا نہیں۔ اوسکا
کی خجالت و دماست کا تم کچھ بھی خیال نہیں رکھتے خود فرات کے کنارہ پر سیراب پڑے رہتے ہو مگر
تشنگان صحرا کے کر بلا کی خیر نہیں لیتے۔ جب اون محافظوں نے یہ باتیں سنیں تو اون میں سے
پانچ سو پیادوں نے حضرت عباس پر حملہ کیا۔ آپ نے پسر ساقی کے اور نیرہ گھوڑے کے کانپر کر کے
انکا مقابلہ کیا۔ اون میں سے انتی آدمیوں کو مار گرایا۔ باقی سب بہاگ گئے۔ حضرت عباس نے
آگے بڑھ کے اپنا گھوڑا دیا میں ڈال دیا۔ اتنے میں سواروں نے وہاں پہنچکے جنگ کا قصد کیا۔
حضرت عباس گھوڑے کو لٹکا کر دیا سے باہر آگئے۔ جز پڑھنے لگے اور اوپر حملہ کیا۔ لوگ
اونکے شمشیر و نیزہ کے خوف پر بہاگے۔ آپ نے دوبارہ گھوڑا دیا میں ڈالا۔ سواروں نے

پہرل نکلا کے اونپر حملہ کیا۔ جناب عباس نے تیرہ کو تو پانی میں پھینکا اور تلوار کھینچ کے باہر آگئے جس طرف جھک پڑتے تھے اچھے اچھے بہاگتے نظر آتے تھے یہاں تک کہ ب دریا سے اونکی عملداری اور قبضہ بالکل اونٹھا دیا۔ شک کو چڑ آب کر کے چاہتے تھے کہ پانی نوش فرمائیں مگر تشنگی حسین جو یاد آئی تو آنسو ٹپک پڑے بچوں کی پیاس پر زار قطار رو تے ہوئے پیاسے ہی دریا سے باہر نکل آئے اور شک شانہ مبارک لشکلی۔ سوار و پیادوں نے راستہ گھیر لیا۔ آپ اونکے ساتھ مشغول پیکار ہو گئے۔ ناگاہ نوفل بن ارقم نے بنی مخزومی میں پیچھے سے آکے تلوار آپکے دست راست براری کہ ہاتھ بدن سے جدا ہو گیا۔ پھر بھی آپکے جڑ پڑھی جھکا لیک شعر یہ ہے

والله لو قطعتم يميني	لا حنين ما برا عن ديني
----------------------	------------------------

ترجمہ اوسکا کسی اوستاد نے فارسی نظم میں یوں کیا ہے۔

اگر کاست دشمن ز من دست راست	ز دین و دم و دیم چیزے نکاست
ز تم تیغ و نندیشم از مرگ پیچید	کہ بے آب برگشتن از من خطاست
اگر آب یابم و گر نہ کنون چید	سر اندر سر آب کردن رواست

حضرت عباس نے سید ہے ہاتھ کے ضائع ہو جانے پر جوش مرواگی سے کچھ خیال نہ کیا اور شک کو اولے کندہ سے پر ڈال لیا۔ افسوس صد ہزار افسوس غلامان حیرہ بخت نے دست چپ کو بھی لاگ کر دیا آپنے مشک دانتوں سے پکڑ لی اور کابے دشمن کو پہلو سے دور کر دیا۔ ناگاہ ایک تیر مشک پر لگا اور سارا پانی ہل گیا۔ حضرت عباس نے حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا اور بولے۔ یا اٹھی معلوم نہیں۔ تیری کیا حکمت ہے کہ پانی ہم پیاسوں کے حلق تک نہیں پہونچنے پاتا۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے جگر بند مرقطی۔ بہشت کے شربت تمہارے لئے تیار ہیں اس پانی کو پیکر کیا کرو گے۔

غزفہ کہ جناب عباس کو دوزخ سخت تو لگ ہی چکے تھے پانی یہ جانے سے دل آپکا بیٹھ گیا اور گھوڑے سے زمین پر گر کے پکارے یا اخا ادا ساک اخاک یعنی اے بہائی دوڑو اور اپنے بہائی کو سنبھالو۔ امام حسین کے گوش میاں کہ میں جو یہ آواز پہنچی ایک آہ سوزناک دل سے کہنچی اور سر پیٹ لیا کہ زمین ہل گئی۔

بہت سی کتب سیر میں سطور ہے کہ جناب امام عالی مقام نے حضرت عباس کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا ولکان انکلس ظہری وقت حلیتی یعنی اب میری کمڑ ٹوٹ گئی اور میرا کوئی مددگار نہ رہا۔

برفت آن ماہ و من بچارہ گشتم ز کوئے خوشدلی آوارہ گشتم
روایت ہے کہ جب وقت رن سے حضرت عباس کی آواز آئی ہے جناب محمد بن انس شاہ ہزارہ کو تین کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ امام مظلوم و سید معصوم کی گریہ و زاری دیکھ کے پایادہ چلکے اور جناب عباس کی لاش پر پہنچے۔ دیکھا کہ خاک و خون میں تڑپ تڑپ کے آپ نے جان دی ہے حضرت محمد نے اونکی لاش پر گر کے شور و شیون اٹھایا کیا اتنے میں بہتے پیادے و سوار اوہر اوہر سے جمع ہوئے اور اکبار کی حاکم کے تیرہ کے سروں سے اون کے اعضا پارہ پارہ کر دئے اور گوشت تک کی تگابوٹی کر کے لے گئے۔

چٹاے گر کے لاش پہ شبیر نامدار	بسیا تمہاری نرگسی آنکھوں پہ بین نشار
اس نزع میں بھی تھا تمہیں بہائی کا انتظار	آنکھیں پہرا کے ڈھونڈتے ہو مجھ کو بار بار
شاید زبان ہو بند جواب کو لتے نہیں	روتے ہوئے ہم آئے تو اب یوں تیر نہیں
مزیا نگا حسین۔ برادر جواب دو	اے مرے نوجوان مرے صفدر جواب دو
اب جان بابے سبط پریم جواب دو	اے نور چشم سانی کوثر جواب دو
لگت زبان خشک کو ہر تفتہ کام بین	بسیا تمہارے سر کی قسم ہم تمام بین

سُتُو تینیں دیا ہے سیکھنے کے کچھ پیام جنتش ہوئی لبون کو بھیجی کا سٹکے نام	ایسا سو کہ یاں چلی آوے وہ نشہ کام کی عرض اب غلام کی خصلت ہے یا امام
قد مون پو آنکھیں ملنے کو دل بیکار تھا	مولا کے دیکھنے کا فقط انتظار تھا
منہ رکھ کے منہ پہ کہنے لگے شاہِ خوش خصال ان سوکے سوکے ہونٹوں پہ صدقہ علی کا لال	کیون چپ ہوئے کچھ اور کھواپنے دکھا حال بیٹا مدد کو آئے ہیں اب شیر ذوالجلال
رخ کیون ہرزرد کون سی ایدہ گذرتی ہے	کیون دم بدم کراہتے ہو کیا گذرتی ہے
گودی میں ہے مری دم آخر تمہارا سر گذرے گی ہم پہ چوتھیں او سکی بھی ہونضر	اور پائنتی جو ان بتیجہ ہے نوحہ گرد سینہ پہ ہوگا تیغ لئے شہر بد گمرب
شمیر حلق خشک پہ چاتی ہو کس طرح	دیکھیں ہمارے جان نکلتی ہے کس طرح
یہ بات سننے ترے میں عباس تہتر اے دوبارہ سر شپکے پکارے کہ ہاے ہاے	قطرے لبو کے آنکھوں سے عارض پہ بہک اے پرخون دہن حسین کے قدموں کے پالے
ہچکی کے ساتھ موت کا خنجر بھی چلیا	سر پاؤں پر دہرا رہا اور دم نکل گیا
اکبر نے عرض کی کہ چچا جان مر گئے منہ تو اوٹھا دغا کے خسار بھر گئے	جھمک کر پکارے شاہ کہ بیٹا کدھر گئے وا حسرتا حسین کو بے آس کر گئے
اب کون دیگا دکھ میں بنی کو کپڑا تہ	دم بہر میں تم نے چوڑ دیا عمر بہر کا ساتھ
اے میرے شیرِ صف شکن اے میرے نو جوان شیرِ خدا کا آج جہان سے مٹا نشان	پاؤں کا تمسا چاہتے والا میں اب کہاں حکمو حسین جانتا تھا اپنے ترن کی جان
تینوں میں اب پرہیز بھالی کی ہوئی ہو	بازو کٹاے شیر سے دیا پہ سوتے ہو
آسمے ہی باگھی تھی ترائی کی جہاں تمہیں	اللہ کیا پسند تھی یاں کی ہوا تمہیں

بخشی خدا نے قبر ہی سب سے جدا تمہیں	آخر دہی ہو کہ جو منظور تھا تمہیں
اتنی جگہ کیواسطے بچہ رحیمین سے	بیٹا ہوا سے سردین اب سوچیں
قسمت میں ہے کہ دہوپ ہونگے کی اور ہم	کیا تفرقہ دکھایا ہے گردون نے ہے تم
کیا خوب ہو اگر کہیں نکلے ہمارا دم	الفست یہ جاہتی ہی کہ قبرین ہی ہوں ہم
رو میں سردی نے بیٹھکے جو سو گوار ہوں	ہم دونوں بہائیوں کے برابر ہوں
آئی صدائے حضرت خاتونِ کردگار	ہے ہے جہان سے اٹھ گیا ایسا قاشقا
اے میک لال تیرے تڑپنے کے میں نثار	میرا پر ہے آج سے عباس نامدار
بیٹا بلا میں لاشکی لینے کو آئی ہوں	پرستہ تمہارے بہائی کا دینے کو آئی ہوں
واری تم اب یہ رشک و علم لے کے جاؤ گھر	ایسا نہ تو کل پڑے زینب برہنہ سر
چلائے تب یہ رو کے شہنشاہ بحر و بر	امان کر تو ٹوٹ گئی جا میں اب کدھر
ہم مر گئے کہ خلق سے بہائی گزر گیا	بازو ہمارا اٹھانے والا تو مر گیا
اکبر سے پھر کھاکے علم خاک سے اٹھاؤ	پر خون یہ رشک خیمہ عصمت میں لیکے جاؤ
بیوہ ہوں چیچی اد سے پر سادو خاک اڑاؤ	بیٹا چچا کے بچوں کو جب کر گلے لگاؤ
لوچہ میں جو سب کہ بھٹیم بکھر گئے	کد بچو کہ بہائی کے لاشہ پہ مر گئے
اکبر یہ شہ سے ششکے جو روے بصدیکا	تڑپ لے اک آہ کر کے شہنشاہ کر بلا
ناگاہ آئی در سے سکیٹہ کی یہ صدا	بابا میں اب نکلتی ہوں گھر سے برہنہ پا
رو تے ہیں آپ کیوں مرے ہو کدھر گئے	حضرت نے دی صدا کہ جہان سر گذر گئی
فرما کہ یہ زمین سے اڑے شاہ انس و جان	رو کر علم سے باندہی وہ مشک خون چکان
پہونچے حرم سرا کے جو نزدیک ناگمان	سر پیٹے سکیٹہ نے تب یہ کیا بیان

انہ پر ہے جہاں مجھے کچھ سوچتا نہیں	ہے ہے علم تو آیا ہے میرے چچا نہیں
ڈھونڈتے ہوں کہاں میں اے مرے غم کو گدھر گئے	جھکو پتا دیا نہ وہاں کا جبر ہر گئے
دریا سے مشک پیچیدی اور خود گدھر گئے	پانی پیسا نہ تشنہ دہن کو چ کر گئے
شانے کٹے تھے شک بھی تیغوں کی کٹ گئی	وہ کیا کرین ہماری ہی قسمت اولٹ گئی
غلّ پڑ گیا کہ شہ کے عمار باے ہاے	اے نور چشم حیدر کر دے ہاے ہاے
اے ابنِ فاطمہ کے مددگار باے ہاے	اے فوج شہ کے جعفر طیار باے ہاے
چوٹے سے ہاتھ رکھ کے دل دزد پاک	دے مارا سر کو بالی سکینہ زخاک پر
حضرت نے لاکے گاڑ دیا صحن میں عسلم	اور گر پڑے زمین پر شہنشاہِ باکرم
سبے کھا کہ جینے نہ دیگا ہمیں یہ غم	جن سے جدا ہوتے تھے کھو آئے اونکو ہم
پوچھو ہمارے دل سے مصیبتِ جدائی کی	بہائی ہی جانتا ہے محبت کو بہائی کی
بھائی سے ساتھ بہائی کا چوٹا ہزار حیف	چوڑا نہ پھل نہ پھول نہ بوٹا ہزار حیف
باز و مرا قوی تھا سوٹوٹا ہزار حیف	اچھٹے میرے باغ کو لوٹا ہزار حیف
قریبا دے لے بیٹوں نے ہم پر ستم کیا	تیغوں سے سرو باغ علی کو نکم کیا
زیرِ علم تھا زوجہ عباس کا یہ حال	ماتھا بہر تھا خاک سے بکھرے ہوئے تھے بال
چلاتی تھی تیرہ ہوتے میرے دونوں لال	دنیا سے کھو گئے مجھے عباس خورشید خال
ہے ہر علی کا نور نظر مجھے چھٹ گیا	میں راٹھ ہو گئی مرا اقبال لٹ گیا
ناگہ صد اعلیٰ کی یہ آئی کہ اے بہو	زانو پہ تھا مرے سر عباس نیک خو
آہائے ترے ترے کوزہ اکشادہ مو	آہائے اب حیدر اکور و کرولا نہ تو

شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب جناب امام ہمام کے صرف تین فرزند رہ گئے۔ علی اکبر۔ زین العابدین اور علی الصغر جنکا اصلی نام عبداللہ تھا۔ انہیں کے باعث حضور کی کنیت اباعبد اللہ مشہور ہو گئی تھی۔

جب جناب امام نے دیکھا کہ میرے یاران وفادار اور عزیز و اقربا و خویش سب شہید ہو گئے تو خود سلاح جنگ جسم مبارک پر سبھے اور ارادہ لڑنے کا کر کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اسی وقت جناب علی اکبر قدموں پر آگے گر پڑے اور رو رو کے عرض کی۔ بابا جان۔ وہ گھڑی خدا نہ لائے جو میں آپ کے بعد ایک دن تو کیا ایک ساعت بھی زندہ رہوں۔ آپ ان ظالموں میں مجھے تنہا چھوڑے جاتے ہیں ایسا تو نہ کیجئے۔ آپ اتنا توقف کریں کہ میں اپنی جان حضور پر نثار کر لوں اور اپنے دل پر خون کو ان کمیتوں کے قتل سے خوش کروں۔ سب یار و آشنا۔ خویش و بیگانہ۔ بہائی بھیجے اپنے اپنے مقام مقصود کو چلے گئے۔ ایک میں ہی باقی رہ گیا ہوں مجھے بھی اجازت ہو کہ انکو پاس پہنچوں اب بھیاں رہ کر کیا کرؤں گا۔

دین چمن بچہ دل خوش کند گرفتارے

نہ ملگتے زگل و نہ خراش از خارے

یہ بات جب مشہور ہوئی تو حرم امام حسین اور حضور کی بیٹیاں اور بنین خیموں سے نکل نکل کے حضرت علی اکبر کے پیروں پر آن پڑیں اور صرہ ہوئیں کہ ہم تمہیں میدان جنگ میں نہ جانے دینگے جناب امام عالی مقام بھی کسی طرح انہیں اجازت نہیں دیتے تھے حضرت علی اکبر زار و قطار روئے تھے اور تضرع و زاری کرتے تھے اور اللہ بزرگوار کو سخت تسکین دلا رہے تھے۔

وقتہ مختصر بیٹے کی گریہ و زاری سے امام حسین مجبور ہو گئے اور اپنے ہاتھوں سے سلاح جنگ حضرت علی اکبر کے جسم نازنین پر آراستہ کئے۔ جناب امیر کی چڑھ کی بیٹی کمر سے لگائی۔ مغفر نولادی سر پر رکھا اور گھوڑے پر سوار کر دیا۔ مان بنین آکے رکاب اور لگام سے چمٹ گئیں اور

آنسوؤں کے بجائے خون آنکھوں سے بہانے لگیں۔ جناب امام نے بکواسجھا دیا کہ اب لڑکے کو نہ روکو۔ موت اس کے سر پر سوار ہو گئی یہ کسی طرح نہ مانے گا۔

پس حضرت علی اکبرؑ سے نصرت ہو کے میدان میں آئے۔ واضح ہو کہ اسوقت اونکی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ صورت اور سیر رسول خداؐ سے نہایت مشابہ تھیں۔ اہل مدینہ پر جب شوق اٹھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہوتا تو علی اکبرؑ کی صورت آکے دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب شوق استماع کلام سیدنا م علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتا تو شاہزادہ عالی قدر سے باتیں کر لیتے تھے۔ لشکر مخالف نے وہ جمال جہاں آرا دیکھ کے ابن سعد سے پوچھا کہ یہ کون ہے اور کس سے تو نے اسوقت ہمارا بالادڈالا ہے۔

این کیست سوارہ کہ بلاے دل و دین است	صد خانہ بر انداختہ و رخا نہ زمین است
ماہیت و خشت ندہ جو بر پشت سمنداست	سرویت خرامند و جو بر روئے زمین است

ابن سعد نے جو نظر اٹھا کے آپ کو اس عقاب پر دیکھا تو بولا کہ یہ حسین کا بڑا بیٹا ہے اسے بالکل جناب رسالت پناہ کی تصویر سمجھو۔ اسوقت شاہزادہ والا تیار نے پانچ شعر بطور رجز کے پڑھے جنہیں سے ایک یہ ہے۔

انا علی بن حسین بن علی	نحن و بیت الله اولی بالنبی
------------------------	----------------------------

روایت ہے کہ ہر چند حضرت علی اکبرؑ نے مبارز طلب کیا مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ آخر شش شہزادہ نے خود مینہ و مسرہ و تاب و جناح کی خوب ہی خبر لی۔ لوگ الامان الامان پکارنے لگے بعد ازاں ڈر سے بھاگنا شروع کیا۔ جناب علی اکبرؑ نے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کی وابتکاء ذبحنی العطش و اقلنی الحمید فکل الی شربة ماء من سبیل یعنی اسے پد ریز گوار تشنگی مجھے ہلاک کئے ڈالتی ہے اور ان ہتھیاروں کا لوہا مجھے بہت تکلیف دیتا ہے پانی کے ملنے کی کوئی

بھی صورت ہو سکتی ہے۔ اے اباجان۔ اگر پانی مجھے بچائے تو ان بدسشرستوں کو اسی وقت
 میں زمین کلیئہ فیکر سکتا ہوں۔ جناب امام حسین بیٹے کا یہ کلام سننے کے بہت روئے اور اپنے
 پاس بلا کے میدان کی خاک سے اوتنے چہرہ اور لب و دہن کو پاک کیا اور انگشتی رسول خدا کی
 اوتنے منہ میں رکھ دی حضرت علی اکبر نے اوسکے چوسنے سے بہت تسکین حاصل کی اور پھر زکوٰۃ
 اب جو ہمارے شاہزادہ کے مقابل طلب کیا تو ابن سعد نے طارق بن شہید کو حکم دیا کہ
 توجا اور ابن حسین کو ٹھکانے لگا۔ میں رقبہ اور موصول کی حکومت ابن زیاد سے تجھے دلوادوں گا۔
 طارق بولا۔ اگر میں نے فرزند رسول اللہ کو قتل بھی کیا اور تو نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا تو میں تیرا کیا کر سکتا
 ہوں ابن سعد نے قسم کھائی اور بولا۔ اے۔ میں اپنی یہ انگوٹھی تیرے پاس رہن رکھتا ہوں
 اسے حفاظت سے رکھو۔ طارق نے وہ انگوٹھی لے کے اپنی اونگلی میں ڈال لی اور موصول
 ورقہ کی حکومت کے لالچ سے جناب علی اکبر کے سامنے آیا۔ اور نیزہ مارا۔ جناب علی اکبر نے اوسے
 رز کر دیا پھر آپ نے جو نیزہ لگایا تو دو باشت بیٹھ سے پار ہو گیا طارق گھوڑے سے گرا اور
 آپ نے اپنے گھوڑے سے اوسے روند ڈالا یہاں تک کہ تمام اعضا اوسکے گھوڑے کے سم سے
 چور ہو گئے پھر اوسکا بیٹا عمر وہی آپ کے سامنے آ کے باپ کے پاس چل دیا۔ اوسوقت دوسرا بیٹا
 طلحہ بن طارق باپ اور بھائی کے غم میں آگ بگولہ ہو کے مقابل ہوا اور فوراً حضرت علی اکبر کا
 گریبان پکڑ کے چاہا کہ گھوڑے سے گرا لے مگر آپ نے ہاتھ بڑھا کے اوسکی گردن پکڑ لی اور اسطرح
 مڑوڑی کہ دم قتا ہو گیا پھر زمین پر درے پٹکا۔ دونوں لشکروں میں غل مچ گیا اور دشمنوں نے
 خوف سے ہراگنا شروع کر دیا۔

ابن سعد یہ حالت دیکھ کے سم گیا اور مصرع بن غالب سے بولا کہ توجا کے اس جوان شہمی
 کو مار ڈال۔ مصرع نے آتے ہی نیزہ چلایا آپ نے اوسکا دوا خالی دیکھ کر تیرہ کو قلم کر دیا۔ مصرع چاہتا

کہ تلوار ہاتھ میں لے کر آپ نے مہلت مندی اور خدا کا نام لیکر ایسا ہاتھ سر پر لاکر بیچ میں سے دو ہو گئے۔ ابن سعد نے حکم بن طفیل اور ابن نوفل کو نہار نہار سوار دیکر علی اکبر کے سامنے بھیجا۔ ان لوگوں نے آتے ہی اکبر اگلی حملہ کر دیا۔ علی اکبر نے ایک ہی ہتھ میں رگید کے اونکو قلب تک بگادیا پہ جناب امام کے پاس آکر پوئے۔ وابتاہ العطش العطش جناب حسین کا کلیجہ بیٹھے کی فریاد سے ہل گیا اور فرمایا۔ بیٹا۔ صبر کر۔ دوسرا دم حوض کوثر تجھے قریب ہوتا جاتا ہے خوب سیراب ہو کے پی لیجیو۔ حضرت علی اکبر اس غزوہ سے غمال ہو کر بہ میدان میں آئے۔ اعداء نے۔ میں دلیسار سے ایک دفعہ ہی آپ پر حملہ کر کے سخت مجروح کر دیا۔ ابن نمیر کے تیرہ یا متقدبن مرہ عبدی کی تلوار کے زخم سے آپ زمین پر گر کر پکارے کہ بابا جان۔ جلد اس پادشاہ قادی کی خبر لو جوئی یہ آواز درونک امام ہمام کے کان میں پہونچی آپ دوڑے ہوئے گئے اور لاش لاس کے دخیمہ پر رکھ دی اور سرگودین لیکر فرمایا۔ اے فرزند ارجمند و اے آرام دل دردمند۔ مان با پیٹے ذرا آلو باتین کرو اوس شہید خنجر بیدار دئے انکھیں کھولیں اور سر اپنا آغوش پدر میں پایا۔ دیکھا کہ مان بہنوں نے ایک کلمہ مچا رکھا ہے۔ اشارہ سے کہا کہ خاموش جی سب چپ ہو گئے تو کہنے لگے۔ بابا جان میں اچھی طرح سے دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھول دئے گئے ہیں اور جوہرین غریب کے جام ہاتھوں میں لئے میری طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ اتنا کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب لشکر اعداء نے علی اکبر کو زخم میں کر لیا تو آپ باپ کی نظر سے غائب ہو گئے۔ جناب امام کے دل کا چین جاتا رہا اور علی اکبر علی اکبر پکارتے ہوئے فوج مخالف کی طرف چلے۔ ناگاہ کان میں یہ صدا آئی۔ یا ابتاہ ادمکنی ادمکنی آپ اوسی طرف چلے اور پکارے بیٹا علی اکبر۔ کدم ہو کہ دوسری سمت سے سنائی دیا۔ ادمکنی یا ابتاہ پھر پیچھے سے ہی آواز آئی آپ نہایت حیران ہوئے باعث اسکا یہ تھا کہ مقتد نے آپ کے سر کو زخمی کر کے اپکو گھوڑے سے

کرنا چاہا تھا لیکن آپ نے کمال جو ان مردی سے اپنے کو سنبھالا اور گھوڑے کے ایال پکڑ کے باگ اوسکی چوڑی تھی۔ گھوڑا آپکو امام حسین کے خیمہ کی طرف لیکر بھاگا علی اکبر تھوڑی دوسرا زمین پر گر پڑے اور گھوڑا پھر سید ان کو چلا۔ جب امام حسین نے باوجود آواز دینے کے جواب نہ دیا تو بیتاب ہو گئے اور لشکر کی صفیں چیرتے ہوئے بہت دور تک چلے گئے اور سید ان جنگ میں بھی چاروں طرف ڈھونڈا لیکن گو ہر مقصود کا پتا نہ ملا۔ ناگاہ جناب امام کے گھوڑے نے لشکر اشرار سے ٹکڑا جھگڑا کی راہ لی۔ حضور ہر چند روکتے تھے مگر وہ نہ رکتا تھا۔ یکایک راہ میں علی اکبر کا گھوڑا نظر پڑا۔ اوس گھوڑے نے امام حسین کے مرکب کو ہوا میں بہرے دیکھا اور اسکا ساتھ دیا اور دونوں نیزہ بانوں نے رحم کھا کے غمزدہ باپ کو بیٹے کی لاش پر بجا کر کھڑا کر دیا۔ آپ اونہیں اسپ عقاب کی پشت پر باندھ کے خیمہ پر لے آئے۔ ان ہنوں نے صفت ماتم بچپان کے شور گریہ و زاری آسمان تک پہنچایا۔ غمزدہ صاحب اولادوں سے انصاف طلب ہے کہ اوسوقت امام بیکس کے دل حزین پر کیا گندہ رہی ہوگی۔

چلائے رو کے شاہ کہ مر جائے گا پدر	دیکھو تو کیسا گماؤ ہے اسے غیرت قمر
سیتہ سے دونوں ہاتھ اڑھائے جو خونیں	دیکھا کہ پسلیوں سے ہے نکلا ہوا جگر
تھراے ہاتھ پانوں لہو تن کا گھٹ گیا	صدہ ہوا کہ شہ کا کلیجہ اولٹ گیا
چھائی کو پیٹ پیٹ کے رونے لگے جو شاہ	آٹکھوں کو پیہ پیہ کے تڑپا وہ رخسار ماہ
دو تین بار آئی صدا یہ کہ آہ آہ	بس مر گئے حسین کا گھر ہو گیا تباہ
دولت لٹی تمام امام دلیر کی	کاند ہے پہ لاش لیکے چلے آؤ شیر کی
ہوئے قریب خیمہ جو کرتے ہوئے بکا	زینب بھی امد بالو بھی دوڑیں برہنہ پا
شہ نے لٹا کے خاک پہ میت کو دی صدا	ماتم کر دکھ مر گئے ہمشکل مصطفیٰ

سرسبز خفاک اوڑاؤ تن پاش پاش	رولوانمین تور دیو پھر میری لاش پر
بنت علی نے زخم جگر پر جو کی نظر	بس گر پڑی کلیجہ پکڑ کے وہ نوحہ گر
چھاتی پہ ہاتھ مار کے ٹیکازمین پہ سر	بازو پکاری لٹ گیا غربت میں میرا گھر
مان سے چڑا کے لیگتی موت اس کی	لو آ کے روڈی بیو اب میرے شیر کو
تم سب کو جس ترین تین بڑی انکے بیاہ کی	لو آئی چاند سی دولہن اس رشک ماہ کی
غش لگیا ہے دو لاکھ گرمی سے راہ کی	پوشاک سرخ جسم میں ہے قتل گاہ کی
پردان چڑھ کے آئے یہ شادی بڑی ہوئی	زخموں کی بد ہی دیکھو گلین پڑی ہوئی
سب بی بیان نکل پڑیں کرتی ہو مین فغان	خاک عزت ہی بالون پہ اور لب پہ یہ بیان
ہے ہے شبیہ قہر رسل ہائے نوجوان	بہنیں پکارتی تھیں کہ بیا گئے کمان
دیکھا جو مالک خفاک بس چھاتی پٹ گئی	لاشہ سے آ کے بالی سکینہ پٹ گئی
چلائی مان ہٹو مجھے لاشہ پر رونے دو	اس برجی کماٹی چھاتی پہ قربان ہونے دو
اب جی کے کیا کرونگی مجھے جان کونے دو	شب بھر پدر کے ساتھ یہ جاگے ہیں سونے دو
وہ کتنی تھی کہ اشک نہ کیونکر بیاؤں میں	بیا مجھے گلے سے لگالیں تو جاون میں
مان کتنی تھی صدا تمہیں بی بی ستاے کون	ہنس ہنس کے کون بات کرے سسکائی کون
چھاتی سے خون بہری ہوئی باہیں اٹھا کون	بیجان چڑے ہیں تھکے گلے سے لگائے کون
جائینگے اب یہ قبر میں سونیکے واسطے	یہ مان رہی پٹنے روتے کیواسطے
ہے ہے شباب لگی یوسف جمال کا	جنگل بلبلانغ اور جیرا گیارہ سال کا
دل چد گیا ستان سے میرے نونہال کا	ہے ہے ریاض لٹ گیا اٹھارہ سال کا
گل سے یہ گال تینوں سر صدا چاک ہو گئے	اب بلبلوں کو جو صلی سب خاک ہو گئے

کیسا یہ گھاؤ سینہ پہ کھایا کہ مر گئے سہرہ ہی بیاہ کا نہ دکھایا کہ مر گئے	کیسا یہ سال تھر کا آیا کہ مر گئے سبزہ نمود ہونے نہ پایا کہ مر گئے
ہے ہمتیں عروسِ اجل کے لیکھی	مقتل سے موت خاک پہ پڑیا کی لیکھی
تم مر کے آئے ہاے علی اکبر جوان خون میں نہاے ہاے علی اکبر جوان	مان صدقہ جاے ہاے علی اکبر جوان جینے نہ پاے ہاے علی اکبر جوان
سبزہ ہی گورے گاؤں کا گرنک ہو گیا	صدقہ گئی یہ حال دم جنگ ہو گیا
شق ہو گئی جبین ہوئے عارضِ اوسو لال دیکھا گیا نہ شاہ سے بکس بہن کا حال	یہ کھکے سبزین پہ جو مارا بصد لال غش آیا ہاتھ پانوں ہو محسوس جی ٹڈ لال
لاشہ اوٹھا کے گنج شہیدانین لیکئے	یوسف کو اپنے قتل کے میدا نین لیکئے
تاویر روے اور یہ زمین سے کیا کلام اور ہے اونہیں کا لختِ جگر یہ مہ تمام	جب خاک پر لٹا چکے لاشِ پیر امام مین ابنِ بو تراب ہوں مظلوم و دشمنہ کام
برچی کے پھل سے اسکا کچھ نہ گارہے	ایذا نہ دیجیو کہ مرا گلفزار ہے
سُن سکے اسکا واقعہ رومین کے مومنین رکیو بہ احتیاط اسے دامن میں از زمین	حسرت زدہ جہان سے اوٹھا ہے یہ جبین تیغون سے پاش پاش ہے سب جسمِ نافرین
ابے ترے سپرد امانت حسین کی	اٹھارہ سال کی ہویہ دولت حسین کی
این نور چشمِ ماست کہ دبر گرفتہ	اے خاک تیرہ خاطر مہمان نگاہ دارِ شعر

شہادت جناب علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب جناب امام مظلوم نے دیکھا کہ اب کوئی یار و مددگار نہ رہا اور خدشاتِ حجراتِ عصمت و طہارت نے خیمہ میں فغان و شیون برپا کر رکھا ہے تو فرمایا کہ اے پروردگار! حرمِ نبوتِ خاموشی

اختیار کرو اور صبر و شکیبائی کو اپنا شعار بناؤ۔ بلا میں خرچ کرنا موجب محرومی ثواب اور صابر و نکام قہر حق تعالیٰ کے نزدیک بیرون از حساب ہے۔ پھر سکینہ کو گلے لگایا اور اپنی بنیوں سے کھاکہ میری بولی سکینہ غمگین و یتیم ہونے والی ہے۔ کہی اس سے چلا کے نہ بولتا اور ہر وقت اسکی خاطر ملحوظ رکھنا کیونکہ یتیم کا دل بہت نازک ہو جاتا ہے میرے بعد سر پر نہ نکلتا اور چہرہ پر تپا بچے نہ مازنا۔ نہ منہ اور سینہ پٹینا نہ کپڑے پہاڑتا۔ ہاں تمہاری بکسی وغربت اور مظلومیت رونے کی مانع نہیں ہے میرے بعد تم طرح طرح کے آلام و مصائب میں گرفتار ہو گے۔ یہ فرما کر امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہو رنکے عازم ہوئے۔ ناگاہ حیمہ سے خروش عظیم سنائی دیا۔ آپ نے سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ علی اصغر فرط تشنگی سے اڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ فرمایا کہ دو نکو میرے پاس لاؤ حضرت زینب نے لاکر دو دین دیدیا حضور انہیں اپنے آگے رکھے ہوئے صفت اعداء کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے۔ اے قوم مجھ جفا۔ اگر گنہگار ہے تو تمہارے زعم میں جیسے ہے اس فضل شیر خوار نے تمہارا لیا بگاڑا ہے۔ اسکو تو ایک گھونٹ پانی کا دید واسکی مانگا دودھ اس گرمی میں ہو کہ پیاس سے خشک ہو گیا ہے۔ ہاے افسوس۔ اون سنگدلوں کو ذرا بھی ترس نہ آیا بلکہ حرطہ بن کاہل نامرد نے اس کے جواب میں ایک تیر مارا جو معصوم کے گلے کو چیدتا ہوا جناب امام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ حضور نے یاس سے آسمان کی طرف دیکھا اور تیر کو باہر نکالا۔ تیر کا کالنا تھا کہ خون کا فوارہ معصوم کے گلے سے چوٹنے لگا۔ آپ اوس خون کو دامن پاک میں لیتے تھے زمین پر گرنے نہ دیتے تھے آخر حیمہ کا رخ کیا اور شہر بانو سے فرمایا کہ اپنے بچہ کو لو اب یہ آپ پیکان سے سیراب ہوا یا ہے تم۔ سے پانی نہ مانگیگا۔

گرمی جو سانس تو چلائے	تڑپ کے کھول دیا مسٹیک پڑے آنسو
دہن سے دودھ بہا حلق نازنین سے ہو	ہلال بگی خون کی شفق میں طوق گلو

دکھائی شکل اجل نے تو دوڑ گئے صفر	لپٹے باپ کی چماتی عمر گئے صفر
پھرے وہاں سے جولا شہ لئے ہوئے پشیر	کٹری تھی ڈیوڑھی پہ سر تنگے بانوئے دلگیر
قرب آکے یہ چلائے شاہ عرش سریر	سدا رہے اصغر بے شیر کھا کے حلق پتیر
ہمارا ماہ نقاخون میں بہر گیا بانو	تڑپ تڑپ کے یہ معصوم گیا بانو
پکاری کوکہ پکڑ کے وہ بیکس و بے پر	یہ کسانا مٹا اے امام جن و بشر
چھری سی دل پہ لگی مرگئی خستہ جگر	جہان سے اوٹھ گیا ککایہ نامراد پسر
بتاؤ تیر ستم کس پہ چل گیا صاحب	یہ کیا کہا کہ کلیجہ نکل گیا صاحب
لموین ڈوب گیا میرا ہنسلیون والا	وہ سو رہا جسے راتوں کو جاگ کر پالا
نکل پڑوں گی کلیجہ ہے اب تہ و بالا	یہ خون بہا ہوا دامن ہے اسپہ کیون ڈالا
یہ شرم کیسی ہے لٹنبو لئے صاحب	مرے پسہ کا ذرا منہ تو کو لئے صاحب
اوٹھا یا منہ سے جو بچہ کے شاہ نے دامن	لموین سرخ تھا گل کی طرح وہ رشک چمن
انگوٹھا ہونٹوں پہ تھا اور کھلا ہوا تھا دہن	کبود گال تھے کج تھی چندی ہوئی گردن
منہ اپنا بانو نے بیٹا تو کٹ گئے پشیر	ٹٹا کے خاک پر میت کو ہٹ گئے پشیر
حرم کا قافلہ سر پٹنے لگا اک بار	زمین ہلی یہ ہوئی وامصیت کی پکار
پچھاڑین کہا کہ یہ چلائی بانوئے ناچار	ارے میں کٹ گئی مارا گیا مراد لدار
نہ تھا مو صا جو مجہ خستہ جان کو رفلو	جو انکو رو چکی اب بے زبان کو رونے دو
کلیجہ پٹ گیا کرنے دو گریہ و زاری	میں اپنے تئے سے پیاسے شہید کے واری
لموین بہر گئی ن ہے ہے۔ یہ ہنسلیان ساری	یہ حلق۔ ہے غضب۔ اور زخم اسقدر کاری
کسے دکھاؤں یہ منکا ڈہلا ہوا لوگو	پچھڑ گیا میرا بچہ پلا ہوا لوگو

ذرا سی جان پہ صدہ گز گیا ہے ہے	صراحی دار کا خون میں بہ گیا ہے ہے
جہان سے اصغر تشنہ گزر گیا ہے ہے	یہ لاڈلا مرا۔ بن دودہ مر گیا ہے ہے
فدا کر مجھے ان بہو لے بہو لے گالوں پر	تشار ہا تو نہ صدقہ جنت دے بالوں پر
کسے میں لوریاں دیدیکے اب سلاؤں گی	لٹا کے بہو لے میں اب کسکے صدقہ جاؤں گی
سراپنا پوڑو نگلی تڑپو نگلی خاک اوڑاؤں گی	کھان سے اب علی اصغر میں تھکواؤں گی
چٹھے مہینہ میں یوں موت آگئی بیٹا	ان اٹھ لہوؤں کو تڑپو نگلی کھا گئی بیٹا
اشارے کر کے بلاتے نہیں علی اصغر	صدائیں اپنی سنا تے نہیں علی اصغر
یہ نتے ہاتھ اوٹھاتے نہیں علی اصغر	ہٹک کے گود میں آتے نہیں علی اصغر
ابھی تھے زندہ ابھی مردہ ہو گئے واری	گٹا جو دودہ تو آرزو رہے ہو گئے واری
یہ والی دست تاسف نہ کیوں ملے اصغر	نہ دانت نکلے نہ تم گٹھنوں چلے اصغر
ہماری چھاتی پہ اتنے دنوں پئے اصغر	رہو گے حشر تک اب خاک کے تنے اصغر
اگر لگا کون او جالا جو روؤ گے بیٹا	اندھیری قبر میں کس طرح سوؤ گے بیٹا
شہادت امام مظلوم سید مصوم جگر بند علی قرضی تخت دل فاطمہ زہرا شاہزادہ کوئین ابی عبداللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما	
دل کدڑ ہے آج واویلا	روح مفر ہے آج واویلا
گلستان جہان میں خاک نشین	باد مر ہے آج واویلا
یوسف گاہ محمد عربی	وقت خنجر ہے آج واویلا
نہ پدر ساتھ ہے نہ جہنم	نہ برادر ہے آج واویلا
لب آب فرات پر بیتاب	میر کو تر ہے آج واویلا
شور حشر ہے آج واویلا	نزش سے لیکے عرش تک بربا
خود پیر ہے آج واویلا	کرلا میں برہنہ سر گیان
جور لشکر ہے آج واویلا	کیا غضب ہے الم تما پر
ابن حیدر ہے آج واویلا	تین دن سے جو گریہ غنہ
علی اکبر ہے آج واویلا	سانے باپ کے شیدھا

ہدف تیر ظالم بیدین	حلقی اصغر ہے آج واویلا	تاجدار عرب کا پیر امین	خون میں تر ہے تاج واویلا
ناز پروردہ رسالت کا	نیزہ پر ہے آج واویلا	دین و دنیا کے گھر کے مالکا	لٹ گیا گھر ہے آج واویلا
ہے جو خاتون روز محشر کی	وہ کلمہ ہے آج واویلا	کستی ہو خاک و خونین ہر فلطان	قہر و ن پر ہے آج واویلا
لعل میرے ترے لہو میں ترہ	میری چادر ہے آج واویلا	جو مصیبت گذرتی ہے تجھ پر	سب وہ مجھ پر ہے آج واویلا
یوٹی زینب کہ قبر میں بیٹا	تیری خواہر ہے آج واویلا	کل میرے سر پہ تیرا سایہ تھا	خاک سر پر ہے آج واویلا
عابد ناتوان کی اس غم سے	جان لب پر ہے آج واویلا	جسکا زخمیر و طوق میں جکڑا	جسم لاغر ہے آج واویلا
	شعلہ آوا آتشین سے شہید	سینہ مجھ پر ہے آج واویلا	

اس مبارک جناب کا حسین کیفیت ابو عبد اللہ اور مشہور لقب ذکی و سبط ثانی ہے۔ آپ سینہ سے پائون تک بالکل سرور عالم سے مشابہت رکھتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی حضرت علی نقی اور دیگر صحابہ اجداد سے حاصل کئے۔ خلق و غیرت۔ تقویٰ و عبادت۔ عرفان و سخاوت و زہد و شجاعت سے آراستہ تھے۔ مشہور ہے کہ پچیس حج آپ نے پایادہ ادا کئے۔ رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت تک سید علی اصغر کے بہتر آدمیوں نے شریعت شہادت نوش فرمایا اب سوائے جناب زین العابدین کے از قسم ذکور کوئی نر نادر ہے اس زمانہ میں نہایت بیمار اور ضعیف تھے جب اذن موت نے والد بزرگوار کو بلے یا رمد و گاریکھا تو نیزہ لیکر عازم میدان کارزار ہوئے لیکن نقاہت سے دو قدم بھی بغیر لڑکھائی کے نہیں چل سکتے تھے۔ امام حسین نے جو بیٹے کو بایں حال آمادہ پیکار پایا تو ابیدہ ہو کر بلے۔ بیٹا خدا کے لئے واپس ہو اور ایسا لڑا کہ تو نے ہی جان دیدی تو دنیا سے رسول اللہ کی نسل منقطع ہو جائیگی۔ میں تجھے اپنا وصی کر کے مشورات کو تیری حفاظت میں چھوڑتا ہوں اور ساری امانت تانا اور باپ کی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ فرما کر زین العابدین کو خیمہ میں لائے اور سب امانتیں سپرد کر کے تقویٰ اور طلبِ رضا سے مولیٰ کی وصیت کی پھر

حضرت شہر بانو سے فرمایا کہ ہتھیا روں کا صندوق منگاؤ۔ اب ہماری باری ہے۔

ایک آنسو بیت من الوداع ❖	الوداع اسے عمرت من الوداع
زود دلما سے شما خواہد شدن	سوزناک از فرقت من الوداع
دوبدم خواہید چون ابر ببار	گریہ کرد از حسرت من الوداع

حضور نے خرمسری کی قباتن پر پہنی۔ حمامہ رسول خدا کا سر پر باندھا۔ سپر پدا نشد اور حمزہ کی پشت پر ڈالی اور ذوالفقار شاہ ولایت کی حامل کر کے ذوالجناح پر سوار ہو کر میدان کا قصد کیا۔ حرم محترم نے بصدائق و بکاء عرض کی۔ اے شاہ۔ داویلاہ۔ ہمیں کس پر چڑھے جاتے ہو اور ہم غریب بیکسوں کو کسے سوتا ہے۔ امام احمد لے نے فرمایا۔ میں تم کو حافظ حقیقی کے سپرد کیا ہے وہی میرا وکیل ہے دکھی باللہ و کیلا یہ نرکار صفت اعداء کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور نیزہ زمین پر گاڑ کر حجت تمام کرنے لگے۔

جہنم خیر الوریٰ فاضلترین انبیاست	آفتاب اوج عزت شمع جمع اصفیاست
منقبہا کے پدر گریشمارم دونیست	در درج لافتمی و بدر برج اہل آتاست
مادر خیر النساء لبند خاص مصطفیٰ	بر کمال او کلام بفضیلتی گواست
دربار در گریہی ہست شاہ دین حسن	آنکہ سبط مصطفیٰ و نور چشم مرقیاست
ہست عم جعفر طیار کا ندرباغ خلد	دائما پرواز آوا آشیان کبریاست
حمزہ سرخیل شہیدان باشد عم پدر	این چنین اصل و نسب دہو عالم گراست

اے لوگو۔ اوس خدا سے ڈرو جو رات کو دور کر کے اوسکی جگہ دنگو لے آتا ہے وہی زندہ کرتا اور مار ڈالتا ہے۔ روزی دیتا اور پالتا اوس کا کام ہے۔ اگر اوس خدا پر اور اوس کے رسول پر جو میرے ٹائیمین ایمان لاسے۔ ہو تو اوس کے نواسہ کو نہ ستاؤ۔ یاد رکھو کہ میدان حشر میں تمہیں میرے

ناتا ہی سے کام پڑ لگا اگر اودھون نے وادہ مشرکی عدالت میں میرے خون کا دعویٰ کیا تو کیا جواب دے کر دے گا۔ اب تک تنہ میرے بہائیوں بہتیجوں۔ اور اعزاء و اقربا میں سے بہتر آدمی خیر ظلم سے شہید کر ڈالے اور اب میری جان کی فکر میں ہو۔ میں تم سے بچ کر کتا ہوں کہ میرا بچہ چھوڑ دو۔ میں روم یا حبش یا ترکستان کو چلا جاؤں گا۔ میرے متعلقین اس گرمی کی شدت میں بیاس سے بن آئی مرے جاتے ہیں اودھنیں پانی دید وین تم سے لا دعویٰ ہو جاؤں گا۔ اگر یہ منظور نہیں تو احکم للہ ورفینا بقضاء اللہ اور فرمایا۔

جشنید و کیتبا دو کست در کمان ہن آج	تاج و نگین و رایت و انفسر کمان ہن آج
قارون سے تمھے جو کل وہ تو نگر کمان ہن آج	جو زرتھے وہ مالک دفتر کمان ہن آج
آئی اجل تو آپ اکیلے چلے گئے	سب کچھ تھا گھر میں جمع مگر کوئی لے گئے
اہل دول کا جاہ و چشم جاودان نہیں	سکے تھا جنکے نام کا اذکار نشان نہیں
ڈنکا نہیں علم نہیں تختہ روان نہیں	قبروں پہ شامیانہ بجز آسمان نہیں
کسری کا وہ جلال وہ سامان کیا ہوا	قرعون کیا ہوا ارے ہامان کیا ہوا
دنیا کا ابتدا سے یہی کارخانہ ہے	کل تھا کیسا آج کیسا زمانہ ہے
کوئی بھان مقیم ہے کوئی روانہ ہے	قابل ہے کوئی اور کیسا خزانہ ہے
اہوش میں ارے یہ زمانہ کا حال ہے	اور اس پہ ٹھیکو خواہش جاگیر و مال ہے

شامیوں نے تو ان باتوں کو سنا ہی نہیں بلکہ کانوں میں اذنگیان دے لیں لیکن کوئی سر پر بگڑ کے خوب روے۔ بختری بن ربیعہ۔ شیش بن ربیعہ اور شمر بن ذی الجوشن نے جب دیکھا کہ کام بگڑ چلا تو امام المومنین کے سامنے آکے کہنے لگے کہ اے ابن ابی تراب۔ یہ طویل و طویل قصہ طے کر رکھو اور ہمارے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے یزید سے بیعت کر لو تو تم کو رہائی مل جائیگی

ورثہ یا سہمی مرنا ہو گا۔ آپ نے یہ خشک جواب سن کر سرتپا کر لیا۔ ابن سعد نے پیادوں کو لٹکار کر کہا
 کہ بہت جلد اپنی تیرہ دن کی بارش کر دو چنانچہ پندرہ ہزار کمانداروں نے ایک ساتھ تیرہ چوڑے لیکن
 قدرت خدا سے ایک ہی حضور کے یا آپ کے گھوڑے کے نہ لگا۔ آپ خیمہ معلیٰ میں واپس چلے آئے
 جب امام المدنی نے دیکھا کہ یہ ظالم کسی طرح نہیں مانتے تو ناچار میدان میں آکر مقابل طلب کیا
 تیمم بن قحطیبہ جو امراءے شام میں مرد نامدار اور اپنی قوم میں ذوق قاتل تھا سامنے آیا اور کہا اے ابن علی
 تمہارے سب خویش و یگانے تو لباس فنا پس چکے اب تم کب تک تنہا اس میں ہزار فوج
 سے لڑو گے بہتر ہے کہ ہمارا کساناں لو۔ امام المؤمنین نے فرمایا اے شامی تو ہی انصاف کر کہ میں تجھے
 لڑنے آیا ہوں یا تم مجھ پر چڑھ آئے ہو۔ تم نے میری راہ بند کی ہے یا میں نے۔ تم نے ہی ناحق میرے
 بہائی بند خنجر جفا سے مار ڈالے اب سوائے تلوار کے میرا تمہارا فیصلہ کون کر سکتا ہے۔ بس اب
 گفتگو کو طول نہ دے اور مقابل ہو۔ یہ فرما کر جوش شجاعت سے اس فوج مارا کہ دشمنوں کے پتے پانی
 ہو گئے۔ تیمم پر ایسی سرسبکی طاری ہوئی کہ گویا فالج نے مارا ہے۔ امام المدنی نے ایسا ہاتھ اڑکی
 گروں پر دیا کہ سر پر پاس قدم دوڑ جا پڑا۔ پھر لشکر جفا پر چکے۔ وہ کرایہ کے ٹٹو خوف جان سے ہانگے
 لگے یزید البطنی نے لشکر کو لٹکالا اور خود سلاح حرب جسم پر لاد کے امام مظلوم کے سامنے آکر ٹھہرا ہوا۔
 یہ شخص بہادری میں تمام عراق و شام میں مشہور اور جرات و شجاعت میں سارے مصر و روم میں
 معروف تھا۔ اعدائے جو اسے جناب امام کے مقابل دیکھا تو خوشی سے نعرہ مارا۔ اہلبیت اطہر
 جب یہ حال معلوم ہو تو سو سم گئے اور سر پہنہ کر کے دعائیں فتح کی مانگنے لگے۔ امام المؤمنین نے
 لٹکالا کے اے البطنی۔ تو مجھے نہیں جانتا جو گستاخانہ سامنے آیا ہے۔ اوسنے بجائے جواب کے
 تلوار چلائی۔ آپ نے اوسکی پرواہ نہ کر کے ایک ہاتھ جو کمر پر دیا تو ایک سے دو ہو گیا۔ لشکر اشد قیاس سے
 ایک غریو اٹھا اور پیر کسی کی جرات نہ ہوئی کہ اوس ہزیمتستان و غاکا سامنا کرے۔ چونکہ آپ پر

تشنگی کا سبب غلبہ تھا اسلئے دریا کا رخ کیا۔ شمر نے لشکر کو لٹکا لٹکا کر ہشیا رحین کو پانی نہ ملنے پائے
 اگر انہوں نے پانی پی لیا تو سبھو لینا کہ ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑینگے۔ پس کل لشکر چاروں
 طرف سے سٹھکے امام حسین اور دریا کے درمیان حائل ہو گیا۔ آپ نے ذوالجناح کو اڑ لگا کے تلوار کینچی
 اور دشمنوں کے سروں کو مانند برگھائے و زحمت خزان رسیدہ زمین پر گرانے لگے تین صفوں کو چکر
 لب دریا پہونچکے۔ پانی چلو میں لیکر پیتا چاہتے تھے کہ کسی شقی نے آواز دی۔ اے حسین۔ تم تو
 پانی پی رہے ہو اور شکر نے تمہارے خیمہ کو لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ حضور کو غیرت دانگیں ہوئی اور
 پانی پینک کر سعا خیمہ کی طرف آئے دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ سبھو کہ یہ مخالفت کا مکر
 وحیلہ تھا اور حکم خدیون ہی تھا۔ اسوقت لب دریا سے خیمہ تک آتے آتے چار سو آدمی ماریں گئے
 اگر فرمایا کہ اسے پردیگان حرم۔ چار دین سر و نپڑال لو اور مکرون کو مضبوط باندھ کے میری مصیبت کے
 لئے تیار رہو حضرت زین العابدین کو گلے سے لگا کر فرمایا۔ بیٹا۔ جب مدینہ پہونچنا۔ دوستوں سے
 میرا سلام کہنا اور یہ پیام پہونچا دینا۔ میرے باپ حسین نے تم سے کہا ہے کہ اگر خدا نخواستہ تم کسی
 مصیبت میں مبتلا ہو تو میری غریبی پر ضرور آنسو بہانا جب کوئی کشتہ پیدا تمہیں نظر آئے تو میرے
 گلوئے تاحق پریدہ کو بھول نہ جانا خصوصاً جسوقت ٹھنڈا اور صاف پانی پو تو میرے لب تشہ اور
 جگر بشتہ کی یاد ضرور کر لیتا۔

جناب شہر بانو نے التماس کی۔ اے میرے سرتاج میں اس ملک میں محض پردیسی اور غریب
 ہوں۔ حضور کی بنین اور بیٹیاں تو اولاد جناب رسالت آب ہیں سب انکی عزت و وقعت کرینگے
 مگر میں زبرد کی بیٹی ہوں میرا اس غیر ملک میں کوئی نہیں شاید دشمن آپ کے بعد مجھ پر دست درازی کریں
 امام عالی جاہ نے فرمایا۔ اے شہر بانو۔ اسکا رخ نہ کرو تم ہمیشہ مکرم و محترم رہو گی۔ ایک روایت یہ بھی ہے
 کہ جناب امام نے ان سے فرمایا۔ جب میں یحسان ہو کر پخت مکر کے گڑھ دنگا تو وہ سید ہاتھ مارے پائے

آجائیکھا تم اوپر سوار ہو جانا وہ تمہیں خدا کے حکم سے ایک جگہ محفوظ اور پراسن میں پہونچا دیکھا۔
صحیح روایت یہی ہے کہ حضرت شہر بانو اہلبیت کے ہمراہ شام گئی تھیں۔

انقصہ شام ہرادہ کو تین نے ایک ایک کو ولاء کیا اور سوار ہو گئے۔ آہ صد آہ کہ یہ دواع آخرین اور
دیدار باز پسین تھا۔

جب جگر بند حیدر کرار کو لوگوں نے دوبارہ میدان جنگ میں دیکھا تو گریہ کے ایک دوسکر کا
مٹہ مٹہ لگے کیلکی جرات نہولی کہ پہرے ہوئے شیر کے منہ لگے۔ ہر چہ آپ نے آواز دی مگر کوئی
نہ نکلا۔ ابن سعد نے جو دیکھا کہ میرے سارے لشکر کو سانپ سونگہ گیا ہے تو بڑبکے بولا کہ اے لوگو
اسوقت پیاس اور بھوکہ نے انہیں ہلاکت کے قریب پہونچا دیا ہے سب ٹکے کیا لگی انپر ٹوٹ پڑو۔
یہ سنتے ہی سارے سیدین کالی گٹا کی طرح امام ظہور پر چپا گئے۔ آپ ہی انابن رسول اللہ فرماتے
ہوئے مصروف بیکار ہو گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ اسطرح لڑتے لڑتے حضور دوبارہ دریا پر پہونچ گئے اور چاہتے تھے کہ
بانی نوش فرمائیں مگر تھکے تھکے بچوں اور تھکے سواروں کی پیاس یاد کر کے بانی نہ پیا۔ ایک روایت
اسطرح بھی ہے کہ بانی کا چلو ہونٹوں تک لاسے ہی تھے کہ حصین بن نمیر نے دہن مبارک پر تبر مارا۔
جس سے ایک گھونٹ بھی حلق میں نہ پہنچنے پایا اور منہ سے ایک ندی خون کی جاری ہو گئی۔ پھر
اون ظالموں نے حملہ کر کے تن نازنین کو چلمنی کڑا لایا تاکہ کہ ہاتھ آپ کے لڑنے سے رہ گئے۔
گھوڑا بھی بیکار ہو گیا۔ آپ نے اوکی باگ کینچ لی اور جہان سے وہیں کٹرے رہ گئے۔ اسوقت ابن سعد
نے آپکو جو ضعیف پایا تلوار کینچ کے پاس آیا۔ آپ نے اسکا الادہ دریافت کر کے فرمایا۔ کیا آپ کے
ارادے ہیں کہ مجھے قتل کریں۔ او سے شرم آئی اور لوٹ گیا۔ شمر نے پیادوں کو لکڑاواہ چاروں
طرف سے سمٹ آئے اور بتول کے چاند کو گریہ لیا۔ آپ اس روی حالت میں ہی اونپر چکنا چاتہ تھے

کہ وہ بڑا کرجھاگ نکلتے۔ شکر کو بڑی خجالت ہوئی اور ایک گروہ سنگین دلوں کا ساتھ لیکے آپ کی طرف چلا۔ بعض لوگوں سے جو کچھ نہ بن پڑا تو خیمہ اطہر کے لوٹنے کو دوڑے۔ امام ہمام نے آواز دی۔ اے آل البوسفیان۔ تمہارے دین کو تو کمسو ہی دیا تھا اب جیانی پر بھی تلگئے ہو جو عورتوں کی متعرض ہوتے ہو اب شمر ہی تریب الگیا اور بولا۔ اے حسین اپنا مطلب بیان کرو حضور نے جواب دیا۔ اگر تم لوگ مجھے قتل کیا جاتے ہو تو میرا سر تن سے اتارا تو میرے حرم کی طرف کیوں جاتے ہو۔ یہ سنکر شمر نے ڈانٹ ڈپٹ کر لوگوں کو واپس بلا لیا۔

جتنے سوار اور پیادے اس وقت پیش قدمی کر کے شانہ زادہ کو نین کے پاس پہنچ گئے تھے اون میں سے کوئی بھی ڈر سے قدم آگے نہیں بڑھاتا تھا آخر کار تیر برس کا شروع کر دیا۔ جناب امام کو اپنے گھوڑے پر ترس آیا فوراً وتر پڑے اور اسے آزاد کر دیا۔ اعدا کو آپ کے پیادہ ہو جانے سے کچھ زیادہ دلیری ہوئی اور آپ کے پاس آئین کا قصد کیا راسک کہ کسی نے پیشانی نورانی پر تیر مارا حضور نے جواب سے لگا لا تو خون کی ندی بگئی آپ نے ہاتھ اوجھام کر لیا۔ جب وہ خون میں تر ہو جاتا تھا تو سر اور منہ پر پیر کے فراتے کہ اسی سیر سے نانا صاحب کی خدمت میں جاؤ لگا اور تمہارا سلوک بیان کرو لگا۔

روایت ہے کہ بہتر زخم تیر و نیزہ و شمشیر کے آپ کو لگے تھے۔ آپ رو بقیہ ہو بیٹھے اور دل خدا کی طرف لگا لیا۔ ایک ایک اور دو دو آپ کو شمشیر کے قصد سے آگے بڑھتے تھے مگر جب نظر روئے مبارک پر پڑتی تھی تھرا کے واپس چلے آتے تھے۔

جب شمر نے دیکھا کہ لوگ آپ کو قتل کرتا نہیں چاہتے تو لگا کہ اے شک حرامیہ تو وقت اور تاخیر کیسی۔ یہ سنکر زرع بن شریک آگے بڑھا اور ایک زخم آپ کے ہاتھ پر لگا لیا۔ سنان بن انس نیزہ آپ کی پشت پر مارا۔ حضور گر پڑے۔ خولی بن یزید اصبحی نے گھوڑے سے اتر کے سر مبارک کا ٹٹا چا بایا جب ہاتھ اوسکے کانپنے لگے تو اوکا بھائی شبل بن یزید اس امر صیح کا مرتکب ہوا۔

انام اسماعیل بخاری فرماتے ہیں کہ جب امام حسین زمین پر گر پڑے تو ایک آدمی اونہیں شہید کرنے آیا آپنے اوسے غور سے دیکھ کر فرمایا کہ چلا جا مجھے تجھ پر رحم آتا ہے کہیں تو آتش و دوزخ میں گرفتار نہو جائے۔ وہ شخص یہ سن کر رونے لگا اور وہی تلوار چکاٹا ہوا ابن سعد کے پاس دوڑا چلا گیا۔ اوسنے پوچھا کیون آیا ہے حسین کا کام بھی تمام کر آیا یا نہیں۔ اوسنے جواب دیا کہ پہلے تجھے دوزخ روانہ کر دینا پھر جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا یہ کہنے تلوار اوسکی طرف چلائی۔ ابن سعد کے نوکر ادھر ادھر سے گھر آئے اور اوسے زخمی کیا۔

مشہور ہے کہ جب امام ہمام سخت زخمی ہو کر پشت زین سے سطح زمین پر آئے تو فوراً دس آدمی تلواریں کیسیج کے بائیں ارادہ چلے کر شامہ راہ کو نین کا سر لائیگے اور اوسکے صلیب میں خلعت و انعام پہنے اونہیں سے جو حضور کے پاس آتا آپ انکام کو کہے اوسے دیکھتے اور فرمادیتے تھے کہ تو اس کام کے لئے نہیں ہے چلا جا و خوف زدہ ہو کے وہاں سے چل دیتا تھا اسی طرح آٹھ آدمی چلے گئے دو باقی رہے۔ سنان اور شمر۔ سنان جانا چاہتا تھا مگر شمر پیش قدمی کر کے حضور کے سینہ پر چڑھ بیٹھا آپنے آنکھیں کھولیں اور پوچھا۔ اے شخص تو کون ہے۔ اوسنے جواب دیا مجھے شمر بن ذی الجوشن کہتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ زرہ کا دامن اپنے منہ سے اٹھا دے جیہو قت اوسنے اپنا منہ برہنہ کیا ہے تو آپنے دیکھا کہ سور کی طرح اوسکے دانت منہ سے باہر آگئے ہیں ارشاد ہوا کہ یہ ایک علامت شیک پانی لگئی اب اپنا سینہ کھول دے جب اوسنے جامہ اٹھا دیا تو سینہ پر کوڑھ کا داغ نظر آیا تو فرمایا صد تعالیٰ رسول اللہ دوسرا نشان بھی تجھ میں موجود ہے۔ اے شمر۔ شب گذشتہ کو خواب میں مجھنا تاجان کی زیارت نصیب ہوئی۔ زمانے لگے۔ بیٹھا۔ کل عصر کی نماز تو ہمارے ساتھ پڑھ گیا اور اس شکل کا آدمی تیرا قاتل ہوگا۔ پساں جو نشانیاں دکھائی گئی تھیں سب تجھ میں موجود ہیں۔ اے شمر۔ تو جانتا ہے کہ آج کونسا دن ہے۔ اوسنے عرض کی۔ آج جمعہ اور روز عاشورہ ہے۔ ارشاد ہوا

تجھے یہ بھی خبر ہے کہ یہ وقت کیا ہے۔ اوسنے جواب دیا کہ مسجد وں میں اسوقت جمعہ کی نماز ہو رہی ہوگی اور خطبے پڑھے جاتے ہونگے۔ جناب امام بولے۔ مجھے تیری تباہی پر رونا آتا ہے خطیب تو اسوقت نمبر وں پر کھڑے ہوئے میرے نانا کی نعت بیان کرتے ہونگے اور تو میری چھاتی پر بیٹھا اور میرا گلا کاٹنے کی نکر میں ہے۔ اے شمر۔ اسی سینہ پر رسول اللہ نے لاکھوں کروڑوں بار منہ رکھکے بوسے لئے بہن۔ آہ اوسی پر تو بے غل و غش پیر رکھے بیٹھا ہے۔ اے اعظم جس گلے کے جناب رسالت مآب بوسے لیا کرتے تھے اوسی پر تو اپنی تلوار چلا رہا ہے۔ اے شمر۔ میرے سینہ سے اوٹھ جا۔ یہ نماز کا وقت ہے۔ جھکو نماز پڑھ لینے دے تاکہ باپ کی میرا شکے محروم نہ رہوں شمر یہ سنکر اور بڑگیا۔ شہزادہ عالم میں اسوقت تک اتنی طاقت باقی تھی کہ آپ اوٹھکے رو قبیلہ ہو گئے اور نماز شروع کی جسوقت حضور سجدہ میں گئے ہیں اوسیوقت اوس پیر حرم نے شہید کڑا لاسا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اوسیوقت صواعق ملکوت میں غلغلہ مچ گیا اور اہل خطایہ رجز و تسمیے دلوں کو اڑھا۔ آفتاب عالم انور کی روشنی جاتی رہی اور مہتاب جہان آرا چاہ محاق میں ڈوب گیا۔ تخت دل زہر کے غم میں زہر ہونے طرح کے کنارہ کیا کیا۔ کیوان نے ساتویں آسمان پر ہوا سے تغزیت بلند کر کے مصیبت زدگان وشت کر بلا کا ساتھ دیا۔ آسمان نے اپنا دامن خون سے رنگ لیا۔ زمین غضب الہی کے نازل ہونیکے خوف سے کاپٹنے لگی۔ پرندے آشیانوں سے غل مچاتے ہوئے نکل پڑے۔ مچھلیاں ٹپ ٹپ کے پانی سے باہر آگئیں اور خاک پر بوٹنے لگیں۔ دریاؤں نے موج حسرت اوج نلک نلک پہونچا دیں۔ پھاڑوں سے دریا میرا درت انگیز صدائیں آنے لگیں۔

حضرت اعظم کو فی فرماتے ہیں کہ جناب امام حسین کے شہید ہوتے ہی غبارِ سرخ ظاہر ہوا جس نے تمام جہان کو تاریک کر دیا پاس کھڑے ہوئے آدمی کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ عذاب خداوند تعالیٰ کا مقدمہ ہے مگر ایک ساعت کے بعد وہ غبار دور ہو گیا۔

امام ہمام کے گھوڑے نے شہادت کے تموڑی دیر بعد اپنی پیشانی کے بالون کو حضور کے خون میں رنگا اور آنکھوں سے پانی بھاتا ہوا ذخیمہ پر حاضر ہوا۔ جب اہل حرم نے گھوڑے کو خون میں تر پایا تو اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اسے ذوالجناح تو ہمارے والی و سر تاج کو کہاں چھوڑ آیا جیسا یہاں سے لے گیا تھا ویسا ہی لا کے کیون نہ دکھایا۔ تیسرے دن کے گوارا کیا کہ اپنے مالک کو دشمنوں میں چھوڑ کر خود بھان چلا آیا۔ گھوڑا سر پٹکا ہوا امام زین العابدین کے پاس آیا اور اپنا منہ اون کے قدموں پر ملا۔ ابوالموئذ خزرجی نے لکھا ہے کہ گھوڑے نے ایسے ایسے کر کے زمین پر پٹکا لگ کر گیا۔ ابوالموئذ نے لکھا ہے کہ اس نے جنگل کی راہ لی اور ہر کسی کو اپنا منہ نہ دکھایا۔ افسوس۔ بیروان جانور کا تو فرقت حسین میں یہ حال ہو مگر انکو انسان ہو کر بھی رحم نہ آیا اور بید ہرک اپنے پیمبر کے کلیجہ میں چھری ہونک دی۔

امام حسین کے قتل کے بعد شمر نے اپنے اخوان الشیاطین کو ساتھ لے کے خیموں کی طرف رخ کیا اور جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ مستورات سے کوئی نہ بولا۔ جب شمر نے امام زین العابدین کو دیکھا تو تلوار کھینچ کے قتل کرنا چاہا کہ حمید بن سلم نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ارے ظالم۔ تو سب کچھ تو کر چکا اس بیمار پر تو رحم کر۔ بے گتے کہتے ہیں کہ ابن سعد نے خود شمر کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور بولا خدا سے ڈراؤ شمر۔ کیون اس بیگناہ مریض کے خون میں ہاتھ رنگتا ہے۔ پس شمر ابن سعد کے مباحثہ سے باز رہا پھر اشد قیامتیں اٹھام محترم اور سر ہائے شہد کو لیکر کوفہ روانہ ہوئے۔

نیزہ لکھو سینہ میں تھرا کے رہ گئے	بیٹھا جو تیرا تے پتھورا کے رہ گئے +
شکر خدا زبان سے فرما کے رہ گئے	گرنے لگے تو ہاتھوں کو ٹٹکا کے رہ گئے
اکبر نہ تھے جلو میں نہ عباس پاس تھے	مظلوم بیچ میں تھا عدو اس پاس تھے
آیا سرانے تیغ بکف شمر دسیا	بولا کلا کہ میں ہوں پیمبر کی بوسہ گاہ

دل نے کہا یہ سینہ ہے گنیمتہ الہ	بیٹھا وہ اوس جگہ کہ نہیں جاے شرجاہ
اس ظلم نو سے جرخ کن کا پٹنے لگا	ایسا حسین تر پے کدن کا پٹنے لگا
زینب نے بال کو لے رن کو قدم بڑا ہے	سیدانیاں ہی ساتھ چلین گردنیں جبکے
زینب پکاری ہاے میرے بہائی جان ہاے	بیٹا پکار لو یہ بہن کس طرف کو آے
بیہون کسے تلاش کو سب میری مرگے	آنکھیں بہن کی ڈھونڈتی ہیں تم کہہ گئے
کٹی تھیں دہان گلے کی رگین کون دے جواب	ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب
اے آسمان کہاں ہے حسین فلک جناب	اے آفتاب کیا ہوا زہر کا آفتاب
کہ اے فرات پیاسا تو کا سلطان گئیا	اے کربلا بت اترا مہمان کدہر گیا
وہ رونایکسی کا وہ گہرا نایا س کا	وہ تہترانا دکھا وہ اوڑنا حواس کا
کنا پلٹ پلٹ کے یہ کلمہ ہر اس کا	اے شمر واسطہ علی اصغر کی پیاس کا
اللہ تین روز کے پیاسے کو چوڑوے	صدقہ نبی کا اونکے نواس کو چوڑوے
اے شمر مصطفیٰ کی رسالت کا واسطہ	اے شمر تفضی کی امامت کا واسطہ
اے شمر اہلبیت کی حرمت کا واسطہ	اے شمر کبریا کی عدالت کا واسطہ
صدقہ نبی کی روح کا حیدر کی گور کا	تو گل نگر چراغِ غیمبر کی گور کا
تھم پا خدا کو مان حبیب خدا کو مان	زہر اکو مان حضرت مشکلاشا کو مان
سو گند و فاقہ آلِ عب کو مان	اپنے رسول زادی کی تو العجب کو مان
سارے بزرگ مر گئے مجھ بدھیب کے	میرا کوئی نہیں ہے سوا اس غریب کے
اے شمر پاس بہائی کے آؤں جو تو کے	زخمون سے جلتی ریت چھراؤں جو تو کے
چادر بدن کے نیچے پھاؤں جو تو کے	بیکل ہے سر میں آکے اوٹھاؤں جو تو کے

پانی تو یان ملیگا نہ زہرا کے جالی کو	آنسو چکر کے ہوش میں لاؤنگی بہائی کو
اے شرمین گلے سے لگا لون تو فوج کر چہ	بہائی سے ملنے خیمہ میں جالون تو فوج کر
کچھہ درد اپنے دلکا ستالون تو فوج کر	سید کو قبلہ رو میں لٹالون تو فوج کر
پانی نہ بہو کے پیاسے کو اور خصال دے	پر وقت فوج آنکھوں پہ کپڑا تو ڈال دے
سونپا کے بن کو یہ پوچھو نگی بہائی سے	پردیس میں بچھڑتے ہوزہرا کی جالی سے
یہ بے خطا ہے پوچھلے ساری خدائی سے	دعویٰ ہے کیا تجھے مری مان کی کمائی سے
کچھہ قرضہ ہو تو بیچکے گھر کو ادا کروں چہ	سمجھاؤں کس طرح سے تجھے آہ کیا کرنا
آگے مرے ہوئے تہ شمشیر بھائی جان	خون میں بہری یہ چاند سی تصویر بہائی جان
جھکوتبہ کر گئی تقدیر بھائی جان چہ	روٹی تہیں ہی آج یہ ہمشیر بہائی جان
تدبیر کوئی موت سے چلتی نہیں مری	لاچار ہوں کہ جان نکلتی نہیں مری
ہے ہے گلے سے لگو لگانے نہ پائی میں	زخموں سے چلتی ریت چھڑانے نہ پائی میں
افسوس درد دکا سٹانے نہ پائی میں چہ	جاد بدن کے نیچے بچانے نہ پائی میں
ہے ہے یہ میرے آتے ہی بیدار ہو گئی	تم ہو گئے شہید میں۔ برباد ہو گئی
بہیا بڑھا کے ہاتھ۔ گلے سے مجھے لگاؤ	بہیا مڑ کوئی نہیں۔ ساتھ اپنے لیتے جاؤ
بہیا میں چھو اس ہون۔ ڈھارس مجھے بندھاؤ	بہیا سکی نہ پاس۔ کب آؤ گے یہ بتاؤ
تنہا سدھارے ساتھ کیونہ لیگئے	ڈھونڈھوں کہاں پتہ ہی کیسی کیسی لگئے
ہے ہے نہ پھر مدینہ میں جانا ہوا نصیب	صفر کو پھر گلے نہ لگانا ہوا نصیب چہ
پائی ہوا نصیب نہ کرانا ہوا نصیب چہ	ستر دو تن کا داغ اٹھانا ہوا نصیب
اب دونوں وقت فاتحہ کو کون جائیگا	اب کون شمع قبر ہی پر جلائیگا چہ

مرنے کے بعد گورنمین اور کفن نہیں •	تسا کوئی غریب نہیں بختہ تن نہیں
واقف یہاں کسی سے یہ بیکس بہن نہیں	ہے ہے پرانی بستی میں اپنا وطن نہیں
ہوتا اگر وطن تو نکلتی گدائی کو •	لا کر کفن پہناتی میں مظلوم بہائی کو
پر بانوئے حسین کو کچھ بن نہ آتی تھی •	ہر لبی بال کو لے ہوئے خاک اڑاتی تھی
کچھ اپنے دل میں سوچے وہ ٹیس جاتی تھی	جب سر کے کوٹنے کیلئے ہاتھ اٹھاتی تھی
اک آہ آسمان پہ تھی ایک لاش پر •	چمریان سی پر رہی تین تین پاش پاش
اک دن وہ تھا کہ بخت ہوئے خواب میں رسا	آخر ترپے حضرت زینب کو دی صدا
سرگوند ہا اور پوٹے پہلنے کی دی دعا •	جنت سے آئیں لوٹھی کے گھر اشرف النساء
دکھلادیا جمال جناب حسین کا •	عاشق جو چکوبایا شہ مشرقین کا •
آخر ہوا سہاگ مری نتہ بڑھائیے •	اکیر کا صدقہ اب تو مرے کام آئیے •
بہابی حسن کو روتی تھیں کیونکر تھائیے	لوٹھی کے بال کو لکے بیوہ بنائیے
محروم تو نہ رکھئے عزاکے نوابے •	رہڑ سا کہ میں طلب نہیں کرتی جنابے
مان نے دولہن بنایا تھا بیوہ بساؤں میں	زینب پکاری آؤ گلے سے گلاؤں میں •
مانگو دو عازین پیٹے اور سماؤں میں •	آؤ جبین پہ خاک ملوں نتہ بڑھائوں میں
جیتی ہوں اور یہ سنتی ہوں مار گئے حسین	ہے ہے بچہ بچہ کے گور کناری گئے حسین

اسامی شہدا کے بلا جو معتبر روایت سے ہمیں ملے ہیں یہ تین ہیں

حضرت زینب (مصعب بن زحر) (علی بن زحر) (عروہ غلام زحر) (زبیر بن حسان) (عبداللہ بن عمر) (ابو بکر بن خنیس) (ابو ہریرہ)
 بن عبداللہ (عمرو بن خالد) (عبداللہ بن عمرو) (سعد بن حنظلہ تمیمی) (عمرو بن عبداللہ حمیری) (حماد بن انس) (واقف بن

(شرح بن عبید) (اسلم بن عوسج مع پسر) (لال بن نافع بجلی) (عبدالرحمن بن عبدالعزیز بن زکی بن
 سلیم المازنی) (عبدالرحمن بن عروہ غفاری) (عمر بن مطاع الجعفی) (قیس بن قیس) (ہاشم بن عبیدہ)
 (صیب ابن مظاہر صحابی) (حرہ یاحریرہ آزاد کردہ ابو ذر غفاری) (انیس بن معقل اصبحی) (عالم بن
 شیت الشاکری مع غلام) (مجاج بن سروق جعفی مؤذن لشکر امام) (سیف بن حارث بن سہل
 مع پسر عم خود) (قاری غلام ترک آزاد کردہ حضرت امام زین العابدین) (حفلہ بن سعد بجلی) (یزید بن
 زیاد الشعبانی) (سعد بن عبداللہ) (جنادہ بن حارث انصاری مع پسر) (مرہ بن ابی مرہ غفاری)
 (محمد تقداد بن عبداللہ وجانہ) (سعد غلام حضرت علی) (قیس بن ربیع) (اشعث بن سعد) (عمر
 بن قرط) (عظمہ) (حماد) (محمد بن انس) (اسعد بن ابی وجانہ) (فرز غلام حضرت امام حسین)
 (عبداللہ پسر مسلم بن عقیل) (جعفر بن عقیل) (عبدالرحمن بن عقیل) (اعون و محمد فرزندان جعفر طیار)
 (عبداللہ بن حسن) (عمر بن حسن) (ابوبکر بن حسن) (عباس بن حضرت علی) (عثمان بن حضرت علی)
 (عبداللہ بن حضرت علی) (محمد بن حضرت علی) (جعفر بن حضرت علی) (علی اکبر فرزند حضرت
 امام حسین) (علی اصغر فرزند امام والا مقام)

ان سب کے بعد خود جناب امام حسین رضی اللہ عنہ بروز عاشورہ بوقت نماز جمعہ فجر (۵۶) سال
 و پانچ ماہ اور پانچ دن کر بلا میں شہید ہوئے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
 شارح ستر شہادتین مولفہ مولانا شاہ عبدالعزیز و مولانا کمال الدین حسین صاحب تفسیر
 حسینی و ترجمہ تاریخ ابن خلدون اور روایت سند رجہ بالا سے شہد اکبر بلا کے نام ہماری کتاب
 میں لکھے گئے۔ اکثر ان میں اختلاف پایا جاتا ہے کوئی صاحب ہم پر اعتراض نہ کریں اگر سوہرے
 تو موصوفہ بالا کا ہے۔



قطعہ تاریخ ولادت و وفات جناب امام فداک مقام

سال مولود آن شہنشاہ دین	می برآید از این دو حرف بیرون
گر بحر من غشت بسم الله	سید محمد را کنی ہمراہ
سخن مختلف زعام این است	سال مولود او سہ دین است
جمعہ و نما شد محرم یود	کہ سوئے خدا نام نقل نمود
سورہ فساتحہ تمام بخوان	بعد از آن ہر دو حرف مقطع آن
بیشک در رب بنگری دو گواہ	بہر سال شہادت آن شاہ
سال نقلش بگفت نعلینے	سہ دین با بریدیدینے

نسب نامہ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ

ناخنوں سے گوشت جدا ہونا اور خون سفید ہو جانا اسکا نام ہے جو کہ بلا کے حالات میں اپنے دیکھا۔ عجد منافکے دو بیٹے ہاشم اور عبد شمس۔ وہ بھی تو ام حبیبہ کی پیشانیان ولادت کے وقت ایسی جوڑی ہوئی پیدا ہوئیں کہ تلوار کے سوا اور کسی طرح جہانوسکیں۔ ہاشم کی اولاد میں جناب امام اور عبد شمس کی اولاد میں زید جسوقت ہاشم و عبد شمس کی پیشانیان تلوار سے الگ کی گئیں تو ایک کاہن نے نہایت صحیح پیشین گوئی کی کہ ان دونوں کی اولاد کی قسمتوں کا فیصلہ یہی ہمیشہ تلوار سے ہوا کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا یعنی آنحضرت صلعم اور ابوسفیان بن حرب میں ابھی طرح چلا کی حالانکہ جناب رساتاب ابوسفیان کے دادا بھی تھے اسی باعث سے بیٹی نے نکاح کے بعد باپ کو منہ نہ لگایا۔ پھر ابوسفیان کے بیٹے جناب معاویہ اور حضرت علی مرتضیٰ بن وہ وہ چہری دکھائی رہیں جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد زید ابن معاویہ اور حسین ابن علی کے

شہرناک جھگڑے کے خاندان بنی ہاشم اور بنی امیہ کا فیصلہ ہی نہیں چکا دیا بلکہ اسلام کی عمارت ڈھادی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ نفاق وہ آگ ہے جو گہری کو ہونک کے خاک سیاہ نہیں کر دیتی بلکہ دوردور تک اوسکے گرد نواح کو بھی بارود کی سنگ کی طرح اوڑا دیتی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ حضرت ناظرین باہمی اتفاق اور قومی میل جول کے بغیر آپ اس دنیا میں ہرگز زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ گل کلاے ہوئے نفاق ہی کے تہے جو آپ نے دیکھے اور اسی ضرورت سے ہنسنے یہ نسب نامہ لکھا ہے۔ وہ ہوندا۔

اسمین اوپر باب کا اور نیچے بیٹے کا نام ہے

(۸۶) عبدمنات

عبدمنات	ہاشم
امیہ	عبدالمطلب (مخضر کے دادا)
حرب	ابوطالب
ابوسفیان	علی مرتضیٰ
معاویہ	حسین شہید کربلا
یزید	زین العابدین

واقعات جو حرب کربلا کے بعد اہلبیت پر گزریں

اے مہمان اہلبیت مصطفویٰ و اے عاشقان جگر گوشگان مرتضوی جانوا درگاہ ہو کہ جس دن سے دنیا پیدا ہوئی ہے آج تک کوئی حادثہ واقعہ کربلا سے چڑا شوب حرار کوئی مصیبت شہادت امام حسین سے چڑسوز تر صفحہ روزگار پر نمودار نہیں ہوئی۔ تیرہ سو برس گزر گئے ہر سال محرم میں

تکوب اہل اسلام و ہواداران سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ماتم میں چاک چاک ہو جاتے ہیں اور ہاتھ غیبی اور ندا سے لاریبی سے یہ صدا کا نون میں آنے لگتی ہے۔

کا سے عزیزان در غم سبط نبی افغان کیند	سینہ را از سوز شاو کر بلا بریان کیند
---------------------------------------	--------------------------------------

ماہ محرم ماہ ہمارے حرام سے اور روز عاشورہ روز ہمارے با احترام سے اور جمعہ کا دن سید یام اور نماز جمعہ کا وقت محل اجابت و عباد و حصول مدعا و مرام کا تھا کہ امام محمد تقی اور سید کرم کو ظالمان سنگین دل اور دشمنان شکبر و جاہل نے تیغ پیدر تیغ سے بلاتامل شہید کیا۔

بیابگری کہ عاشورا است امروز	جہان تاریک و بے نور است امروز
بریدہ حلق و تشنہ لب جگر خون	سرازقن تن ز سر دور است امروز

ہمارے کیا دن تھا کہ ارواح انبیاء و مرسلین و گروہ ملائکہ مقربین سید اولین و آخرین کے ساتھ گریبان تھے اور حوران بہشت اور بیابان پائیزہ سرشت مصیبت و غم اور تعزیت و اہم میں جناب بتول عذرا کے ساتھ دل کیاب اور سینہ بریان تھیں۔

روایت ہے کہ عمر ولایت خراسان کا بادشاہ تھا اور کجاویں ہزار سوار سجا کے اس کے سامنے پیش کرتا بادشاہ اسے گرز زین دیتا۔ ایک دن بادشاہ نے اپنے لشکر کو جمع کیا تو ایک سو پچیس امیر زین گرز لئے ہوئے اپنے سامنے کھڑے دیکھے اور ہر ایک امیر کے تحت میں ہزار سوار کل موجود پائے۔ یہ دیکھتے ہی عمر ولایت شہر پر کمر گھڑے سے گریز اور فک پر لوٹنے لگا۔ روتا تھا اور بے اختیار ہر پٹ پٹیتا تھا۔ لوگ حیران کھڑے تھے اور کسی کے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا بات ہے جب بڑی دیر میں بادشاہ کو ہوش آیا تو امرانے دست بستہ ہو کر دریافت کیا کہ جہان پناہ یہ وقت شادی و مبارکباد کا تھا یا گریہ و زاری کا۔ حضور کا ملک وسیع اور اطوار و ماطع۔ ایک سو پچیس ہزار سوار آراستہ زیر اختیار اور ساری رعیت فراخ رو و جان نثار ہے۔ ایسے خوشی کے زمانہ میں دشمنوں کا

کیا حال ہو گیا۔ عمر و لیث نے جو ایدیا کس چشم و خدم اور لشکر مکمل و مسلح کو دیکھا مگر معرکہ جگر سوز کر بلا
میری آنکھوں کے آگے آگیا اور افسوس ہوا کہ اوس دن میں کیوں اس لشکر چار کے ساتھ اوس
صحراے خو خوار میں شانہ زورہ کو نہیں کے ساتھ نہ تھا تاکہ دشمنان اہلبیت کو خاک میں ملا دیتا یا
اپنی جان ہی اور نازنین قدموں پر تار کر دیتا اب یہ جاہ و ثروت میرے کس کام کی ہے۔ خیال
دل میں ساتے ہی میں اپنے قابو میں نہ رہا اور سیرا وہ حال ہوا جو تم نے دیکھا پس جلدی سے اس شکر
کو میرے سامنے سے دور کر دو ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ خیر۔ یہ وقت تو گزر گیا اور عمر و لیث نے
وفات پائی۔ موت کے بعد لوگوں نے اوسے خواب میں دیکھا کہ تاج مکمل سر پہ ہے اور پٹکام صرغ
کمر میں بستی گھوڑے پر سوار غلام نازک بدن پس و پیش روان۔ اور ولدان سین تن و امین بائیں
دوان ہیں۔ پوچھا۔ اے امیر۔ مرثیے بعد تجھ پر کیا گذری۔ عمر و لیث نے کہا کہ شکر کے معائنہ کے دن
جو میں نے شہید کر بلا کی بیکسی کا غم کیا اور موادنت امام حسین کی تمنا کی اوسکے صلہ میں خداوند کریم
نے میرے گناہوں سے چشم پوشی کی اور میرے دشمنوں کو مجھ سے راضی کر دیا اور یہ مرتبہ عطا فرمایا
جسے تم دیکھتے ہو۔ پس اے مومنین جو کوئی غم حسین میں روتا ہے قیامت کے دن خداوند کریم
اوسکی آنکھوں کو اشکیا رندیکہ سیلگا۔ شہادت امام ہمام کے دن بیت المقدس کے جس چہر و کنکر کو
اڑھاتے تھے اوسکے نیچے خون پایا جاتا تھا۔ جب زمین اور شجر و حجر روئے ہیں تو آدمی کا نہ رونا
عجیب تاسف کی جگہ ہے۔

خون بر لب فرات ز منتقار بختند

مرغان کر بلا ز پیئے ماتم حسین

امام ہمام کا سترن سے جدا ہوتے ہی روئے عالم بخارا ند وہ سے تیرہ۔ اور غمزدون کی آہوں
کے دہویں سے چشم فلک خیرہ ہو گئی۔ عرش عظیم لرزے اور کرسی وسیع کپکپانے لگی۔ دریا چش
میں آگیا۔ چیلیان خروش میں آئین اور مرغان ہوا فریاد و دفغان کرنے لگے۔ اوسی وقت ایک

کیو ترسید ہوا سے اتر ا اور خون حسین مظلوم میں لوٹے اور گیا۔ مدینہ میں پہونچکے گروا گرو روضہ
 رسول الصلی اللہ علیہ وسلم کے اوڑتا تھا۔ قطرات خون اس کے پروبال سے پٹکتے تھے۔ اہل
 مدینہ یہ صورت دیکھتے تھیں ہونے لگے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ جب چند روز کے بعد حادثہ
 کربلا کی خبر انہیں پہونچی تو سمجھے کہ وہ کیو ترسیدان کربلا کے حال کی خبر روضہ سیدنا نام پر لایا تھا۔
 روایت ہے کہ شاہزادہ کی شہادت کے بعد شمر بنی الجوشن نے حیمہ اطہر کے لوٹنے کا حکم دیدیا
 جب یہ خبر بن سعد کو پہونچی تو اس نے منادی کرادی کہ خبردار کوئی آدمی عورتوں کے خیمہ کے پاس
 نہ پٹکنے پائے۔ مال و اسباب امام حسین کا اور ان کے اصحاب کا نہ لوٹا جائے اور امام بن العابد
 کو کوئی نہ ستائے۔ جو مال و اسباب لوگوں نے لوٹا ہے واپس کر دیا جائے۔ اس منادی
 پر کسی نے عمل نہ کیا البتہ اتنا ہوا کہ آگے کو لوٹ ہونا بند ہو گئی۔ ابو عقیفہ دینوری نے لکھا ہے
 کہ ابن سعد نے امام حسین کا سر خولی بن زید ابھی کو دیکے ابن زیاد کے پاس روانہ کیا۔ خود دون
 کربلا میں رہے اپنے لشکر کے مقتولوں کی لاشیں جمع کر کے اونپر تاز پڑ ہی اور دفن کیا۔ جسم
 مقدس شاہزادہ کو نین اور جمیع شہدائے کربلا کو ویسے ہی خاک و خون میں ریت پر چھوڑ دیا
 تیسرے دن صبح کو خاتونان اہلیت سے کہا کہ کپڑے پہن کے اور منہ لپیٹ کے اونٹوں پر
 سوار ہو جاؤ اور چلو۔ جب یہ قافلہ لوس جگہ پہونچا جہان شہدائی لاشیں بیگور و کفن پڑی تھیں
 اور سروں کے تدار دتے تو جناب زینب نے بہائی کی لاش دیکھ کر فریاد کرنا شروع کی واجلہ و الحمد للہ
 یا رسول اللہ یہ تمہارے پیارے حسین کی لاش ہے جسکے روئے انور کے بو سے آپ لیا
 کرتے تھے اور جسکے سینہ پر اپنا منہ ملا کرتے تھے۔ نانا جان۔ آج تمہارے اہلیت بدین خواری
 و ناری غربت کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور یہ تمہارا جگر گوشہ صحرائے لقا و دق میں خاک پر پڑا ہے
 قصہ مجھ جناب زینب کے ایسے ایسے بین جگر خراش سنکے دوست و دشمن سب رو پڑے۔

روایت ہے کہ خولی سر امام حسین کو لیکر کوفہ گیا تھا۔ اس کا مکان کوفہ سے ایک فرسخ ادھر تھا وہ اپنے گھر ٹہر گیا۔ خولی کی بیوی انصارین سے تھی اور اہلبیت پر دل و جان سے قربان تھی۔ خولی نے اس کے ڈر سے جناب امام کے سر کو تنور میں چپا دیا اور بیوی کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے پوچھا کہ اتنے دن کہاں رہے۔ خولی نے جواب دیا کہ ایک شخص زید سے باغی ہو گیا تھا اس کی سر کو بی میں مشغول تھا۔ بیوی یہ سن کر خاموش ہو رہی اور بات گئی آئی ہوئی۔ سارا گھر کپالی کے سو رہا۔ اس نیک نیت کو تہجد کی نماز کی عادت تھی رات کو اوٹھی اور مکان کے اوس قطعہ میں پہنچی جس میں تنور تھا۔ تمام مکان منور پایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ لاکھوں شمعیں اور چراغ روشن ہیں۔ عورت حیران رہ گئی کہ اتنی یہ کیا ماجرا ہے اور یہاں کاشا ہو کے چار دن طرٹ دیکھنے لگی۔ خوب غور سے جو دیکھا تو سمجھ میں آیا کہ تنور خزن روشنی ہو رہا ہے اور یہی دریا کے تعجب میں غرق ہو گئی کہ میں نے تو آج اس تنور میں آگ بھی نہیں ڈالی نہ کسی خادم کو حکم دیا۔ یہ کیسی روشنی ہے۔ اسی حیرت میں دیکھتی کیا ہے کہ وہ نور تنورین سے نکل نکل کے آسمان کو جا رہا ہے اور یہی زیادہ پریشانی ہوئی کہ یکایک چار عورتیں آسمان سے اتر کر تنور پر اکٹری ہوئیں۔ ایک نے جبک کراؤ میں سے ایک سر نکالا۔ اسے خوب پیا کر کیا۔ اپنے سینہ پر رکھ کر رونے لگی اور کہتی تھی کہ اے میرے مظلوم بیٹے۔ اے میرے یکس دیے بس۔ قیامت کے دن خدا میری داد تیرے قاتلون سے دلاوے گا جب تک میری داد نہ ملے گی عرش کا پایہ اپنے ہاتھ سے نہ چوڑو گئی۔ اتنا کہا اور رونے اور فریاد و فغان کرنے لگی۔ اوق تینوں بی بیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ پھر اس سر کو تنور میں رکھ کر چاروں غائب ہو گئیں۔ زن انصارین نے یہ ماجرا دیکھ کر اور یہی زیادہ تعجب کیا کہ سراسر نور میں کہاں سے آیا۔ آخر تنور کے کنارہ پہنچی اور جہانک کے دیکھا چونکہ جناب امام حسین پر بیست بار دیکھ چکی تھی اور خوب پہچانتی تھی سر کو دیکھتے ہی ایک نعرہ مارا اور ماہی بے آب کی طرح ٹپک کر

زمین پر گر پڑی اور بیہوش ہوئی اسی غش کے عالم میں ہاتھ غیبی کی آواز کان میں آئی کہ اے عورت۔ تیرے بخت کا ستارہ اوج اقبال پر جا پہنچا۔ اوشہ بیٹہ۔ تو اپنے شوہر کے گناہ میں ہرگز ناخود نہوگی۔ عورت نے جواب دیا کہ میں ہرگز نہ اڑھونگی جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ چاروں عورتیں جو اس تنور پر آئی تھیں کون تھیں۔ آواز آئی کہ وہ عورت جس نے سر کو پیار کیا اور اسے سیتہ سے لگایا اس مظلوم کی فلک ستائی مان فاطمہ زہرا تھی۔ دوسری اوسکی مان خدیجہ الکبریٰ اس مظلوم شہید کی نالی تھی۔ تیسری مریم عیسیٰ علیہ السلام کی مان چوتھی آسیہ زین فرعون تھی۔ یہ سب کے انصاریہ ہوش میں آئی اور اپنے گھر میں کیکوند کیا۔ پروانہ داردوڑی ہوئی تنور پر پہنچی اور سر کو نہایت ادب و تعظیم سے لٹکا لکے بوسہ دیا اور شک و گلا بے خاک و خون دہویا غالیہ و کافورا و سپرلا۔ شاہزادہ کے گیسوئے مبارک میں شانہ کیا اور ایک پاک و صاف مقام میں رکھ لکے اپنے شوہر کے پاس پہنچی اور جلتے ہی ایک دوہڑ مارا۔ وہ ہڑڑا کے جاگ اٹھا۔ عورت نے کہا۔ اے کج بخت ناشدنی۔ تو نے یہ کسا سر لا کے میرے گھر میں چپایا ہے۔ اے ملعون دون اور اے طعون زبون۔ کیا صاحبِ سر فرزند رسول نہ تھا۔ تو نے زمین و آسمان سے شور فریاد و فغان کا بلند کرا دیا ہے۔ افواج ملائکہ اس سر کی زیارت کو آتی ہیں اور گریہ و زاری کر کے تجھ پر لعنت کرتی ہیں۔ میں تجھ سے بیزار ہو گئی تیرا منہ نہ اس جہان میں دیکھوگی نہ اس جہان میں۔ یہ کھلے چادر اپنے سر پر ڈالی اور روتی پٹتی جنگل کی راہ لی۔ خولی نے پکارا۔ اے عورت کیون بیوقوف ہوئی ہے اپنے ان ننھے تھے بچوں کو یتیم کئے جاتی ہے۔ اوس نیک تہاد نے مڑکے اتنا آلودہ جا بیدا کہ اے لعین تجھے فرزند ان رسول کو یتیم کرتے وقت یہ خوف نہ آیا کہ کین تیرے بچے بھی یتیم نہ ہو جائیں۔ پھر اوس نیک بخت کا حال کسی کو نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوئی اور کدہ ہو گئی۔ جب صبح ہوئی خولی نے سر ام ایک طبق میں رکھا اور ابن زیاد کے پاس لے پہنچا اوس

یہ بیان دہ چٹری جو اسکے ہاتھ میں تھی شانہ زادہ کونین کے دانتوں پر باری زید بن اتم صحابی سے جو اس وقت وہاں موجود تھے نہ گیا اور دیکھا کہ فرمایا اے ابن مرجانہ خیمہ دار۔ اسی بے اپنی نہ کر۔ بخدا کے کعبہ میں شانہ زید بتا سکتا کہ رسول اللہ نے کتنی بار ابن لب و دندان پر میرے سامنے بوسہ دیا ہے۔ یہ کہہ کر جناب زید زار و قطار رونے لگے اور میں دیکھ کر تمام مجلس میں کہہ ام پڑ گیا۔ یہ دیکھ کے ابن زیاد آپ سے باہر ہو گیا اور بولا کہ اے زید۔ اگر تم حسین نہ ہوتے تو اسی وقت تمہارا سر اوڑوا دیتا۔ حضرت زید اوٹھ کھڑے ہوئے اور حاضرین و بار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے معشر عرب۔ خدا تم سے مجھے کہ تم نے ابن فاطمہ کو بھوکا پیاسا مارا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بتایا۔ یہ فرما کر جناب زید دار الامارۃ سے باہر نکل آئے۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس سر کو لشکر میں واپس لیجاؤ۔ جب میں پھر ننگواؤں تو دیگر شہدا کے کربلا کے سروں کے ساتھ نیزہوں پر رکھے اس سر کو بھی شہر میں لانا۔

روایت ہے کہ جب ابن سعد شہدا کے سروں کو لیکر اور ان کے جسموں کو کربلا میں چھوڑ کے چل دیا۔ تو بنی طے یعنی اہل عاصفہ (عاصریہ) وہاں آئے اور دور دراز کے بعد انہوں نے بے سر لاشوں کو دفن کیا۔ انکو وہاں کوئی نہیں دیکھا تھا مگر چاروں طرف سے نوحہ اور گریہ و زاری کی آواز سنتے تھے وہ بلا شک و شبہ جنات کا ماتم تھا۔ شواہد میں ہے کہ ایک ثقہ نے قبیلہ طے کے ایک آدمی سے پوچھا۔ کیا تجھے جنات کو امام حسین پر نوحہ کرتے سنا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ ہاں۔ ہمارے قبیلہ میں کوئی آزاد اور بندہ ایسا نہیں ہے جس نے انکا نوحہ کات دیکھے نہ سنا ہو۔

ابن سعد جب کوفہ کے نزدیک پہنچا اور کوفہ اس سے ایک فرسخ پر گیا تو امام کا سر اس کے پاس لگے۔ اس نے اسے اور سب شہدا کے سروں کو تیرہوں پر رکھوا کے کوفہ کا رخ کیا۔

جب ابن زیاد کو خبر ہوئی تو اس نے تمام شہر میں متا دی کرادی کہ کوئی کوئی مسلح ہوئے شہر سے باہر اونکے دیکھنے کو نہ نکلے۔ دس ہزار سوار سب دوکانوں۔ گلی کوچوں۔ ہر مکان اور محل متعین کر دئے کہ کہیں غدیر یافتہ و فساد نہ ہونے پائے اسپر ہی لوگ شہر سے باہر نکل آئے۔ جسکی نظر سرون پر پڑتی تھی اور پس ماندوں کو اونٹوں پر تھمیر ہوتے دیکھتا تھا سر پیٹ لیتا تھا اور بے اختیار گریہ وزاری کرتا تھا۔ شہر والوں کا یہ حال زار دیکھکے بعضے لشکریوں کو بھی تاب نہ رہی اور اپنے کئے پر پشیمان ہو کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ حضرت سیدالسا جیدین جناب امام زین العابدین نے جو لشکر مخالفت کا یہ حال دیکھا تو بآواز بلند فرمایا کہ جب لشکر زید میرے پیرو برادر اور رشتہ داروں پر فریاد بکا کرتا ہے تو معلوم نہیں کہ اونکو قتل کئے کیا ہے۔ یہ سنا تھا کہ لوگ اور بھی زیادہ سو دھننے لگے اور اہلیت کے اونٹوں کو گھیر لیا۔ جناب زینبؑ نے فرمایا۔ اے اہل کوفہ۔ اے بانیان مکرر جیل و اے سر چشمہ اے دروغ و دغل۔ بخدا تم نے فاطمہ و علی کے گھر کو بے چراغ کر دیا اب تمہارے نبی کے مزار پر کوئی روشنی کرنے والا نہ باقی رہا جو ٹٹے وعدے کر کے اور دغا کے خط بھیج بھیج کے آل رسول کی تباہی کے باعث ہوئے۔ تم ہی نے میرے بہائی کو اکیلے کر کے بیرحمی سے قتل کرایا۔ اب کیون دریاے اشک بہاتے ہو اور جناب رساناؑ کی روح مقدس سے نہیں شرارتے۔ کوفیوں میں ایک بڑھتا تھا خواجگان شہر میں سے۔ وہ سب زیادہ روتا تھا یہاں تک کہ آنسوؤں کا مینہ او سکی ڈاڑھی سے برابر برستا تھا۔ حضرت زینب کی باتیں سُنکے کتا جاتا تھا کہ اے دختر خاتون قیامت۔ آپ سچ فرماتی ہیں۔ آپ کے بزرگ ہمارے بزرگوں سے بہتر۔ آپ کے گرائے جو ان ہمارے جوانوں سے شریف تر۔ آپ کے یہاں کی خواتین سب خاتونوں سے پاکیزہ تر ہیں۔ یہ جاگلاز حادثہ جو واقع ہوا قیامت تک کوفیوں کی بد عہدی اور بدنامی کا باعث ہوگا۔

روایت ہے کہ جس کسی کی نظر سربارک امام پڑتی تھی وہ ہیبت و سطوت سے بیہوش ہو جاتا تھا۔ حضور کا سر اور سرور میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ستاروں میں چاند چمکتا ہے۔ جب خمد اے کر بلا کے سر ابن زیاد کے پاس پہنچے تو اس نے دوبارہ امام حسین کے سر کو اٹھالیا اور منہ اور بالوں کو دیکھنے لگا۔ ہاتھوں میں اس کے ریشہ اگیا اور ایسی ہیبت چھائی کہ وہ اچھی طرح دیکھ نہ سکا ڈر کے مارے سر کو زانو پر رکھ لیا۔ چہرہ کے نور سے جو دیوین رات کا چاند مانند تھا اور گیسوے مشکین کی خوشبو سے شام جان معطر ہوتا تھا فوراً ایک قطرہ خون سر سے اس کی ران پر گر کر اکھ پڑوں سے گذر کے ران کو چیدہ تاہو زمین پر غائب ہو گیا اور نہ خم او سکاران میں باقی رہ گیا۔ سینکڑوں علاج کئے مگر اچھا نہ ہوا۔ ہوتے ہوتے اس سے نہایت ناگواریدہ ہوا۔ لگی جو دنیا کی کسی خوشبو سے نہ چپ سکتی تھی آخر کار جب وہ مارا گیا تو ابراہیم شتر نے اس کی لاش کو متھتولان جنگ کے ڈھیر میں ادسی بدلو سے شناخت کیا۔ سردار حضرت زینب اور جناب زین العابدین نے اسے بہت اذیت ملاست کی۔ ابن زیاد نے گہر کے اپنے ملازموں سے کہا کہ ان لوگوں کو میرے سامنے سے لیجا کے جامع مسجد کے پاس فلان مکان میں رکھو۔ لوگوں نے اس مصیبت زدہ قافلہ کو اسی مکان میں جا اتارا کوئی کوئی ابن زیاد کے خوف سے ان کے پاس اس مکان میں نہ جاتا تھا۔

چند روز میں ابن زیاد نے سامان سفر درست کر کے زحر بن قیس۔ محسن بن ثعلبہ اور خمر بن ذی الجوشن کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ قافلہ اہلبیت کے ہمراہ ملک شام کو روانہ کیا۔ آٹھ ماہ میں جہان یہ لوگ قیام کرتے تھے نئی نئی کراستیں ظاہر ہوتی تھیں جنکے بیان کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ مشتے نمونہ ازموارے چند کا ذکر اختصاراً کیا جاتا ہے۔ جب یہ لوگ حران کے قریب پہنچے تو ایک یہودی بھیجی حرانی نام اس لشکر کے استقبال

کے لئے بستی سے باہر نکلا اور شہداء کے سر وں کو دیکھنے لگا۔ ناگاہ اسکی نظر جناب امام کے
 سر مبارک پر پڑی۔ دیکھتا کیا ہے کہ لہماے اقدس جنبش میں ہیں۔ تعجب سے پاس گیا تو
 سنا کہ یہ آواز آتی ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یحییٰ حیران ہوا اور پوچھا
 کہ کیا کاسر ہے معلوم ہوا کہ حسین ابن علی کا۔ اوسنے کہا کہ صاحب سر کی مان کا کیا نام ہے۔ لوگوں
 نے جواب دیا۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یحییٰ اوس وقت کلمہ شہادت پڑھ رہے مسلمان ہو گیا
 اور بولا کہ اگر اسکے نانا کا دین حق نہو تا تو یہ کرامت اس سر سے ظاہر نہو تی۔ فوراً عمامہ مصری کپڑے
 کا جو سر سے باندھ ہوئے تھا اوتار کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خاتونان اہلبیت کے تدر کیا۔ جامہ
 خنز جو پہنے تھا حضرت امام زین العابدین کے سانسے پیش کیا اور ہزار درم دیکے التماس کی
 حضور۔ جس طرح سے چاہیں انہیں صرفت میں لائیں۔ یہ حال دیکھکے لشکریوں نے غل مچایا کہ تو
 والی شام کے دشمنوں کی خاطر کرتا ہے مورد عتاب ہوگا۔ یہاں سے دور ہو جاسیے یحییٰ ذوق محبت
 میں ایسا سرشار تھا کہ فوراً نلوار نیام سے باہر نکال لی اور اونپر حملہ آور ہوا۔ پانچ ملعونوں کو جہنم
 رسید کر کے خود بھی شہید ہوا۔ مزاراد سکا آج تک حران کے دروازہ پر مرجع خاص و عام ہے
 اور جو دعا وہاں کی جاتی ہے مستجاب ہوتی ہے۔

جب یہ لشکر منحوس شہر موصول کے پاس پہونچا تو اشیانے وہاں کے مالک امیر عماد الدولہ کے
 پاس اطلاع کرادی کہ ہم حسین کے اور ادھکے بیٹوں۔ بہائیوں۔ اثر باور و دستوں کے سر اور ادھکے
 اہلبیت کو لالے ہیں تم کو تک و احتشام کے ساتھ ہمارا استقبال کرو۔ شہر کو آراستہ و پیراستہ
 کر کے آئینہ بندی کراؤ اور زور و جواہر ہم پر سے مناکرتے ہوئے ہمیں شہر میں لپیچو۔ عماد الدولہ
 نے یہ حکم دانتوں میں انگلی دیلی اور شہر والوں کو جمع کر کے کہا کہ بہائیوں۔ سنگ آمد و سخت آمد۔
 ان نابکاروں کو شہر میں بلا کے خاطر کرنا اور انکی منحوس صورتوں کو دیکھنا بدنامی کی بات ہے اگر تم

سبکی صلاح ہو تو میں اون سے یہ کہلا بھیجوں کہ تمہارے شہر میں آنے سے مجھے احتمال فساد ہے
 جسکا انتظام میرے بوتے کا روگ نہیں بہتر ہے کہ تم باہر فلان مقام پر ٹھہرو ہم سامان دعوت
 تمہیں بھیج دیں گے۔ تمام ہالیان شہر نے اپنے لائق حاکم کی بات کو پسند کیا۔ اون کچھتوں کے لئے
 رسد وہیں بھیج دی گئی۔ وہ شہر سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر شب باش ہوئے۔ رات کو مبارک
 ایک پتھر پر کھدیا بعد از ان ہر سال عاشورہ کے دن اوس پتھر سے خون تازہ ظاہر ہو جاتا تھا۔
 لوگ اطراف و جانب سے اوسکی زیارت کو آتے تھے۔ عبدالملک بن مروان نے اپنی عہد حکومت
 میں اوس پتھر کو اڑھوا دیا کہ کسی کو اوسکا پتہ نہ چلا کر وہاں کے باشندوں نے اوس جگہ ایک گنبد
 بنوا دیا جسکا نام ابھی تک شہد نقطہ مشہور ہے۔

موصل سے چل کر یہ قافلہ نصیبین میں پہونچا۔ وہاں کے امیر شمس (مونس) ابن الیاس نے
 اونکی خاطر سے شہر کو آراستہ کیا۔ قدرت الہی سے اوسپر ایسی بجلی گری کہ پھر کوئی شہر والا ڈر کے
 مارے ان ناپاک لوگوں کے گرد بھی نہ پڑ سکا۔

امام اسمعیل نے ابوالخنفی سے روایت کی ہے کہ ہر شب پچاس آدمی سروں کی
 حفاظت کے لئے مقرر کئے جاتے تھے اور وہ تمام رات جاگتے رہتے تھے۔ ابوالخنفی کہتا ہے
 کہ ایک رات مجھے بھی شمر ذی الجوشن نے زبردستی اوسیں پچاس آدمیوں میں کر دیا۔ باوجود نماز
 کے سب ایسے سو گئے جیسے سانپ سو گئے جاتا ہے۔ مجھے نیند نہ آئی میں جاگتا رہا تو میری
 دیر کے بعد دیکھتا کیا ہوں کہ ایک آدمی بلند بالا۔ گندمگون۔ نورانی صورت۔ سفید کپڑے
 پہنے آیا ایہ صندوق سے جناب امام کا سر نکالا چونکہ میں چونکداروں میں تھا اسلئے جیسا کہ سر کو
 چین لون۔ ناگمان کسی نے ڈھٹ بتائی کہ اوگ ستاخ۔ آگے نہ بڑھو۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام
 ہیں۔ فرزند حبیب خدا کے ماتم کے لئے کثرت لائے ہیں۔ اتنے میں دوسری آواز کا میں

آئی کہ اب جناب نوح علیہ السلام رونق افروز ہوئے۔ پھر حضرات ابراہیم واسماعیل واسحق علیہم السلام نے قدم بچھ فرمایا اور ان کے بعد حضرت سید الانبیاء نے معہ جناب علی مرتضیٰ و امام حسن و جعفر تبارک نے نزول اجلال فرمایا۔ سب انبیاء تعظیم کے لئے سر و قدراوٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک کرسی نور کی آئی او سپر حضور بیٹھے اور سب انبیاء چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ اب ایک فرشتہ ایک ہاتھ مین تنگی تلوار اور دوسرے مین عمود آتشین لئے آیا اور آتے ہی میر ہاتھ پکڑ لیا۔ مین نے وا دیلا کر فی شریع کی کیار رسول رؤف درجیم۔ مین الہیت کا دوست ہوں مجھے زبردستی اشتیاق نے پکڑ کے اپنے ساتھ لیلیا ہے۔ فرشتہ نے میرے منہ پر پانچہ مالاکہ میرا منہ سیاہ ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسے چوڑو دی ہی سزا اسکے لئے کافی ہو جائیگی۔ فرشتہ نے مجھے چوڑو دیا۔ مین بیہوش ہو کے گر پڑا۔ صبح ہوتے مجھے ہوش آیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ نگہبانوں مین سے کوئی بھی نہیں ہے مگر اُنچاس ڈھیر لاکھ کے صندوق کے گرد پڑے ہیں اور سر مبارک امام حسین اوسمیں رکھا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب صبح کو شمر کے ابوالخنوق کو بلا کے یہ حال سنا تو وہ یہ سب ماجرا بیان کر کے زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ پشہ او سکا پٹ گیا ہے۔ تمام لشکر مین ہلچل مچ گئی اور بہت آدمی ساتھ آنے سے پشیمان ہوئے مگر اب سوائے آگے بڑھنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا مجبوراً آگے کو کوچ کیا۔

ابو سعید دمشقی سے روایت ہے کہ مین اسی جماعت کے ہمراہ تھا جو سر امام کو زید کے پاس لئے جاتے تھے جب یہ لوگ دمشق کے قریب پہنچے تو اودن مین کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ مسیب بن قعقاع خزاعی نے اس ارلہ سے ایک لشکر جبر جمع کیا ہے کہ تمہیں شہنشاہ مارے اور سر ہائے شہداء اور الہیت کو تم سے چھین لیجائے۔ یہ سنکر سرداران لشکر کے پیٹ مین پانی پڑ گیا

اور با حقیقا طامام سفر کرنے لگے۔ ایک دن شام کو منزل پر پہنچے۔ اس جگہ ایک مستحکم دیر تھا۔ سبکی یہ اسے ہوئی کہ رات کی رات اسی دیر میں بسر و صبح ہوتے ہی اپنی راہ لینے لگا کہ کوئی حملہ کر لیا تو یہ مضبوط قلعہ ہے کچھ نہ ہو سکیگا۔ پس شمر نے فصیل کے نیچے کھڑے ہو کر آواز دی دیر کے بڈ ہے سردار نے اوپر آ کے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم گردا گرد دیر کی فصیل کے کھڑا ہے۔ پوچھا کہ یہ لشکر کہاں سے آیا ہے اور تم کون ہو۔ شمر نے جواب دیا کہ یہ ابن زیاد کا لشکر ہے اور کوفہ سے دمشق جاتا ہے۔ بڈ بالوں لاکھوں۔ شمر نے کھا کہ عراق میں ایک شخص زید سے باغی ہو گیا تھا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے مقتولوں کے سر زید کے پاس لئے جاتے ہیں۔ سردار دیر نے سروں کو نیرون پر دیکھا اور دریافت کیا کہ انکے سردار کا سر کدھر ہے۔ لوگوں نے جناب امام ہام کا سر اسے دکھلا دیا۔ بڈ ہے نے نظر غور سے دیکھا تو ہیبت طاری ہو گئی اور کانپنے لگا پوچھا۔ اب تم بیان کس غرض سے آے ہو۔ شمر نے جواب دیا۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ مقتولوں کے حمایتیوں نے ایک لشکر جمع کیا ہے اور ارادہ ہے کہ رات کو ہمیں شہر مار کے سروں کو لیجا لیں۔ تمہارا دیر ایک محفوظ مقام ہے رات بہر میں یہاں رہنے دو صبح چلے جائینگے۔ سردار نے جواب دیا کہ اتنے بڑے لشکر کی اس میں سہائی کہاں۔ البتہ سروں کو اور اسیروں کو ہمارے ہاں بھیج دو اور تم لوگ رات بہر دیر کے گرد چوکی کرتے رہو صبح چلے دینا۔ اس صورت میں اگر آج رات میں تم پر کسی نے حملہ بھی کیا تو جب سرو اور قیدی ہمارے پاس نہ ہونگے تو وہ بے نیل ملام واپس ہوگا۔ خاطر جمع رکھو کہ آج تک کسی کی دسترس ہمارے دیر پر نہیں ہو سکی ہے۔ یہ بات سبکی سمجھ میں آگئی۔ شمر نے سر امام کو ایک مضبوط صندوق میں مقفل کر کے معہ اور شہداء کے سروں اور اہلیہ کے وہاں جانیکیا کر دیا۔ اب جس سے کہتے ہیں کہ رات کو انکے ساتھ وہاں رہنا وہی کانون پر ہاتھ دہرتا ہے کیونکہ سب ابوالخنفق کے واقعہ سے ڈھکے تھے۔ آخر یہ قرار پایا

کہ صندوق وغیرہ کو کسی مضبوط مکان میں مقفل کر کے چلے آؤ صبح دیکھا جائیگا۔ ایسا ہی کیا گیا۔
 پیر ویر نے امام زین العابدین کو نہایت اچھے مکان میں رکھا۔ چاہتا تھا کہ سر امام حسین کو
 پاس سے دیکھوں ناگاہ اوس گہر کی طرت جو نظر کی جبین کہ سر شہداء کے تھے تو اوسے بوجھ
 روشن اور بے شمع منور پایا۔ تھیر ہوا کہ اُسی یہ کیا ماجرا ہے۔ اسے تحقیق کرنا چاہئے۔ اوسکے
 پاس ایک دوسرا گہر تھا جسکی ایک کھڑکی سے تمام حال اوسکے اندر کا بخوبی معلوم ہو سکتا تھا۔ یہ
 اوس کھڑکی میں جا بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ روشنی ساعت بساعت زیادہ ہوتی جاتی ہے
 اور چکا چوندہ سے آنکھ نہیں سامنے کی جاتی۔ القصہ غلبہ نورانیت کے بعد ایک عماری
 نازل ہوئی اور جناب حوالہ علیہما السلام اور حضرت سارہ مادر اسحق و ہاجرہ مادر اسمعیل و راحیل مادر
 یوسف و صفورا بنیت شعیب و کلثوم خواہر موسیٰ و آسیہ زن فرعون و مریم مادر عیسیٰ بہت سی کینروں
 کے ساتھ تشریف لائیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور بعض ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم و علیٰ جمیع الانبیاء و المرسلین آمین اور سر امام کو صندوق سے نکال کے ہر ایک نے زیارت کی۔ اب
 یکا یک شور و اویلا اور وادھیتا کا بلند ہوا اور نالہ و زاری کی آواز سے چاروں طرف ایک شور
 عظیم برپا ہو گیا اور ایک نورانی عماری نمودار ہوئی۔ کسی نے بڑھے کو لکھا کہ یہاں سے ہٹ جا
 خالقون قیامت تشریف فرما ہوتی ہیں۔ مرویہ یہ ہوش ہو کے گر پڑا جب ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا
 ہے کہ ایک پردہ حجاب کا اوسکے پیش نظر ہے اور کوئی دکھائی نہیں دیتا البتہ آوازیں کان میں
 آتی ہیں اور گریہ و زاری سنائی دیتی ہے اور کوئی عورت سر و سینہ کوٹکے یہ بین کرتی ہے۔
 السلام علیک اے مظلوم مادر۔ و اے شہید مصوم مادر۔ و اے غریب غموم مادر۔ اے میرے
 نویدہ۔ اے میرے فرزند پسندیدہ۔ غم نہ کما میں تیرے دشمنوں سے خاطر خواہ بدلا لوں گی۔
 روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے اوسدن قریش کے طور پر چند اشعار بھی فرمائے تھے جبکہ فارسی

ترجمہ ہذیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

گرہ نسبت ابرنسان ہچو من بگریستے	چشم پر دین بر سحاب قطرہ زن بگریستے
کاشکے صدویدہ بودے مردم چشم مرا	تا بصدویدہ بران نغمہ زن بگریستے
رشتہ موسیٰ حسین آغشتہ شد و خاک و خون	چشم شب کو تا بران مشکین رسن بگریستے
یوسف مصرنی را جامہ پر خون شد کجاست	ویدہ یعقوب تا بریسہ رہن بگریستے
کوہ را گرگوش بودے تا شنیدے نالداش	باہمہ سنگین دلی کوہ از حزن بگریستے
طفل خردوشہر بانو تشنہ لب شد آب کو	تا بران لب تشنہ شیرین دہن بگریستے

پیر تر سایہ ماجرا دیکھ کے بیہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو کچھ بھی نہ تھا۔ اوٹھا اور اوس جگہ گیا جہاں جناب امام کا سر صندوق میں رکھا تھا۔ اوسکا تالا توڑ ڈالا اور سر مبارک باہر نکال لے اوسکے آگے زمین پر لوٹتے لگا اور حد سے زیادہ رویا بیٹھا۔ پھر اوسے شک و گلاب سے دھو کر سجادہ پر رکھا دو شمعیں جلا کے اوسکے سامنے رکھ دیں اور دونوں ہو کر دروازے جا بیٹھا سر کی طرف دیکھتا تھا اور بیکال گریہ و زاری کرتا تھا کہ اے سرسروان عالم واسے بہترین نبی آدم میں جانتا ہوں کہ تو اوس جماعت سے ہے جنکا وصف تورات موسیٰ اور انجیل عیسیٰ میں مذکور ہے۔ اوس خدا کی واسطے جس نے تجھے یہ جاہ و منزلت دی ہے کہ حرمان سراوقات عصمت تیری زیارت کو آتی ہیں اور خاتونان سراپردہ نبوت تیرے لئے آہ و زاری کرتی ہیں۔ مجھے بتا دے کہ تو کون ہے۔ اوسی وقت فرمان رب ذی الجلال سے امام ہمام کے سر نے جواب دیا انا مظلوم انا مظلوم انا مقتول انا غریب یعنی تم رسیدہ و غمدیدہ و محنت کشیدہ ہوں اور قتل تیغ دشمنان اور خائن آوارہ ہوں۔ یہ سنکر بڑھے نے عرض کی کہ حضور ابی میں نہیں سمجھا کچھ اور ارشاد ہو۔ سر امام نے فرمایا۔ اے شخص میرا حسب و نسب دریافت کرنا چاہتا ہے یا میرا سورت و شکل

و تعب نینگا۔ اگر نب سے غرض ہے تو سُنئے انا بن النبی المصطفیٰ انا بن الی المرتضیٰ میں پس پیغمبر
برگزیدہ ہوں میں پس برگزیدہ ہوں۔

سن نوید و چشم مصطفیٰ ام	فرزندِ علی مرتضیٰ ام
سرفروشہ خاندانِ خویشم	بگزیدہ حضرتِ خدا ام
نے نے کہ غریب و مستمدم	مظلوم و شہید کر بلا ام

پیر دیرانی مے یہ اندوہناک حال جسکے فوراً اپنے مریدوں کو بلایا جو شمار میں بہتر تھے اور
من و عن سب حال اونیہ میں کہ سنایا۔ سہوون نے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے۔ روتے
ہوئے جناب امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زنا ر توڑ توڑ کے کلمہ شہادت
پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ سہوون نے بالاتفاق عرض کی کہ اے ابن رسول اللہ آپ ہمیں حکم
دیں تو ہم سب باہر نکلتے ان ملعونوں پر شیخون ماریں۔ ہمارے دلوں کے بخار تو نکلی جائیگے ہم
مارینگے اور مرجائیگے۔ جناب امام زین العابدین نے فرمایا اجزا کم اللہ خیرا۔ بھائیو۔ یہ شقی
و مبدم اپنے کئے کی سزا پا رہے ہیں اور آگے بھی پائیگے۔ خداوند تعالیٰ عزا اسمہ قیامت
میں بھی اون سے انتقام لےگا۔ تم تکلیف نہ کرو جانے دو۔

جب صبح ہوئی تو سرون اور اہلبیت کو دیر سے باہر نکال کے اپنی راہ لی اور نازل و مرصل طے
کرتے ہوئے شہر عسقلان تک پہنچے۔ وہاں کا حاکم یعقوب عسقلانی امرے شام میں سے
تھا۔ معرکہ کر بلا میں زید یون کے ساتھ امام حسین سے لڑا تھا اور کوفہ سے اسی لشکر کے
ساتھ یہاں تک پہنچا تھا اور سننے اپنے شہر میں آتے ہی حکم دیدیا کہ سارے شہر میں آئینہ
بندی کرو۔ ہر گلی کوچہ آراستہ ہو۔ جا بجا چوراہوں اور بالا خانوں پر ناچ گانے کی محفلیں برپا
کی جائیں۔ شراب و کباب اڑاے جائیں اور عیش و نشاط کے جلسے قائم ہوں افسوس

صدافنسوس اومین گچھرون میں شہدا کے سر اور اہلیت کو چاروں طرف گلی گلی پہرانے لگے۔
 اتفاقاً ایک نوجوان زیر خزانہ نام اوسیدن سوداگری کے ارادہ سے شہر میں وارد ہوا تھا۔ او
 تمام شہر میں مبارک وسلامت اور خوشی و خرمی کی دہوم جو دیکھی تو پوچھا کہ اس مسرت و فرحت کا باعث
 کیا ہے۔ لوگ یہ سنکے حیران ہوئے اور کہنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھان کے رہنے والے
 نہیں ہو۔ زیر بوللا میں آج ہی بیان آیا ہوں۔ شہر لوہن نے جواب دیا کہ عراق میں ایک گروہ نے
 یزید کی مخالفت میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔ امرے شام و کیرے کوفہ نے اومین اپنے کئے
 کو پہنچایا اور قتل کیا۔ دیکھو اون باغیوں کے سرتیروں پر ہین اور اونکی مستورات اونٹون پر تمام شہر
 میں تشہیر کی جاتی ہیں۔ اس فتح کی خوشی آج ہو رہی ہے۔ زیر نے سوال کیا کہ یہ لوگ سلمان
 میں یا مشرک۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہین تو مسلمان مگر امام زمان کی اطاعت سے گردن کشی کی تھی
 زیر بوللا آخر اس بغاوت کی کوئی وجہ بھی تھی۔ شہر والوں نے کہا وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا سردار
 دعویٰ کرتا تھا کہ بمقابلہ یزید کے میں امامت کا زیادہ مستحق ہوں کیونکہ میرے باپ اور بہائی بھی
 امام تھے۔ اس بات سے زیر کے کان کھڑے ہوئے اور پوچھنے لگا کہ اونکے سردار کا اور اسکے
 مان باپ اور بہائی کا نام کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ سردار کا حسین ابن علی ابن ابی طالب
 تھا۔ اوسکی مان کا نام فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بھائی اوسکا حسن ہے
 جس نے یزید کے باپ سے صلح کر لی تھی۔ زیر نے یہ باتیں سنیں اور تعروہ آہ کا مالہ پروڑا ہوا
 اہلبیت کے اونٹون کے پاس چلا گیا۔ جون ہی اوسکی نظر امام زین العابدین پر پڑی ڈاڑھین مار کے
 رونے لگا۔ شاہزادہ عالم نے فرمایا اے جوان۔ آج تمام شہر میں نرم طرب آراستہ ہے لیکن تو
 کیون منعوم ہے۔ زیر نے عرض کی۔ حضور میں اس شہر میں آج ہی مسافر نہ وارد ہوئے۔ خدا
 نکرے کہ میں ان بختیوں میں سے ہوں۔ میں حضور کی قدر و منزلت جانتا ہوں اور نادام حمل

ہوں کہ آج بھان کیوں آن پینسا جو یہ اندوہناک ماجرا دیکھا اگر آج اپنے قبیلہ میں ہوتا تو ان ملعونوں کو گستاخیوں کا پورا پورا مزاج کیا دیتا۔

چکنم چہ چارہ سازم کہ اسیر و دردمندم	بجبار دم چہ گویم کہ غریب و دستمدم
سرگریہ دارم اکنون لب خندہ گشت بستہ	ہنزار غم بگیریم بچہ خوشدلی بنمدم

اوسکی ہمدردی سے حضرت زین العابدین بھی رونے لگے اور فرمایا۔ اے جوانمرد۔ تجھے بولنے آشنائی آتی ہے حق جل و علی تجھے جزا سے خیر دے۔ زیر نے ہاتھ جوڑ کے عرض کی۔ اے مخدوم زادہ والا شان میرے لائق کوئی خدمت فرمائیے تاکہ تعمیل کر کے اپنی خوش قسمتی تصور کروں شاہزادہ نے ایک آہ سرد بھر کے ارشاد کیا۔ اے بہائی۔ اگر تجھے ہو سکے تو اوس آدمی کو جس کے پاس میرے باپ کا سر ہے اہلیت کے اونٹوں کے پاس سے ہٹا دے تاکہ ناحرمون کا ہجوم ہماری عورتوں سے دور ہو جائے تیرا بیٹا احسان ہو گا۔ زیر نے جا کے اوس آدمی کو پچاس اشرفیاء دین اور اسے آگے بڑھایا اس کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی دور ہو گئے جو سر کا تماشا دیکھنے کو ساتھ لگے ہوئے تھے۔ زیر نے آگے پھر لوچا۔ اے ابن رسول اللہ۔ کچھ اور فرمائیے جسے بجا لاؤں۔ حکم ہوا۔ اگر کچھ کپڑا ہو تو ہماری عورتوں کے لئے دیدے۔ زیر نے فی الفور دو دو دو جا کے نذر کئے اور جناب امام زین العابدین کی خدمت میں ایک جبہ و عمامہ و عباءہ پیش کی۔ اسی اثنا میں زیر نے دیکھا کہ بازار میں ایک شور برپا ہوا اور شمر ذی الجوشن ایک جماعت کے ساتھ نعرے مارتا اور خوشی مناتا ہوا گھوڑے پر آیا۔ غیرت دین اور حمیت اسلام نے زیر کے دل میں جوش مارا اور بے اختیار نہ بڑھکے شمر کے گھوڑے کی باگ تھام کر لیا۔ اے لعین بے دین اور اسے تھی پرکین۔ تو جانتا ہے کہ تو نے کسے سر کو تیرے پڑ پڑا رکھا ہے۔ اور یہ فرزند ان رسول اور نوریۃ قبول ہیں جو اس وقت و خواری سے اونٹوں پر سوار ہیں۔ خدا تم

لوگوں کے دونوں ہاتھ قطع کرے اور تمہاری دونوں انگلیں بے نور ہو جائیں۔ تم پر عقوبت کی مار ہو اور دل تمہارے ہمیشہ پریشان و پراگندہ رہیں۔ یہ سنکے غم نے اپنے ملازمین کو لٹکا رکھا اس بے ادب کو تیغ و خنجر سے سزا دو۔ لوگوں نے زیر پر چل گیا اور مردمان شہر نے اینٹوں اور پتھروں سے اس غریب کی خبر لی۔ بیچارہ سخت مجروح ہو کے گر پڑا اور یہ ہوش ہو گیا۔ لوگ اسے مردہ سمجھ کر چوڑ گئے۔ آدی رات کو انگلیں جو کلیں تو نگھڑاتا ہوا ہنر خرابی ایک طرف چلا گیا۔

ابوالعباس نے حضرت سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب اس لشکر اور سہل کے آمد کی خبر دمشق میں پہنچی تو حکم ہوا کہ سارے شہر کو آراستہ کرو۔ میں تجارت کے لئے ولایت شام میں گیا ہوا تھا جب دمشق میں داخل ہوا تو یہ دہوم دہام دیکھی وہاں سوچا کہ آج کسی عید کا دن ہی نہیں ہے شاید بھان واپوں نے اپنے ہاں کوئی نئی عید تصنیف کر لی ہے۔ اسی حیرت میں تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے سلام علیک کی۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کیون صاحب۔ آج تمہارے شہر میں یہ شادی اور دہوم کس باعث سے ہے۔ اس نے پوچھا کہ جناب کیا آپ اعرابی میں میں نے کہا۔ ہاں۔ میں اصحاب رسول اللہ سے ہوں اور میرا نام سہل ساعدی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ رونے لگا اور کہا کہ آج میں اس تعجب میں ہوں کہ آسمان اہلبیت کی مصیبت پر خون کیون نہیں برساتا اور زمین ان لوگوں کو نگل کیون نہیں جاتی۔ میں نے کہا۔ خیر تو ہے یہ کیا کہتے ہو۔ اتنے میں ایک تڑپ رہا ہوا۔ بہت سے سوار تیردن پر سر چڑھائے ہوئے آئے جنکے پیچھے کچھ عورتیں اونٹوں پر سوار تھیں اور سکی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری لگی ہوئی تھی۔ اس مرد بزرگ نے مجھے کہا۔ دیکھو یہ سر حسینؑ نیو پر ہوا ہے اور خاتونان اہلبیت اونٹوں پر ہیں۔ یہ سنکے میں آپ نے نہ رہا اور شہر ان اہلبیت میں دوڑا ہوا چلا گیا۔ ایک نیزہ پر ایک سترھا جسکی شکل بالکل آنحضرت صلعم سے ملتی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میں بھی

پھوٹ پھوٹے رونے لگا۔ اہلبیت میں سے کسی عورت نے مجھ سے دریافت کیا کہ اسے پیر مرد
 تم کیوں روتے ہو۔ کیا خدا نخواستہ تمہارے دشمنوں پر بھی کوئی مصیبت پڑی ہے یہ سنکے
 مجھے اور بھی زیادہ رونایا لیکن اپنے دل کو سنبھالکے اوس سے پوچھا من انت یعنی آپ اپنا
 حسب نسب بیان فرمائیں۔ اوس فلک کی ستائی نے جواب دیا۔ میں سکیذہ بنت امام حسین ہوں
 یہ سنکے میرا سینہ شق ہونے لگا اور عرض کی۔ اے دختر خاتون قیامت۔ میں سہل ساعدی
 آپ کے نانا صاحب کے صحابہ میں ہوں۔ مگر کوئی حکم ہو تو بیچا لاؤں۔ شاہزادی نے فرمایا۔ ہاں
 ہمیر اتنا رحم کرو کہ تیرہ داروں سے کھدو۔ میرے بابا کے سر کو آگے لے جائیں تاکہ شامی لوگ اوکھ
 تماشے کو بڑھیں اور ہم نظر خلق سے تھوڑی دیر کے لئے بچیں۔ میں سر مبارک امام حسین کے
 پاس پہنچا اور حامل سر سے کھا۔ میں تجھے چار سو درم دے دوں گا تو آگے بڑھا اور سنے درم لے لئے اور
 آگے چلا گیا۔ وہاں سے میں چاہتا تھا کہ واپس ہوں اور پھر شران اہلبیت کے پاس پہنچ جاؤں
 مگر ممکن نہوا۔ اتنی بیڑ تھی کہ ریٹے اور دھکوں کے مارے زمین پر پاتھن نہ جتے تھے۔ پہلے
 سے مقرر ہو چکا تھا کہ سر اور قافلہ اہلبیت بابا ساعتے شہر کے اندر داخل ہونگے۔ مگر جو ہم کے
 باعث دروازہ کے اندر گساہی نہ گیا۔ اسلئے وہاں سے بڑھکے دروازہ تو اسے شہر میں آئے۔
 راوی کہتا ہے کہ جب اذنا گذر جامع مسجد کے آگے سے ہوا تو ایک بڑھے نے امام زین العابدین
 کو دیکھ کر کہا۔ شکر ہے خدا کا جسے تمہارے اکابر کو ہلاک کیا۔ تم لوگوں کے فتنہ و فساد سے
 دنیا کو آزاد کر دیا اور نیریزید تمپر مستولی ہو گیا۔ جناب امام زین العابدین اس بڑھے کی طرف متوجہ ہوئے
 اور فرمایا اے شخص تو نے قرآن پڑھا ہے۔ اوسنے کھا ہاں۔ جناب امام۔ تو زہر آیت دیکھی ہے
 قل لا استعلمکم علیہ اجر الا المودة فی القربی بدھا۔ ہاں پڑھی ہے۔ جناب امام۔
 فحن ذوی القربی یعنی پس ہم ہی تمہارے رسول کے وہ قرابت دار ہیں جکا ذرا اس آیت کریمہ میں ہو

اور ہاں اسے پیر مرد تو زیہ آیت بھی دیکھی ہو انما یرید اللہ لیدعبنکم الرحمن اہل البیت یطہکم تطہیرا۔
 بڑھا۔ ہاں پڑھی ہو۔ جناب امام۔ ہم وہی اہلبیت ہیں جنکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے
 یہ سنکے بڑھے نے تو بڑی دیر کے لئے سر جھکا کے غور کیا اور پھر ہاتھ جوڑ کے التماس کی۔ اے
 ابن رسول اللہ دعائے فرمائے میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ایسے لوگ ہیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا
 بولاکہ آئی ان لوگوں کی دشمنی سے میں نے توبہ کی میں انکے دشمنوں کا دشمن ہوں اور انکو دوستوں
 سے محبت رکھتا ہوں۔ اسکے بعد گر پڑا اور امام زین العابدین کے اونٹ کے پیروں میں لوٹنے لگا رہا تھا
 اور کہتا تھا کہ اے خدا۔ اگر تو نے میری دعا قبول کر لی ہے تو اسی وقت میری روح نفس غفیری سے
 پر راز کر جائے۔ یہ دعا بھی اوس پیر مرد کی ملک تقدیر نے قبول کر لی۔ اہلبیت سے ایک شور
 مچا دیا کا اٹھا اور جناب امام زین العابدین بھی اوسکے لئے بہت روئے۔

روایت ہے کہ یزید نے پہلے سے حکم دے رکھا تھا کہ میرا محل آراستہ کیا جائے پردے
 زریفت کے آویزان ہوں۔ ہاتھی دانت کا مہر صحن تخت ایک صفحہ میں بچایا جائے اور دیباے
 ردی و ششتری اور سپر ڈالیا جائے۔ امراے شام کی کرسیاں حوالی تخت میں ہوں جیسا
 شمر نے اپنے ساتیوں کے پہنچا تو حکم ہوا کہ اندرائین اور سرون کو بھی لائین۔ اہلبیت کو الگ
 صفحہ میں اتر وادیا اور اسکے آگے ایک پردہ ڈالیا گیا۔ سرلا کے تخت کے آگے رکھ رکھ گئے
 یزید ایک ایک سر کو دیکھتا تھا اور اسکا حال پوچھتا تھا جب سب سرون کو دیکھ چکا تو کہا کہ
 اب امام حسین کا سر لاؤ۔ شمر آدمی خدا اور چالیا تھا بشیر ابن مالک بولا کہ تم امام کا سر یزید کے
 سامنے لیجاؤ۔ رجز پڑھتے جانا اور قتل امام پڑا فخر کرنا اور کہنا کہ مجھے معقول انعام ملے۔ غرض
 شمر کی اس چال سے یہ تھی کہ قاتلان امام کی نسبت یزید کی رائے معلوم ہو جائے۔
 بشیر نے امام حسین کا سر جا کے تخت کے آگے رکھ دیا اور یہ رجز شروع کی۔

اعلام مہکائی فضیلت و ذہباً

انی قتلتم الملك النجباء

قتلت خیر الناس افا و اباً

یعنی میرے چار پالیوں کو سونے چاندی سے بڑ کر دے کیونکہ میں نے ایک بادشاہ عظیم الشان کو مارا ہے جو اپنے ماں باپ کی طرف سے بہترین مردم تھا۔

اسی طرح سے چند شعر اور جناب امام حسین کی فضیلت اور عالی شانہ اندانی کے ثبوت میں پڑھے جنکے سنتے ہی یزید جل جلالہ بن بن کے کباب ہو گیا اور بولا۔ اگر تو حسین کو ان صفات سے موصوف سمجھتا تھا تو کیوں قتل کیا میں تجھے کچھ نہ دوں گا بلکہ اڈٹاؤں گے پاس پونچھنے دیتا ہوں پھر حکم دیا کہ اسے محل سے باہر لجا کے گردن اوڑا دو۔ دل جلے تو وہاں بھی موجود تھے انہوں نے فوراً تعمیل کر دی اور اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے گا سودا کر دیا۔ بشیر زون دس آدمیوں میں سے تھا جنہوں نے قتل امام حسین پر اتفاق کیا تھا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ یہ صورت ابن زیاد کی مجلس میں واقع ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسکے بعد یزید نے امراء کو فہ سے پوچھا کہ تم نے حسین کو کیسے قتل کیا۔ زحر بن قیس و بردایتے شمر بن ذی الجوشن نے بیان کیا کہ یہ شخص مع اپنے چند اقربا اور دوستوں کے کربلا میں آیا۔ ہم لوگ لشکر عظیم کے ساتھ اسکے سامنے جا پڑے اور بہت کچھ سمجھایا کہ تم یزید سے بیعت کر لو اور ابن زیاد سے جا ملو مگر اس نے ہماری ایک نہ مانی۔ ہننے او سپر حملہ کر دیا اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ سر اوٹکا آپکے پاس لے آئے ہیں اور لاشوں کو وہیں پڑا چھوڑا یہ سنکے یزید نے سر جکالیا اور بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر ایک طشت زرین میں جناب امام کے سر کو رکوا کے اپنے سامنے منگوایا اور چوب دستی سے بہا لے امام کو چھو کے بولا کہ حسین کے لب و دندان بہت خوب تھے۔

روایت ہے کہ ایک ترسا بطور ایلچی کے قیصر روم کے دربار سے یزید کے پاس آیا تھا۔

اور بہت سے تحائف اور ہدایا بھی لایا تھا۔ اسوقت وہ بھی موجود تھا۔ سر امام کو دیکھتے ہی آبدیدہ ہو کر بولا۔ اے زید میں آنحضرت کی حیات میں سوداگری کے لئے مدینہ گیا تھا۔ چاہا کہ حضور کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کر دوں لہذا اصحاب کے پوچھا کہ آپ کیا چیز پسند فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خوشبو کی طرہ بہت مائل ہیں۔ میں نے دو نافہ مشک اور تھوڑا سا عنبر اشرب لیا اور روانہ ہوا۔ آپ اسوقت جناب ام سلمہ کے ہاں تشریف فرما تھے میں نے جا کر سلام کیا اور وہ خوشبو میں حضور میں حاضر کیں۔ ارشاد ہوا کیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ ہدیہ محقر خدمت اقدس میں لایا ہوں۔ جناب اقدس نبوی نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا عبد الشمس کہتے ہیں ارشاد ہوا کہ ہنئے تیرا نام عبد الوہاب رکھا اور اگر تو اسلام قبول کرے تو تیرا ہدیہ بھی یلیا جائیگا۔ یہ سنکر میں نے نظر غور سے چہرہ مبارک کو دیکھا اور سمجھا کہ آپ وہی نبی ہیں جسکی خبر جناب مسیح نے انجیل میں دی ہے۔ فوراً ایمان لے آیا اور واپس چلا گیا۔ اب میں اور میرے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں مسلمان ہیں مگر کفار کے خوف سے روم میں اپنا مذہب پوختیدہ رکھتے ہیں حالانکہ ذیہر سلطنت روم ہوں مگر کوئی میرے حال سے واقف نہیں۔ اسدن ام سلمہ کے گھر میں نے اس صاحب سکر کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ اس زمانہ میں یہ بہت خورد سال تھا۔ جب یہ سامنے آیا تو حضور نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور بغل میں لیکر لب و دندان کے بوسے لئے اور فرمایا۔ اے میرے نور نظر تجھے ناحق قتل کرے خدا او سپر کہی اپنی رحمت نازل کرے۔ دوسرے دن حضور مسجد میں تھے اور میں پہونچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ یہ اور اسکا بڑا بہائی دونوں آئے اور بوسے آج ہم دونوں کشتی لڑے کوئی کسیکو بچا پڑ نہ سکا۔ آپ ہمارا فیصلہ کر دیں کہ کون ہم میں سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ حضور نے اپنے دونوں دلبندوں کو پکار کر کہا اور فرمایا۔ تمہیں کشتی لڑنا مناسب نہیں۔ جاؤ تمہوڑا سا لکھ لاؤ جب کا خطا چھا ہوگا وہی زیادہ

توی ہے۔ بچے تو تھے ہی دونوں چلے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ لکھ لائے حضور نبوی
 نے دونوں کی تحریر کو ملاحظہ فرمایا اور بولے۔ بیٹا۔ تمہارے باپ اس فن کے بڑے مبصر ہیں
 اون سے جا کے رائے لے لو۔ دونوں چلے گئے۔ آنحضرت بھی اونٹھ کھڑے ہوئے اور ہم لوگ
 بھی حضور کے ساتھ باہر نکل آئے۔ سلمان سے میرا بڑا دوستانہ تھا میں نے اون سے
 دریافت کیا کہ آج رسول مقبول نے دونوں لڑکوں کی تحریر میں محاکمہ کیوں نہیں کر دیا اونہوں نے
 جواب دیا کہ بھائی تم سمجھے نہیں۔ اپنے دونوں نواسوں سے حضور کو ایسی قلبی محبت ہے جو نہیں
 چاہتے کہ ایک کے بھی دل پر حضور کی کسی بات سے میل آئے اسلئے اونکے جگر طے کو اونکے
 والد ماجد کے سر ڈال دیا۔ میں نے متعجب ہو کر سلمان سے کہا کہ میرا خدا مجھے اسکی خبر لا دو
 کہ جناب علی مرتضیٰ نے کیا فیصلہ کیا۔ سلمان نے کہا۔ ابکی ملاقات میں اونکے نتیجہ کی خبر میں
 تمکو کروں گا۔ دوسرے دن جو ملاقات ہوئی تو سلمان سے معلوم ہوا کہ جب صاحبزادے اپنے
 والد ماجد کے پاس گئے تو اونہوں نے بھی یہی خیال کیا اور فرمایا۔ بیٹا۔ یہ تو ذرا سی بات ہے اپنی
 مادر شفقہ سے جا کے پوچھ لو۔ بچے اپنی مان کے پاس پہنچے۔ جناب فاطمہ سمجھ گئیں کہ نانا
 اور باپ نے اپنے دل شکنی گوارا نہ کی اور میرے اوپر جہش پر رکھا۔ فرمایا کہ بیٹا۔ میں عورت
 ذات نہ تو خطی کو کیا جانوں۔ لیکن میرے پاس یہ سات موتی ہیں انہیں پہنکتی ہوں جو انہیں
 سے زیادہ موتی میرے پاس چرین لائیگا اوسکا خط بھی اچھا ہے اور وہی بیت توی ہے۔ ادھر
 جناب فاطمہ نے موتیوں کے پہنکنے کا ارادہ کیا اور ہر فرمان رب جلیل حضرت جبریل امین کو
 پہنچا کہ اے جبریل۔ جلد جاؤ اپنے پردن کے اشارہ سے ایک موتی کے برابر برابر دو
 لکھڑے کر کے ساڑھے تین موتی حسن کی طرف کرو۔ اور ساڑھے تین حسین کی طرف تاکہ
 دونوں بچوں میں کسی کا دل طول ہونے سے میرے حبیب کو صدمہ نہ ہو۔ جناب جبریل نے

آوے موتی انکے پاس اور آوے انکے پاس کر دئے اور دونوں صاحبزادے خوش خوش
 اپنی والدہ ماکہ کی گود میں چلے آئے۔ پس اسے یزید جن کو چون پر محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ اور
 فاطمہ زہرا الوین جان قربان کرین اور خدا کو ایسی خاطر اون کی منظور ہوا و نمین سے ایک کو تم لوگون
 نے شربت الماس پلا کے اسکے جگر کے ستر اور دو بہتر ٹکڑے کر دئے اور دوسرے کو بہو کا
 پیاسا دشت کر بلا میں فوج کو ڈالا جسکے سر کو آج دولت و جہاری سے بین تیرے سامنے دہرا ہوا
 دیکھتا ہوں۔ اے کجخت۔ قیامت کے دن تو کیا منہ لیکر خدا و رسول کے سامنے جائیگا۔ یہ سنکر
 تمام دربار والوں نے اپنے سینہ کو ٹٹ لئے اور رد و دیوار سے روٹکی صدا آنے لگی۔ یزید ڈگیا
 اور کہنے لگا۔ اے عبد الشمس۔ تو میرے ملک میں غدر کرنا چاہتا ہے اگر تو قیصر روم کا رسول نہ ہوتا
 تو ابھی تجھ کو مروا ڈالتا۔ عبد الوہاب نے جواب دیا۔ اے بے شرم۔ ظالم۔ بے انصاف۔ لعنت ہے
 تجھ پر کہ رسول قیصر کی تو ایسی حرمت کرتا ہے اور رسول داد کی عزت تیری نگاہ میں ذرا ہی نہیں۔
 یزید چلا اٹھا کہ اس آدمی کو میرے سامنے سے دور کرو۔ لوگون نے عبد الوہاب کو باہر کر دیا۔ اب
 دن ہی ختم ہونے کو آیا۔ حکم دیا کہ چند قیدی عورتوں کو بھی ہمارے سامنے لاؤ۔ ام کلثوم۔ زینب
 و زین العابدین لای گئے۔ یزید نے ہر ایک کا حال پوچھا۔ لوگون نے کہا کہ یہ ام کلثوم۔ یہ زینب اور علی بن حسین
 سچے یزید نے کہا۔ چہنئے سناتے ہیں کہ علی بن حسین قتل ہوا اب یہ کہاں سے آیا۔ لوگون نے جواب دیا کہ
 حسین کے تین بیٹے تھے انہیں سے علی اکبر و علی اصغر مارے گئے یہ علی اوسطی ہمارا تھا اسلئے اسے
 گرفتار کر کے یہاں لے آئے ہیں۔ یزید کہنے لگا۔ اے لڑکے تو نے دیکھا کہ تیرا باپ اپنے نام کا خطبہ منبروں پر
 پڑھنا چاہتا تھا اور سند خلافت پر بیٹھنا اسے منظور تھا۔ شکر ہے خدا کا کہ وہ اپنی مرو کو نہ پہنچا
 امام زین العابدین نے فرمایا کہ اے یزید۔ گریبان میں منہ ڈالکے جج بتلا کہ یہ منبر ہمارے آبا و اجداد
 کے رکھو اے ہوئے ہیں یا تیرے باپ دادوں نے انہیں نبوایا تھا۔ سند خلافت ہمیں زیبایا

یا تجھے - خیر - ہمارا تیرا جبرگڑا قیامت میں فیصل ہوگا۔ یزید ابن باتون سے برہم ہو گیا اور ایک سپاہی کو حکم دیا کہ اسکو باہر لوجا کے قتل کر دے اور سر میرے سامنے لے آ۔ سپاہی نے اونکا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ حضرت ام کلثوم نے دو ہتھوڑوں سے مارا اور فرمایا کہ اے ابن ہند۔ اس بچہ کو تو چوڑو دے۔ والدہ - سوا اے اسکے اب کوئی محرم و مختار رسول اللہ کا نہیں رہا ہے اور ایک آہ دردناک کینچکے یہ شمر پڑا۔

حسینک مقتول و نسلک ضائع

انا دیک یا جدا اے یا خیر مرسل

یعنی اے نانا جان تم سید المرسلین ہو۔ فریاد ہے تمہارے حسین کو ان ظالموں نے قتل کر ڈالا اب تمہاری نسل کو بھی ضائع کئے دیتے ہیں۔

اس بیت کو سنکے یزید کا ہر جزو بدن کانپنے لگا اور قتل سے دست بردار ہوا۔ شاہزادہ کو پاس بلا کے اپنے بیٹے کے پاس بٹھالیا اور بولا۔ اے علی - میرا بیٹا اور تم ہمن ہو اس سے کشتی لڑو گے۔ جناب زین العابدین نے فرمایا۔ کشتی کیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ میں تلوار دیدے پہرہ شادیکہ۔

راوی لکھتا ہے کہ اب شام ہو گئی اور نوبت خانہ بچنے لگا۔ پسر یزید امام زین العابدین کی باتون سے جلاتو بیٹھا ہی تھا بول اٹھا کہ اے ابن حسین۔ یہ نوبت میرے باپ کے نام کی ہے یا تیرے باپ کے نام کی۔ جناب امام نے فرمایا کہ ذرا تامل کر۔ ابھی ابھی جواب تجھے ملا جاتا ہے کہ اتنے میں نثار خانہ بند ہو گیا اور مؤذن نے نداے اللہ اکبر بلند کی۔ شاہزادہ عالم نے فرمایا۔ اے پسر یزید۔ سننے یہ نوبت میرے آبا و اجداد کی ہے جو قیامت تک قائم و برقرار رہے گی اور تو ناحق اس سراسر فانی میں پنج روزہ نوبت پر پولا جاتا ہے۔ اے نادان لڑکے۔ دارالفرج ہامت میں سگہ سعادت ہمیشہ ہمارے نام پر رہے گا اور منابر عزت و کرامت پر قیامت تک ہمارے

نام کا خطبہ فضیلت پڑھایا گیا۔

ساد ویر و زنگار بود و دور دور ماست سانا نام کائنات بود نام نام ماست

پھر حضورِ زید کی طرف متوجہ ہو کے فرمانے لگے۔ اے زید بتا تو سہی کہ جبریل امین ہمارے گہر آیا کرتے تھے یا تیرے۔ آیہ تطہیر سچ لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے یا تمہارے۔ لزوم محبت ذوی القربی ہمارے باب میں ہے یا تمہارے لئے۔ یہ سننے کے لوگ شہزادہ زین و زنا کی فصاحت پر عرشِ عش کرنے لگے زید کے بدن پر عیسے عرشہ طاری ہو گیا اور بولا۔ اے ابنِ احسین۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ حضور نے ارشاد کیا۔ میرے والدِ بزرگوار کے قاتل کو مجھے دیدے تاکہ او سے اسیدِ وقتِ جنمِ حاصل کروں زید نے سردارانِ کوفہ کو بلا کے پوچھا کہ حسین کو کسے مارا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ خولی بن زید نے حکم ہوا کہ خولی حاضر ہو۔ خولی پہلے سے بشیر بن مالک کا آل دیکھ چکا تھا اڑا اور سامنے آ کے محض انکار کر گیا کہ حاشا و کلام میں نے اونیہن تمین مارا۔ زید نے اوس سے کہا کہ میرے قتل کیا۔ خولی بولا۔ رنان بن انس نو۔ او سے جو بلایا تو وہ کہنے لگا کہ لغت برتا ملاں حسین۔ یہ سنکر زید آیا پسے میں نہرا اور بولا کہ اے ملعونو۔ بتاتے میں کہ حسین کو کسے فوج کیا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ شمر بن ذی الجوشن نے اؤنکا سرتارا ہی اب شمر بلایا گیا اور زید نے اوس سے دریافت کیا کہ تو نے ہی حسین کو شہید کیا ہے۔ اوس نے بھی صاف یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ میں کیوں اس ناشائستہ حرکت کا عذاب اپنے سر لیتا۔ زید نے کہا۔ اے شقی۔ سب اسی بات پر متفق ہیں کہ تو نے مارا ہے۔ شمر نے جواب دیا۔ سب جو منٹے ہیں اور مجھے تہمت لگاتے ہیں۔ اوس وقت زید چھ دس زیادہ غضب مستولی ہو گیا اور لال پیلا ہو کے شمر سے کہنے لگا کہ نہیں۔ تجھی کو قاتل حسین کا بتانا نا پڑیگا۔ نہیں تو ابھی تیرا سر منٹے کی طرح اڑا اے دیتا ہوں۔ شمر سوچا کہ اب سر پر آ پڑی تم کیوں چوکتے ہو۔ سارے دربار کو اپنی

طرٹ مخاطب کیا اور آواز بلند کہا۔ ایسا الناس۔ قاتل حسین وہ ہے جسے قبائل عرب کو جمع کر کے
 بیت المال کے دروازے کو لہرائے اور لشکر کو گھوڑے۔ ہتیار۔ خرچ اور خلعت دئے اور کہہ دیا
 کہ شوق سے جاؤ اور حسین سے لڑو۔ اب آپ سب حاضرین دربار سمجھ لیں کہ قاتل حسین کون ہے
 میں نام نہیں لوں گا۔ یہ سُنکے زید نے شرم سے سر جھکا لیا اور بولا۔ تم سب میرے سامنے سے
 دور ہو نصرت خدا کی تم سب پر۔ پھر امام عالی مقام سے پوچھا کوئی اور حاجت رکھتے ہو تو بیان کرو حضور
 نے ارشاد کیا۔ میرے باپ کا سر مجھے دیدے تاکہ سب سروں کو لیجا کے اونکے تنوں سے
 ملا دوں۔ زید بولا کہ چاہیہ بات تمہاری مان لی کچھ اور مانگو۔ صاحبزادہ نے فرمایا کہ مجھے اور
 اہلبیت کو مدینہ ہیجری دے تاکہ نانا جان کے روضہ منورہ پر طاعت و عبادت الٰہی میں مشغول
 رہوں۔ زید بولا کہ یوں ہی ہو گا اور جو مرضی ہو بیان کرو۔ شہزادہ عالم و عالمیان نے فرمایا کہ بس
 ایک خواہش یہ اور باقی ہے کہ کل جمعہ ہے مجھے اجازت ملے کہ منبر پر خطبہ پڑھوں۔ زید نے
 کہا۔ یہ آرزو ہی آپ کی بزرگی کی کل کی خطابت آپ ہی کے ذمہ ہے مگر جب دوسرا دن ہو تو کچھ
 سوچ سمجھ کے وعدہ خطابت سے پشیمان ہوا۔ ایک اور شخص شامی کو جو طرا نضیع و بلع تھا خطبہ
 کے لئے مقرر کر دیا۔ منادی ہو گئی کہ سب لوگ جامع مسجد میں حاضر ہوں۔ جب نماز جمعہ میں سب
 جمع ہو گئے تو خطیب منبر پر گیا احوال ابوسفیان کی تعریف و مدح کرنے لگا اور آل ابوطالب کی
 خدمت شروع کی۔ بطلان حسین اور حقیقت داو لیت زید عیان کی۔ حضرت زین العابدین
 سے نرم لگایا آوازی۔ یا شامی بسٹل تخطیب انت یعنی اے شامی۔ تو برا خطیب ہے۔
 اس قوم نے تو ضاعے مخلوق کو غضب خالق سے مقدم سمجھا ہے اور دین کو دنیا سے دون
 سے بدل لیا ہے تو اختیار کی خدمت اور اشرا کی مدح کرتا ہے۔ لاجول ولا قوۃ الا باللہ
 اسکے بعد جناب زین العبا نے زید سے فرمایا کہ اپنا وعدہ و فاکر تو نے کل مجھے عہد کیا تھا

یزید نے جواب دیا کہ تمہارے منبر پر جانکی مین کوئی ضرورت نہیں دیکھتا۔ تم مین سے جو چاہتے ہو کہہ لو۔ یہ سنتے ہی اہل دشت نے شوہرچا نا شروع کیا اور اشرف شام کھڑے ہو گئے کہ مین ہم تو اہل حجاز کی باتیں سنیں گے اور دیکھیں گے کہ حجازیوں کی فصاحت و بلاغت کس درجہ کی ہے۔ یزید بولا۔ اے اہل شام۔ یہ لڑکا ہاشمی ہے جو فصیح عرب ہیں۔ منبر پر جاتے ہی آل ابوسفیان کی فضا جیتی کڑوا لینگا اور بنی امیہ کو بُرا بہلا لینگا۔ اکابر دشت نے کہا کہ مین۔ بچہ ہے اس سے یہ کب ہو سیکے گا جانے دو۔ شاید یہ اپنے نانا کے کچھ اقوال بیان کرے جن سے مین بھی کچھ نہ کچھ استفادہ حاصل ہو جائے۔

جب دشت کے بڑے بڑے لوگ اصرار کرنے لگے تو یزید اونکی فرمائش رد کر رکھا اور شانہ واؤہ والا تبار منبر پر چلوا دیا۔ یہ معلوم ہوا کہ منبر مین جان پڑ گئی۔ مسجد جگمگانے لگی اور محرابین زبان حال سے عرض کرتی تھیں۔

گربہ چشم من نشینی	نازت بکشم کہ ناز نینی
-------------------	-----------------------

سے پہلے آپ نے حمد آئی اور نعت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اس نصاحت و بلاغت سے بیان کی کہ فصحاے شیرین زبان او کی تعریف سے قاصر اور بلغاے زیبا بیان او کی توصیف سے عاجز ہو گئے۔ حمد و صلوة کے بعد پند و نصائح کی باتیں اس طرح سے فرمائی کہ حاضرین کے دل اونکی تاثیر سے نرم اور سامعین کے سینے اونکے تفرقے گرم ہو گئے۔ اسکے بعد زمانے لگے۔

دوستان شرح پریشانی من گوش کیند	داستان غم پنهانی من گوش کیند
قصہ بے سرو سامانی من گوش کیند	گفتگوئے من و حیرانی من گوش کیند

اے اہل شام۔ جو کوئی مجھے بچھانتا ہو جانے اور جو بچھانتا ہو بچھان لے کہ ہم فرزند رسول مختار

اور ہم ابن المصطفیٰ سید الانبیاء ہیں۔ ہم پسر صاحب معراج۔ ہم مالک تاج و دواج ہیں۔ ہم جگر گوشہ صاحب براق۔ ہم افضلترین آدمیان بالاتفاق ہیں۔ ہم تخت جگر سافر سفر حجاز النبی اسمری اور مجاور حرم قباب توسین اودانی ہیں۔ ہم ناز پروردہ آغوش خطیب فاوخی الی عبدہ ماوخی اور عنایہ گلشن علمہ شدیدہ القوی ہیں۔ ہم سوار دوش خواجہ شرب و بطحا اور صدر سندہ اعتبار واصطفا ہیں۔ ہم نوریدہ حبیب حضرت اللہ یعنی پسر محمد رسول اللہ ہیں۔ ہم سرور سیمتہ شمسوا مضاعف الی۔ و شہر یار تنگ گاہ لافتی ہیں۔ ہم مفتاح خزائنہ انانیتہ العلم و علی بابا ہیں۔ ہم پسر صاحب مناصب و منظر العجائب و الفرائب یعنی علی ابن ابی طالب ہیں۔ جو قوت شانہ راہ و الاشیاء کے منہ سے انا ہیں یعنی ہم نکلتا تھا خلق اللہ میں ایک شورج جاتا تھا۔ پھر فرمایا ہم فرزند خیر خیر المرسلین۔ سیدۃ النساء العالمین ہیں۔ ہم قرۃ العین گوہر درج فاطمہ بضعۃ منی اور اختر برج من اذا ہانقہ اذانی ہیں۔ ہم پسر اور سادات اور شفیع عرصہ عرصات بتول عذرا یعنی فاطمہ زہرا ہیں۔ ہم فرزند سبط رسول و چشم و چراغ بتول امام مسموم محتج یعنی امیر المؤمنین حسن ہیں۔ ہم دبند شہید مظلوم اور غریب و مہموم نوریدہ مصطفیٰ و سرور سیمہ مفضل بیتلا سے میدان کرب و بلا یعنی حسین شہید کربلا ہیں۔

اسوقت سارہ محل سے زیادہ وفان کا شور و طشہ کھڑا ہوا۔ لوگوں کے رونے پٹینے سے تمام شہر و شقی میں کہل مٹ گیا۔ زید اس وادیلے ڈرا اور عام غدر کے خوف سے کانپنے لگا مؤذن سے اشارہ کیا کہ اذان دینا شروع کر دے تاکہ جناب امام آگے کچھ نہ کہہ سکیں اور خاموش ہو جائیں۔

مؤذن۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔

امام فریدین العابدین۔ نعم لاشئ اکبر منہ یعنی ہاں ہاں کوئی چیز اللہ سے بڑی نہیں ہے

مؤذن - اشھدان لا الہ الا اللہ -

امام - نعم شہد بھا لھی و شہری و دمی و بشری یعنی مان ہاں اسکی گواہی میرا گوشت و پوست میرے بال - میرا خون اور سارا جسم دیتا ہے -
مؤذن - اشھدان محمد اُمّ رسول اللہ -

یحناں پر حضرت زین العابدین نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کے مؤذن کے آگے ڈال دیا اور گیسو مشکین پریشان کر کے فرمایا - اے مؤذن - تجھے اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم - ذرا ٹھیر جا - میں دو کلے اور کمرہ لون - مؤذن خاموش ہو گیا اور حضرت فرمانے لگے -

اے پسر معاویہ - یہ رسول کریم تیرا نانا تھا یا ہمارا - اگر تو کہے کہ میرا تھا تو جو بونٹ ہے اگر تو اپنا بتا بھی دیکھا تو سارا عالم تجھے جو بونٹا کیگا - وہ تو ہمارے نانا تھے کیونکہ میں علی بن حسین ہوں پس تو نے میرے پیارے باپ کو جو بہترین عترت آن حضرت تھے کیون قتل کر دیا اور حیف صدحیف مخدرات سداوقات عصمت و طہارت کو ہر شہر اور بستی میں در بدر راو کو چہ کو چہ پہرایا - اسپر دعویٰ ہے کہ میں کلمہ گوے رسول عربی ہوں اور قبیلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں اے کنخت - تجھے ذرا بھی شرم نہیں آتی - اتنا کہے تو طحزن و ملال سے حضور نے اپنے کپڑے پہاڑ ڈالے اور فرمایا - اے لوگو سچ کہنا - آیا تم میں کوئی ایسا ہے جسکا نانا رسول خدا ہو سیکر لوگوں نے اپنے سر سپٹ لئے اور گریہ و زاری نے اہل دمشق پر اپنا عمل دخل کر لیا - بھنے پوچھا کہ کھاتے کھاتے بیدم اور بیوش ہو گئے - جامع دمشق میں قیامت قائم ہو گئی - کوئی ایسا سنگدل نہ تھا جسکی آنکھوں سے جوئے اشک نہ روان ہو -

یزید گبر کے اوٹھ بیٹھا اور مؤذن کو ایک ڈانٹ بتائی کہ کنخت - اقامت کہہ - پس اذان تمام کی گئی - لوگوں نے چون توں نماز پڑھی - بعد نماز لوگوں نے غم و غصہ سے یزید کو برا بھلا کہنا

شروع کرو یا جب کا غلغلہ اور دبدبہ عوام میں پڑ گیا۔ اب یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا دل قابو میں نہیں رہتا اور آنسوؤں کے گلے کتنے ہی گھونٹتے ہیں مگر نہیں تھکتے اور نکلے ہی پڑتے ہیں۔ اب یزید بغلیں جہاں کھنے لگا۔ جب کچھ نہ سوچی تو لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے اکابر شام کو سمیٹ بیٹھا اور حکم دیا کہ شہر اور اطراف کے کوفہ کمان میں میرے سامنے حاضر کرو۔ ملعونوں نے کیسا غضب کیا کہ دنیا میں میرا نام بدنام کر دیا۔ جب وہ لوگ آئے تو ان کے منہ پر اوکو بہت سخت ٹوٹ کھرا اور بولا کہ اگر تم لوگ امام حسین کو زندہ یہ سب پاس لے آتے تو میں تمہاری اطاعت سے راضی ہو جاتا اور ان کی خدمت کرتا۔ لعنت ہے ابن مرجانہ پر جس نے ایسی انہونی کی۔ پس اب مار کے بعد دکھانیکو سنوار ہونے لگی اور اہلبیت کو اس نے بڑی خاطر و دراز سے اپنے ہی محل میں رکھا۔

روایت ہے کہ جناب امام حسین کی ایک صاحبزادی چار سالہ تھیں جنہیں حضور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جبے آپ نے شہادت نوش فرمایا صاحبزادی ہمیشہ آپ کو یاد کرتی تھیں اور کہیں کوئی آئینہ کما کرتی تھیں یعنی میرے ابا جان کمان میں اونہیں بلادو۔ لوگ اس سے تسلی دیدیا کرتے تھے کہ وہ کہیں گئے ہوئے ہیں اب آجائینگے۔ اب کہ یہ سب لوگ یزید کے محل میں تھے رات کو صاحبزادی نے خواب میں اپنے والد ماجد کو دیکھا۔ فوراً جاگ پڑیں اور فریاد و فغان کرنی لگیں کہ میرے ابا کمان گئے یہی تو اونہوں نے مجھے گود میں لیا تھا مجھے چوڑے کدھر گئے۔ اب طاقت جدائی نہیں مجھے اسے پاس پہنچا دو ورنہ میں رورور کے اپنی جان دیدو لگی۔

بجز خون شربتے در خود نمے بنم	بجز غم راستے در روزگار خود نمے بنم
یہ سنکر اہلبیت میں کہ ام پڑ گیا۔ یزید اسی محل میں تھا جاگ اٹھا اور پوچھا یہ کیا ماجرا ہے۔	لوگوں نے حال بیان کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس کے باپ کا سر بچا کے اسے دکھا دو تاکہ

اوسے ایک گونہ تسلی ہو۔ خادمانِ یزید سر مبارک کو ایک طبقِ سیمین میں رکھکے اور اوس پر ایک رومال
سندس کا ڈھانکا کے وہاں لے پہنچے۔ شہزادی نے پوچھا یہ کیا ہے عرض کیا گیا کہ رومال
اٹھا کے ملاحظہ کر لیجئے۔ صاحبزادی کا سر کواٹھا اسکے دیکھنا تھا کہ چہائی پٹنگی اور سر کو کلیجہ سے
لگا کے جان دیدی۔ اہلبیت میں بہرغم حسین تازہ ہو گیا۔

جب یزید کے پاس اس اندوہناک حادثہ کی خبر پہنچی تو ماتم پرسی کے لئے خود حاضر ہوا۔
دوسرے دن سامانِ سفر میا کر کے نعمان بن بشیر کے ساتھ اہلبیت کو مدینہ روانہ کر دیا۔ امام
زین العابدین نے ۲۰ صفر کو کربلا میں پہنچکے پدر بزرگوار کے سر اور دیگر شہدا کے سروں کو اوسکے
جسموں سے ملادیا۔

انتہائے راہ میں نعمان بن بشیر نے اہلبیت کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت
نہیں کیا۔ اہلبیت جہاں چاہتے وہاں قیام کرتے اور جب چاہتے سفر کرتے تھے۔ یہ اور اسکے
ہمراہی نسلِ علماؤں کے ساتھ ساتھ تھے کسی بات میں کان نہیں ہلاتے تھے غرض کہ نعمان
بکمال ادب اور مہین مدینہ پہنچا کے اور اوس سے دعائیں لیکے دمشق واپس گیا۔

روایت ہے کہ جب اہلبیت کی واپسی کی خبر مدینہ پہنچی تو وہ خاک سر پر اڑاتے اور فریاد و زاری
کرتے استقبال کو روانہ ہوئے۔ اولادِ مہاجر و انصار اور صغار و کبار یہاں تک کہ عورتیں اور بچے
بھی ہزار اضطراب و بے قراری سے گریہ کثان باہر نکلے۔ جب امام زین العابدین اور اوسکی ہمین اور
پہو پیمان سامنے آئیں تو لوگ فرشِ خاک پر لوٹنے لگے اور دیدہ گریان اور سینہ سوزان سے
قیامت بپا کر دی۔ اہل مدینہ تو استقبال میں تعزیت کر رہے تھے کہ اہلبیت نے اپنی سواری
روضہ مقدسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طوت موڑ دی اور وہاں پہنچکے آواز دروناک اور جگر
چاک چاک سے نعرے کئے۔ واجدہ و امجدہ و اسمجدہ و اسندہ ہم آچکے یتیم خاندان اور غریب

دودمان ہیں۔ ہم آپ کے فرزندوں کے غم میں سوزان و گریان ہیں۔ ہم باویہ ہجران کے محنت کشیدہ ہم صحرائے کربلا کے ظلم و مصیبت دیدہ ہیں۔ اے نانا جان پہنے کوفیوں کی بیوفائی سے بڑے بڑے رنج پائے ہیں۔ نانا جان۔ پہنے شامیان بے شرم و حیا کے ہاتھ سے بڑے بڑے ظلم اٹھاے ہیں۔ اے نانا۔ ہم تشنہ لب آبِ فرات ہیں۔ اے نانا جان ہم گرمazedگانِ دشتِ عقوبات ہیں۔ اے نانا جان ہم آپ کے فرزند ولید حسین کا سلام آپ کے دربار میں لائے ہیں اور اے نانا جان۔ اشقیاء کی شقاوتیں آپ کے تنہے تنہے سے بچوں پر آپ کو سنانے آئے ہیں۔

اہلبیتؑ نے اس طرح روضہ رسولؐ کو اپنے نانا جان کا گاہ سے ہلارکھا تھا۔ ناگاہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ طاہرہ سے نالان و گریان ہاتھ میں وہ شیشہ خاک کربلا کا لئے ہوئے جو خون ہو گئی تھی برآمد ہوئیں اور دوسرے ہاتھ میں حضرت امام حسینؑ کی بیمار بیٹی کا ہاتھ تھا۔ اہلبیتؑ نے جوام المؤمنینؑ کو دیکھا اور نظر کی کہ خاک ہی ہمارے غم میں خون ہو گئی ہے تو اڑکھا سوز و درد اور بھی زیادہ ہو گیا۔ جناب امام مظلومؑ کی بہنوں اور صاحبزادیوں نے جناب ام سلمہ سے پیٹ کے ایسے ایسے بین کئے کہ تھک چکا جگر شق ہوتا تھا۔ یہاں صاحبزادی سے جو ملتا تھا اوسکے سینہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔

ابن وعلیٰ خزاعی سے روایت ہے کہ نزاع کی وقت میرے باپ کی زبان بند ہو گئی اور منہ تمام سیاہ تھا۔ میں یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور سب سے پوشیدہ رکھا۔ پہنے چپا کے اونہیں غسل دیا اور چپ چپاتے دفن کر دیا۔ میں اوسکے لئے نہایت رنجیدہ رہتا اور دل ہی دل میں گھٹا جاتا تھا۔ ایک رات کو میں نے اونہیں خواب میں دیکھا کہ منہ آفتاب نصف النہار کو بھی غلٹا تھا اور کپڑے نہایت سفید نورانی تھے۔ میں نے متحیر ہو کے پوچھا۔ ابا جان۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بخش دیا۔ میں نے عرض کی کہ

مرنے وقت تو بہت بُری حالت تھی اوس سے تو کسی طرح کی امید نہ تھی۔ فرمایا۔ بیٹا۔ تو نے
 سچ کہا میں شراب کا عادی تھا اور یہ اوسی عادت کی شامت تھی کہ میرا منہ کالا ہو گیا اور زبان
 بند ہو گئی۔ جب تم لوگ مجھے دفن کر آے ہو تو ناگاہ جناب رسول خدا نے قدم رنجہ فرمایا اور
 پوچھا کہ وکیل تیرا ہی نام ہے۔ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ ارشاد ہوا کہ وہ مرثیہ یہیں سُنا جو
 تو نے شہیدانِ کربلا کے حق میں لکھا ہے۔ میں نے اپنی وہ نظم حسب الارشاد التماس کر دی
 جس کا ایک شعر یہ ہے۔

لا اضحاک الله سنن الدهر انضحت | وال محمد مظلومون قد قهروا

اور ہر تو میں اشعار پڑھتا تھا اور ہر حضور کی آنکھوں سے آنسو روان تھے۔ ختم ہو نیلے بعد فرمایا
 اچھا لکھا ہے پر میری شفاعت کی جس سے بخشش ہو گئی جس کا نتیجہ تو یہ دیکھتا ہے۔ پس
 حسین مظلوم کے لئے رونا موجبِ اجر جلیل و جزا ہے جزیل ہے۔

قاتلانِ حسین کا حال

ناظرین ہماری اتنی سچ خراشی سے خود سمجھ گئے ہوں گے کہ ایسے لوگوں کا مال کار کیا ہوا
 ہو گا کیونکہ مثل مشہور ہے مصرعے کے نکوست از بہارش پیدا است۔ اسلئے زیادہ خامہ
 فرسائی کی ضرورت نہ تھی لیکن اس بیان کے بغیر کتابِ ناتمام تھی اور زمانہ کا حال بھی عجیب
 کو تہ نظری اور خود رانی کا بھلا ہوا۔ انہوں نے ہر سر و ہر سودا کا معاملہ کر رکھا ہے۔ لہذا ہلکوا سکا
 لکہنا ضرور اور نہایت ضرور ہے۔

حاکم نے بصیرت ابن عباس روایت کی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اپنے
 حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہ اے میرے سچے رسول۔ تحقیق میں نے یحییٰ بن زکریا
 کے انتقام میں ستر ہزار یہودی قتل کئے مگر تیرے پیارے دل بند حسین کے خون کے بدلے

ہیں اور ان سے دو گئے یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی قتل کرونگا اور ان سے سخت انتقام لوں گا پس اسے ناظرین بتائیں۔ ملاحظہ ہو کہ حق جل و علاا قاتلان حسین سے کس درجہ ناز و نفرت ہے یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام سلم الثبوت نبی ہیں اور ان سے مرتبہ جناب مظلوم کر بلا کا بڑا ہوا دیا۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حکم جناب باری کا من و عن بود را ہی ہو گیا تو ہوا را خیال اور ہی زیادہ پختہ ہو جاتا ہے یعنی اول تو جنگ مختارین بنشمار مخالفین حسین کا قلع و قمع ہو گیا۔ دوسرے ابتدا سے سلطنت عباسیہ یعنی علی سفاح کے عہد میں دشمنوں کا ناس ہوا تفصیل اسکی کتب تاریخ سے اظہر من الشمس ہے۔

کتب تاریخ کے دیکھنے والوں پر بخوبی ظاہر ہے کہ جو لوگ شریک قتل امام ہوئے اور ان میں سے کوئی بھی بغیر عذاب شدید کے دنیا سے نہ گیا۔ بعضے قتل ہوئے بعضے اندھے ہو گئے اور بعضے بے کامنہ کالا ہو گیا۔ بعضے ایسے کہ یہ تھے مفلس ہو کے بیک مان گئے لگے اور وہ بھی کوئی نہیں دیتا تھا۔ بعض پانی پیتے پیتے مر گئے مگر پیاس نہ بھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک جگہ بڑا مجمع تھا اور سب یہ کہہ رہے تھے۔ ہمتے خوب دیکھ لیا کہ دنیا میں کوئی دشمن حسین مصیبت سے نہیں بچا۔ اس جماعت میں سے ایک بڑا بالول اٹھا۔ سب جوڑے میں ہی قتل حسین میں شامل تھا آج تک ہٹا لٹا اور تندرست ہوں وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ چراغ ٹٹٹا لڑ لگا۔ وہی بڑا اشتعالک دینے کو اٹھا۔ ناگاہ چراغ سے ایک شعلہ بلند ہوا اور اس بڑے کو گیر لیا۔ سارا جسم اوسکا جلتا تھا اور وہ چاروں طرف جلاتا پھرتا تھا کہ ہاے میں مرا ہاے میں مرا۔ لوگ بجاتے ہی تھے مگر وہ آگ اوسکا پیرپانہ چوڑتی تھی۔ وہ بھاگ کے دریا میں گر پڑا وہاں ہی پانی اوسکے حق میں تیل ہو گیا۔ اوس آتش غضب الہی نے اوسے جلا کے خاک سیاہ کر دیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا کہ

انچہ کند و در دل دردمند

آتش سوزان نکند با سپند

اسی طرح ایک روایت سدی رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ ایک شخص نے میری دعوت کی مجلس میں اور بھی بہت سے لوگ جمع تھے۔ وہاں باتوں باتوں میں معرکہ کر بلا کا بھی ذکر کیا۔ کسی نے یہ کہہ دیا کہ جتنے آدمی روز عاشورہ قتل امام حسین میں شریک تھے وہ ضرور عذاب الہی میں گرفتار ہوئے۔ اتنے میں میرے مجلس بول اٹھا کہ میں بھی تو معرکہ مذکورہ میں موجود تھا یا رون کا تو بالکل بیگانہ ہوں۔ وہ اپنی بات تمام نہیں کر چکا تھا کہ چراغ سے شعلہ لپکا اور اسے جلا دیا۔

بترس از آؤ مظلومان کہ نگاہ دعا کردن	اجابت از در حق بہر استقبال می آید
-------------------------------------	-----------------------------------

روایت ہے کہ جس بد بخت نے سر مبارک جناب امام حسین کا شکار ہند سے باندھا تھا وہ بڑا شکیل و خوبصورت تھا اور سکے من و جمال کا شہرہ دور و نزدیک پہنچ گیا تھا۔ معرکہ کر بلا کے بعد اسکی صورت ایسی بگڑی کہ کوئی اسے چومے نہ کہتا تھا اور رنگت اوٹنے تو کیسے کو شرماتی تھی۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ اسنے بیان کیا کہ ہر روز دو شخص آکر مجھے پکڑ لیا ہیں اور آگ پر لوند ڈالنا دیتے ہیں اور پھر بیان چوڑ جاتا ہوں چنانچہ وہ کبھی اسی عذاب میں گم ہل کر واقعہ سے روایت ہے کہ ایک بڑا معرکہ کر بلا میں شامل تھا۔ بعد شہادت امام ہمام کے اندھا ہو گیا۔ اس سے جو اسکا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسنے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور آستین چڑھائے اور خمیر سر پہنہا تھا میں نے آنحضرت سے اسے پین اور سائے ایک چوڑا بچا ہے جسپر دس قاتلان حسین مذبح پڑے ہیں جب حضور کی نظر اس شخص پر پڑی تو اسکو نہایت لغت ملاحت کی اور ایک سلامی مقتولوں کے خون کی اسکی آنکھوں میں پیر دی وہ اندھا ہو گیا۔

روایت ہے کہ شام میں قاتلان حسین میں سے ایک شخص کا منہ سوڑ کا سا ہو گیا تھا۔ لوگ اسے دیکھتے تھے اور عبرت کرتے تھے۔

روایت ہے کہ حسین ظالم بیرحم نے جناب علی الصغر کے حلقِ مبارک پر تیرا تھا او سے
ایسا عجیب و غریب مرض ہوا کہ پیٹ کی طرف حد سے زیادہ حرارت اور پیٹھ کی جانب کمال
سردی تھی آگے پنکھا جلتے تھے اور پیچھے آگ مشتعل رہتی تھی مگر اسپر بھی تسکین نہیں
ہوتی تھی برابر یکسان وادیلہ مچاے چلا جاتا تھا۔ اس بلا کی پیاس او سے تھی کہ مشکین کی
مشکین چڑھا جاتا تھا مگر پیاس نہ بجھتی تھی۔ آخر شش ایک دن اوں کا پیٹ پھٹا اور واصلِ جنم ہو گیا
یہاں تک تو انحصار کے ساتھ اپنے عام لشکریوں کا حال سنا جو قتلِ امام عالی مقام میں شریک
تھے۔ زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اونہیں سے کوئی تنفس دینا ہی میں سنا سے نہ بچا۔
اب تھوڑا ساحلِ خواص کا بھی سن لیجئے۔

پہلے یزید کو لو۔ وہ جب قتلِ امام حسینؑ فرما دیا تو جو امین پہلا انہیں سماتا تھا۔ علاوہ سخت
ترین امراض جسمانی کے اس سے اور افعالِ شنیعہ بھی ایسے سرزد ہوئے جن سے کہتے
کوئے بھی گن کر ماتے تھے۔ یعنی سب سے پہلے او نے مدینہ منورہ کے خراب اور تباہ کرنے کا
قصد کیا۔ یہاں تک کہ تین دن کامل مدینہ دھڑی دھڑی کر کے لوٹا گیا۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کا گھر ملیا میٹ کر دیا گیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ اون ظالمانِ یحییٰ نے ذرا اس
بات کا پاس نہیں کیا کہ یہ خانہ مبارک جناب ختم المرسلین کا ہے۔ خاص مدینہ کے اندر سات
سو صحابہ کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ ڈالا اور جو حرکات ناشائستہ یزید کے لشکر نے مسجد نبوی اور
روضہ رسول مقبول کے سامنے کیں اون کا بیان کرنا بھی کسی یحییٰ ہی کا کام ہے۔ اون اُتقیا
کو مسلمان ہو کے اتنا خیال نہ آیا کہ یہ فرشتوں کے نازل ہونے کا مقام ہے۔ غرض کہ اس ظلم
اور بے شرمی کے باعث تین دن متواتر مسجد نبوی میں نماز نہ ہو سکی۔

اسکے بعد شامیوں نے مکہ معظمہ کی طرف رخ کیا اور کعبہ شریف کی ہتھک میں بھی کوئی بات

اوٹھانہ رکھی۔ اسے پتھر بچاڑون پر چڑھ چڑھ کے منجھتیوں سے کعبہ میں پہنچے کہ سارا صحن اٹ گیا اور کعبہ کے ستون ٹوٹ گئے۔ لباس کعبہ جلادیا اور دروازوں کے پردے تنورون میں جھونکے کھانے پکائے۔ کئی دن تک کعبہ بے لباس رہا اور تمام اہل مکہ کو کمانا پینا نہ ملا اور نہایت ہی اذیت رہی۔ زنا۔ اغلام۔ شراب خواری۔ بہن کا نکاح بھائی سے اور اسی طرح کی اور خلاف شریعت باتیں وہاں اور تمام یزید کی عملداری میں مباح اور حلال کر دی گئی تھیں جبکا ثبوت تاریخون سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

غرض کہ جب پیمانہ اس کے ظلمون کا لبالب ہو کے چمکنے لگا تو خاص اسی دن جس دن کہ اس کے لشکر نے خانہ کعبہ کے ساتھ ایسی انہونیان کی تھیں یعنی ۱۵ ربیع الاول ۱۸۸ھ ہجری کو تین برس سات سینے کی سلطنت کے بعد مقام حصین میں تنقہ حقیقی جل جلالہ نے زنجیر تکبت یزید کے گلے میں ڈال کے اوس جگہ میں ڈال دیا جو اس کے لایق تھی فاعتبروا یا اولی الابصار خداوند حقیقی سب مسلمانوں کو اپنی ہدایت اور نگہبانی میں رکھے۔

یزید بھی اپنے بیٹے معاویہ کو اپنے حین حیات میں ولی عہد کر چکا تھا۔ لوگوں نے اسے تخت سلطنت پر بٹھادیا۔ معاویہ نے منبر پر جا کے خطبہ پڑھا اور حمد خدا سے برتر اور نعمت سید البشر کے بعد بیان کیا۔ ایہا الناس۔ خلافت ایک بڑا بھاری بوجھ ہے جو ہر ایک سے نہیں اڑا سکتا یہ کام خلفائے باصدق و صفائی کا تھا جو بڑی خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے اسے کر گئے۔ میرے دادا معاویہ بن ابی سفیان ناحق علی مرتضیٰ سے لڑے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ علی ابن ابی طالب بہر صورت خلافت حقہ کے مستحق اور لایق تھے۔ ایسی طرح میرا باپ یزید جو ہرگز ہرگز اہلیت اور کسی طرح کا استحقاق نہیں رکھتا تھا تخت سلطنت پر متمکن ہو گیا اور اپنی حکومت کے استحکام کے لئے امام حسین فرزند رسول الثقلین کو شہید کیا اور اہلبیت اطہار کو دولت

اور کلیف دی آخر اپنے کئے کو پہنچا اور جو ان اس جہان سے گیا۔ مین خوب جانتا ہوں کہ حسین کو قتل کرنا بہت بُری بات تھی اور اسکا مواخذہ میرے باپ کے ضرور ہوگا۔ نیز اوسے مین منورہ کو لڑایا۔ کعبہ کے ساتھ بے ادبیان کین۔ منہیات شرعی کو مباح کر دیا۔ جب سلطنت کی خاطر ایسی ایسی بے اعتدالیان ہو جاتی ہیں تو مین ایسی چیز کو کبھی قبول نہ کروں گا۔ آل ابوسفیان مین سے جو چاہے اسے لیلے۔ مین نے اپنی بیعت سے سب مسلمانوں کو آزاد کر دیا یہ کچھ معاویہ منبر سے اوتا یا اور گوشہ نشین ہو کے عبادت الہی مین مشغول رہا۔ پھر کیس کو اپنا منہ نہ دکھلایا اور مرتے دم تک گھر سے باہر نہ نکلا۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ السّدّ کعبہ۔ باپ ویسا بٹیا ایسا۔ کیس کا اسمین کیا اجارہ ہے۔

روایت ہے کہ ابن زیاد بد نھا و جنگ مین مختار بن عبید تقفی کے ساتھ لڑ کے ہزار ذلت و خواری مار گیا۔ جب مختار نے کوفہ پر قبضہ حاصل کیا تو حکم عام دیدیا کہ جو لوگ شریک قتل امام تھے اون مین چن چن کے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کے لاؤ چنانچہ کئی سو آدمی لاے گئے اور قتل ہو کے اپنے کئے کو پہنچے۔ جب ابن سعد کا پتا نہ لگا تو اپنے خاص آدمیوں کو حکم دیا کہ جہان سے بنے او سے پیدا کرو۔ اونہوں نے اوسکے بیٹے حفص کو لا سو جو دیا۔

مختار۔ تیرا باپ کہاں ہے۔

حفص۔ خانہ نشین ہو گیا ہے۔

مختار۔ کیا خوب! یہ رے کی حکومت اب اوس سے کیسے چوٹی جسکی خاطر اوسے حسین کے گلے پر چھری پھیری تھی۔ اگر پہلے سے خانہ نشین ہو جاتا تو یہ آخرت کا وبال اوسکی گردن پر کیوں پڑتا۔

آخرش ابن سعد اور شمر دونوں تلاش کر کے لاے گئے۔ اونین بڑی تکالیف کے ساتھ

اس دنیا سے آزاد کر دیا۔ اوسکے ساتھ حفص بٹیا بن سعد کا بھی مقتول ہوا اور اوسکے سر محمدؐ حنیفہ کے پاس روانہ کر دئے گئے۔

بعد ازاں حکم عام دیدیا کہ مکرکہ کے بلا میں جو لوگ ابن سعد کے محمد و مددگار اور شریک و یار تھے اوزمین جہان پاؤ بھلا نکلف مار ڈالو۔ جب مختار کا یہ حکم چاروں طرف مشہور ہو گیا تو مجرم کو فہ سے بھرے کی طرف بھاگنے لگے۔ مختار کے لشکر نے بھی اوزکا پیچھا کیا۔ جہان کیس کو پایا مار ڈالا۔ اوزکے گھر کو جلا دیا اور لوٹ لیا۔

جب خولی ملعون جس نے امام حسینؑ کا سر مبارک اپنے ہاتھ سے جدا کیا تھا قید ہو کے آیا تو مختار نے پہلے اوسکے دونوں ہاتھ کٹواے پھر دونوں پیر جدا کر اے بعد ازاں تیار ہوا اور کسی مجرم کا نام تک نہ چھوڑا۔

روایت ہے کہ مختار نے اپنے لشکر کے سپہ سالار ابراہیم بن مالک اشتر کو ابن زیاد کے قتل اور گرفتاری کو بھیجا تھا۔ ابراہیمؑ کا لشکر جب شہر موصل کی حد میں پہنچا ہے تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد دریا کے کنارہ موصل سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر اپنا لشکر لئے پڑا ہے۔ دوسرے دن صبح سے شام تک برابر سخت لڑائی ہوئی۔ شام کو لشکر ابراہیمؑ فتح مند ہوا۔ ابن زیاد کو دم بھسا گا۔ ابراہیمؑ نے حکم دیدیا کہ مخالفین کا تعاقب کرو اور جو ملے مار ڈالو۔ المختصر بہت سی فوج ابن زیاد کی ماری گئی اور وہ خود بھی قتل ہوا۔ لوگ ابن زیاد کا سر ابراہیمؑ کے پاس لائے اوسنے اوسے مختار کے پاس کو فہ بھیج دیا۔ مختار نے تمام اہل کو فہ کو جمع کر کے وہ سر دکھایا اور کہا۔ اے لوگو دیکھو اور عبرت پکڑو کہ آخر خون حسینؑ نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا اور اس درجہ کو پہنچا دیا۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد اور اوسکے سردار دن کے سر کو فہ میں مختار کے سامنے رکھے گئے تو ناگمان ایک بڑا سانپ نمودار ہوا۔ وہ دن سب سرداروں میں ہو کر ابن زیاد کی ناک میں

گس گیا اور منہ سے نکل آیا۔ ذرا ٹھیکر کے پھر گرسا اور نکل آیا اسی طرح تین بار اوسنے کیا پھر غائب ہو گیا۔

غرض کہ ابن زیاد و ابن سعد۔ شمر ذی الجوشن۔ ابن الحجاج۔ قیس بن اشعث کندی۔ حکم بن طفیل اور زید بن مالک وغیرہ تمام اشیقا معہ اپنے ساتھیوں کے ہجریہ کے اعوان و انصار تھے نہ اردن خرابیوں کے ساتھ قتل کئے گئے۔ قاتلون نے اونکی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیے اور یہ سہ سا کر دیا۔ اللہم احفظنا من کل بلاء۔

مفتاح النجاة سے روایت ہے کہ یہ واقعہ ۱۰ محرم ۶۰ کا ہے اس میں ستر ہزار آدمی شام لشکر مختار کے ہاتھ سے خاک میں مل گئے اور اپنے کئے کو پہنچے۔ مصرع
کاشا کسی کو مست لگا گو مثل گل پہو لا ہے تو

روایت ہے کہ جب مختار کا قبضہ کوئٹہ اور اسکے گرد و نواح پر ہو گیا تو اوسنے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو مختار کے مقابلہ کو بھیجا۔ مصعب بن زبیر لڑنے سے روانہ ہو کر مختار سے لڑے۔ اوپر غالب آئے اور مختار مارا گیا۔ بعد ازاں عبداللہ کے صاحب حکومت و ثروت ہونے کے مصعب کو مغلوب کیا۔ مصعب بن زبیر اور ابیہیم بن مالک اشتہار سے گئے۔

ابن عمر و لیشی سے روایت ہے کہ میں نے کوفہ کی دارالامارۃ میں امام حسین کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے۔ ابن زیاد کا سر مختار کے پیش نظر۔ مختار کا سر مصعب کے آگے اور مصعب بن زبیر کا سر عبداللہ کے رو برو دیکھا تھا۔ میں نے یہ بات عبداللہ کے سامنے بیان کی۔ اوسنے اوس وقت دارالامارۃ کو کھدوا کے پسگوادیا کہ یہ مکان بڑا منحوس ہے۔ غرض کہ جس مکان میں امام حسین کا سر آتا تھا اور ابن زیاد نے بیٹیکے اوس میں حکومت کی تھی اوس کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

بالکل لاپت ہو گیا۔ فاعتبرو یا اولی الابصار۔

حضرت عبدالمدین زبیر اوس زمانہ میں مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ عبدالملک نے اون سے اڑنا پناہ لیا لیکن اوسکی فوج صاف انکار کر گئی کہ ہم لوگ مکہ میں ہرگز خونریزی نہ کریں گے اسلئے عبدالملک خاموش ہو رہا۔ ایک دن حجاج نے اکر اوس سے کہا کہ میں نے رات کو خواب میں ابن زبیر کا سر کاٹ لیا ہے۔ یہ سنکر عبدالملک سمجھ گیا کہ حجاج اون سے طینکو راضی ہے پس اوس نے اپنی فوج ساتھ کر کے حجاج کو مکہ روانہ کیا۔ طاقت اوسکا وطن تھا وہاں سے اوسنے اور بہت سے آدمی اپنے ہمراہ لے لئے اور ابن زبیر پر چڑھائی کر دی۔ اس معرکہ میں بھی کعبہ کی بہت بے حرمتی ہوئی اور تمام حرم محترم شہید دن کے خون سے لال ہو گیا اور حضرت عبدالمدین زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب شام عراق و حجاز و دیگر ممالک میں مروانیوں کی حکومت قائم ہوئی اور بنی امیہ کی سلطنت ہزار مہینے رکھے غارت ہو گئی۔ جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آیہ کریمہ اللہ اکبر من الف شہد میں حکومت بنی امیہ کے ہزار مہینے کی طرف اشارہ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ہارون کی وفات کے بعد جناب موسیٰ علیہما السلام نے دعا کی تھی یا آئی میرے یہاں ہارون نے انتقال کیا اوسے اپنی رحمت کاملہ سے بخش دے۔ وحی آئی کہ اے موسیٰ۔ تیری دعا سے میں اولین و آخرین سب کو بخش سکتا ہوں بجز قاتل حسین ابن علی کے کہ میں خود اوس سے انتقام لوں گا۔ پس کثندہ حسین آگ کے صندوق میں آتشیں زنجیروں سے جکڑا ہوا عقوبات یہ حساب میں گرفتار ہے اور قیامت تک یوں ہی رہے گا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور درخواست کی کہ مجھے مسائل شرعیہ تعلیم کیجئے۔ مجھے اوس سے کمال نفرت تھی کیونکہ بائین کرنے کی وقت

اوسکے منہ سے ایسی بدبو آتی تھی کہ میری قوت شامہ کو طاقت اوسکی برداشت کی نہ تھی۔ اوسکا سبب
 پوچھنے میں بھی مجھے شرم آتی تھی۔ آخر ایک روز مجھے نہ رہا گیا پوچھا کہ اس تعفن کا کیا باعث ہے۔ وہ
 نہایت مفصل اور خجل ہو کر بولا کہ میں اپنا حال نہا آپ سے تو بیان کرتا ہوں مگر براے خدا اوسکا
 اظہار کسی اور سے نہ کرنا۔ میں عاشورہ محرم کے دن اون لوگوں میں تھا جو دریائے فرات پر اسلئے
 متعین تھے کہ لشکر حسین میں پانی نہ جانے پائے۔ جو کوئی پانی کی طرف آتا تھا ہم اوسے
 روکتے تھے اور پانی نہیں لینے دیتے تھے۔ واقعہ کہ بلا کے بعد میں نے آنحضرت صلعم کو خواب
 میں دیکھا اور یہ معلوم ہوا کہ گویا قیامت قائم ہے اور مجھے ایسی پیاس لگی ہے کہ تڑپا جا رہا ہوں
 جدہر دیکھتا ہوں اور دودھ دھوپ کرتا ہوں پانی کا نشان نہیں ملتا۔ اسی تلاش و جستجو میں دیکھا کہ
 آنحضرت و علی و فاطمہ و حسن و حسین ایک حوض کے کنارہ تشریف فرما ہیں اور پانی پلا رہے ہیں
 میں آنحضرت صلعم کے سامنے گر پڑا اور پانی مانگا۔ حکم ہوا کہ اسے بھی سیراب کرو۔ کسی نے پانی
 نہ دیا۔ میں نے بہر عرض کی۔ کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اسی طرح تین دفعہ ہوا۔ جب چوتھی بار میں نے استغاثہ
 کیا تو جناب رسالتاً نے فرمایا کہ اس غریب کو پانی کیون نہیں ملتا۔ حاضرین نے عرض کی۔ یا رسول
 اللہ یہ اون شخصوں میں ہے جو لب فرات پر تشنگان لشکر حسین کو پانی کے پاس نہیں پہنکنے دیتے
 تھے۔ ارشاد نبوی ہوا اسقوہ قطرا ناً پس قطران مجھے پلا دیا گیا۔ جب میں جاگا تو یہ بدبو
 مجھ میں تھی۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ حال سنکے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں نے
 اوسے منع کر دیا کہ اب میرے پاس ہرگز نہ رہنا۔ اسکے تھوڑے ہی دن بعد وہ شخص کتے کی موتی گار
 ابوالمفاخر سے روایت ہے کہ ایک شخص منہ پر نقاب ڈالے طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا
 کہنا تھا کہ یا آئی۔ میرا قصور معاف کر دے گو میں خوب جانتا ہوں کہ تو ہرگز نہیں بخشیدگا۔ سادات
 و مشائخ حرم نے جمع ہو کے اوس سے کہا کہ اے عزیز۔ رحمت خدا سے نا امید نہ ہونا کافر ہے۔

چاہے گناہوں کا پست تارہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بندہ جب درگاہ حق جل و علا کی طرف توبہ کر کے رجوع ہوتا ہے خدا اسے بخش دیتا ہے۔ یہ منکر وہ آدمی زار و قطار روئے لگا اور بولا کہ اے لوگو! میرا گناہ نامید ہی ہی کے قابل ہے کیونکہ میں اون لوگوں میں سے ہوں جو حسین کے ساتھ لڑے تھے اور بعد از مکی شہادت کے اس گروہ کے ساتھ ہو گیا جو سر ہائے شہداء کے کربلا کو شام لگائے تھے۔ ہم لوگ منزل پر پہنچنے سے روئے کے گروہ کے پیٹھے جاتے تھے۔ خوب شرابیں پیتے تھے اور جو حسین آتا وہ کرتے تھے ایک دن اور سب تو شرابیں پی پی کے سو رہے میں اکیلا جاگتا رہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ آسمان کا کھلا اور ایک خیمہ نور کا آکے حسین کے سر کے پاس ہوا میں الٹا تادہ ہو گیا۔

تین نورانی مشکون نے آکے سر امام کی زیارت کی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بزرگ جامہ سبز زیب بدن اور عمامہ سفید نورانی سر پر رکھے میرے اوپر کھڑے ہیں میں نے کمال ادب سے دریافت کیا کہ حضور یہ تینوں بزرگوں کون ہیں۔ کہا۔ اے ملعون۔ یہ مقربان درگاہ صمدیت جناب جبریل امین و میکائیل واسرافیل ہیں۔ ہم یہ بات تمام نہیں کر چکے تھے کہ جناب جبریل نے خیمہ کے نیچے جا کر آواز دی انزل یا صفی اللہ جناب آدم و حوا و شیث و ادیس نے تشریف لائے سر مبارک کی زیارت کی۔ پھر جناب روح الامین نے فرمایا انزل یا بنی اللہ حضرت نوح و سام و نوح و افروزی ہوئے۔ پھر آواز دی انزل یا خلیل اللہ حضرت ابراہیم و اسماعیل جلوہ فرما ہوئے و گریہ بارہ کہا انزل یا کلیم اللہ جناب موسیٰ و ہارون نے نزول اجلال فرمایا۔ اسکے بعد ندا کی انزل یا روح اللہ حضرت یحییٰ و یسوع و اسماعیل نے فرمایا انزل یا حبیب اللہ جو پیغمبر آتا تھا سر مبارک کی زیارت کرتا تھا۔ آخر جناب جبریل امین نے فرمایا انزل یا حبیب اللہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی حسن و حمزہ و جعفر طیار کے ساتھ قدم رنجہ فرمایا جس میں نانا کے قدم پر گر کر فریاد کی۔ اے نانا جان۔ ملاحظہ ہو کہ ان ستمگاران بیوفا اور ناکاران پر جو جفا و جفائے میرے تھے تھے بچوں پر کیسے کیسے ظلم کئے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

سربراہ کو قہر منوں سے اٹھا کے کلیجہ سے لگالیا۔ خوب روئے اور فرمایا۔ بیٹا یہ سب اپنے
 کر تو لون کا فر چکینگے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے گریہ و زاری میں حضور کا ساتھ دیا۔ اس وقت جناب
 جبریل سامنے آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ اگر حکم ہو تو اس گروہ بالکبار کے ساتھ وہ کروں
 جو قوم لوط کے ساتھ کیا تھا۔ حکم ہوا کہ ممبر کرو۔ اسکے بعد حضرت روح الامین بولے حضور اس وقت
 اور زرخشتے ہی آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان بچاس آدمیوں کو جو سرون کے گرد بدست پڑے ہیں۔
 مار ڈالنے کا حکم ہوا ہے۔ جناب سید الثقلین نے فرمایا کہ اگر فرمان ایز دی یہی ہے تو قیصل کرو۔ فرشتوں
 نے گزرتائیں لائے۔ جسکے مارتے تھے وہ لاکھ تودہ ہو جاتا تھا۔ جب میری نوبت آئی تو میں نے
 آنحضرت سے پناہ مانگی اور معافی چاہی حضور نے فرمایا لا عذابا لک یعنی اللہ تجھے کبھی
 نہ بخشے گا۔ اے اہل حرم۔ آنحضرت کی زبان مقدس سے یہ بات سُنکے مجھے ناامیدی ہو گئی ہے
 اونکے فرمانیکے خلاف میری معفرت نہوگی۔ اہل حرم نے دریافت کیا کہ یہ نقاب تو نے اپنے منہ پر
 کیوں ڈال رکھا ہے۔ اوسنے نقاب جو اٹھایا تو صورت اسکی بالکل سو کی سی تھی اور ذات باہر
 نکل آئے تھے۔ دشمنین و سادات حرم نے اوسے باہر نکلوادیا کہ کہیں اسکے وبال میں ہم نہ گرفتار
 ہو جائیں ابھی وہ حرم سے باہر ہو کے دس قدم ہی آگے نہ بڑھتا تھا کہ یکایک اوس پر بجلی گری
 اور وہ آگ کا ڈھیر ہو کے رہ گیا۔

کنز الغرائب میں ہے کہ شانہ زہدہ گوین جناب امام حسین کی شہادت کے بعد جاہر بن زید نے
 حضور کا عمامہ اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔ معاویہ و انہ ہو گیا۔ لوگوں نے اوسے آہنی زنجیروں سے
 جکڑا۔ اوسی قید و سلاسل میں اپنی بوٹیان کاٹ کاٹ کے مر گیا۔ جو نہ حضرمی نے قمیص مطہر اوقا
 کے پہن لی تھی وہ بیروص ہو گیا۔ اوس کرتہ پاک میں ایک سو تتر سو لائح تھے جن سے معلوم ہوا کہ
 اتنے زخم حضور کے جسم نازنین پر لگے تھے۔ لیجئے کہتے ہیں کہ حضور کی قمیص عبد الرحمن بن حنین

نے پنی تھی وہ لعین مبروص ہو گیا اور سر اور ڈاڑھی کے بال گر کے ایسی صورت ہو گئی کہ لوگوں کو عبرت ہوتی تھی۔ اسود بن مظالم نے ایک تلوار آپ کی لیلی۔ اسکو جہدام ہو گیا اور تمام اعضا گلنے لگے۔ بڑی تکلیف سے موت واقع ہوئی۔ مالک بن یسار نے شاہزادہ عالم کا جو شن لیا تھا۔ اسکی عقل جاتی رہی اور یا وہ گوبنگیا۔ کوچہ و بازار میں آدمی اوس سے دل لگی کرتے تھے اور لڑکے ایٹین تہجر پیشکے تھے۔ آخر الامر کسی نے دل لگی میں ایسا پتھر مارا کہ سر اسکا پٹ گیا اور وہ مر گیا۔ شواہد میں روایت ہے کہ عمر ذی الجوشن نے کچھ اشتر قیان حضور کے اسباب میں پائین۔ چند دن میں سے اپنی بیٹی کو دین کہ انکا زیور اپنے لئے گڑھوا لے۔ زر گر نے جسوقت اوسین آگ میں رکھا فوراً غائب ہو گئیں۔ جب شمر کو اس بات کی خبر ہوئی تو زر گر کو بلا کے باقی اشتر قیان اس دین اور کہا کہ انکو بھی گلا دے۔ چنانچہ اسکی آنکھوں کے سامنے وہ بھی اویس طرح غائب ہو گئیں جناب امام عالی مقام کے ہمراہ چند اونٹ بھی تھے۔ بد بختوں نے اونکو ذبح کر کے جب پکایا تو وہ ایسے تلخ ہو گئے کہ کوئی ایک نوالہ ہی منہ میں نہیں رکھ سکتا تھا۔

نوحہ کرنا چنات کا امام حسینؑ کی غم میں

جیب بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے اچھی طرح سنا کہ

ایک جنبہ غم حسین میں روتی تھی اور یہ اشعار پڑھتی تھی۔

مسم النبی جبینہ ولہ بریق فی الخدود | ابوالہ من علیا قریش وجدا خیر الجود

جبکا اردو ترجمہ یہ ہے۔

تھا بوسہ گاہ رسول کریم منہ اسکا تھے والدین شریف اس کے قوم ہاشم سے اور اسکا جد بھی بہتہ جدود عالم سے	وہ تھا جمال منور سے اپنے ماہ لقا قریش میں تھا بلند اسکا جاہ اور تبا محمد عربی ہاشمی رسول خدا
---	--

روایت کی ابو نعیم نے عبداللہ بن لیث سے سوا اور انہوں نے ابی قنبل سے کہ جب کربلا میں چلکر پہلی منزل پر پہنچے تو مکر کے لوگ کہنا شروع ہوئے میں مشغول ہو گئے تو ایک آہنی تلم غیب سے نمودار ہوا۔ اور یہ اشعار خون سے زمین پر لکھ کر غائب ہو گیا جسکا ترجمہ یہ ہے۔

اے جاہل و بے خرد قاتلانِ حسین میں تم کو عذاب و دوزخ اور جہنم کی قید کا خردہ سناتا ہوں۔

اسید کہتے ہیں وہ لوگ جن لعینوں نے کہ روزِ حشر شفاعت نبی کی حاصل ہو جو یہ خیال او نہیں ہو تو زعمِ باطل ہے	حسین بیس مظلوم کو شہید کیا چٹین عذاب آبی سے وہ روزِ جزا کہ اون سے ناخوش و ناماں ہیں روزِ خدا
--	--

روایت کی ابو نعیم نے مزیدہ بن جابر سے اور اس نے اپنی ماں سے کہ ایک جن غم حسین میں روتا تھا اور کہتا تھا

خبر حسین کے مرنے کی میں سناتا ہوں بیان حسین کا میں کیا کروں ہر ایک کمال	اور اپنا چاک جگر بھی تمہیں دکھاتا ہوں غرض حسین تھا اک کوہِ صبر و استقلال
--	---

روایت کی ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے اور انہوں نے جناب ام سلمہ سے کہ جب آنحضرت نے وفات پائی میں نے نوحہ جہنم پر نہیں سنا مگر ایک شب میں نے جنہ سے کہ روئے سنا جب لوٹدی کو یہی تلو اور تم کہے کہ وہ یوں کہہ رہی ہے

خوب روا ہے چشمِ محزون زار زار ہے کون رویگا شہیدِ خون پر بھلا عبداللہ میرے ہوا یہ اولکا حال ہے	گر غمِ حسین سے دل کو نگا رہے کربلا میں جسکا ہے لاشہ پڑا ہے کیون نہ مجھ کو اس الم سے ہموال
---	---

اہلِ عاصیہ کو کربلا میں شہدائی لاشوں پر جفیہ کو نوحہ کرتے سنا ہے جنہ میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فساء الجی سیچدن فساء الہا شمیات	بنات المصطفیٰ احمد ا مام للبریات
---------------------------------	----------------------------------

یعنی زنانِ جن ماتم و نوحہ گری میں زنانِ نبی ہاشم کا ساتھ دیتی ہیں جو زنانِ برگزیدہ احمد متا کو سید ابراہیم۔

واللہ العالین۔ خونِ ناحق حسین کی واسطے اور شہیدانِ کربلا کو طفیل سے مسلمانوں کو سوا غم میں

اور کوئی رنج و غم نہ ہو۔ آمین غمِ آمین۔

